جو

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۲	لاہور ۔ ہفتہ ۸ جنوری ۱۹۲۷ء	جلد ۳۰

تہذیب نسواں

لاہور ۔ ہفتہ ۳ رجب المرجب ۱۳۴۵ ہجری

فہرست مضامین

ترکی میں مذہبی اصلاحات	ب ۔ ن ۔ خ	۲۱
سفر حج	نفیس دلھن	۲۳
زکام و کھانسی	ممتاز احمد فاروقی	۲۷
دہلی کی ہیرے کی چوڑیاں	والدہ قیصر علی	۲۹
یورپ کی زن پرستی	نذر سجاد حیدر	۳۰
مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی مرحوم	سید ممتاز علی	۳۳
محفل تہذیب	متفرق	۳۵
ولایتی معلومات	+	۳۷

سگھڑ بیٹی

اشتہار

اگر آپ اپنے فرزند ارجمند یا دختر نیک اختر کے لئے کسی شریف اور بہتر رشتے کی تلاش میں ہوں۔ تو ہم سے خط و کتابت کریں

جواب کے لئے ایک آنے کا ٹکٹ ارسال کیجئے

پتہ:-
منیجر دی میرج بریو
لودھیانہ (پنجاب)

عورتوں کی اپنی دکان

بہنوں کی سہولت کے لئے ان کے کام کی چیزیں بہم پہنچانے کا انتظام نہایت کوشش سے کیا ہے۔ معمولی بٹن سے لے کر قیمتی ساڑھی تک ہر ایک چیز دستیاب ہوسکتی ہے۔

بچوں کے کھلونے پارچات پوشیدنی و دیگر ضروریات خصوصیت ہے۔ مال عمدہ اور سستا۔ پسند نہ ہو۔ تو واپس۔ آزمائش شرط ہے۔

خط و کتابت میں کسی مرد کا دخل نہیں

پتہ:- کنیز کار
پوسٹ بکس نمبر ۱۔ لاہور

گیسو دراز پوڈر

یہ پوڈر بالوں کو گھنا اور چمک دار کرنے میں اپنی نظیر آپ ہے۔ بالوں کو گرنے سے بچاتا ہے اور قبل از وقت سفید نہیں ہونے دیتا۔ آزمائش شرط ہے

قیمت۔ ۱ پیکٹ عہ محصول ڈاک ذمہ خریدار۔ ایک آنہ کا ٹکٹ بھیج کر نمونہ مفت طلب کریں

دی آرمی کواپریٹو سٹورز۔ بیڈن روڈ۔ لاہور

ٹرکی میں مذہبی اصلاحات

(از محترمہ ب۔ خ۔ ن)

عرصہ گزرا میرے دل میں کئی بار یہ خیال آیا۔ کہ میں عنوان بالا پر ایک مضمون لکھوں۔ لیکن محض اس خیال میں لکھنے سے رُکی رہی۔ کہ شاید کوئی تہذیبی بہن یا بھائی اس کے متعلق کچھ تحریر کریں۔ چنانچہ اس اثنا میں بہن ہاجرہ بیگم کا ایک مضمون بعنوان "ٹرکی اور اسلام" جو فروری ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا تھا نظر سے گزرا۔ جس کو پڑھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس مضمون میں اگرچہ اس کے عنوان کے مطابق ترکوں کی مذہبی تبدیلیوں کا مفصل ذکر تو نہ تھا۔ مگر پھر بھی جو کچھ لکھا گیا تھا۔ اس میں بجائے اس کے کہ کچھ ترکوں کے خلاف لکھا جاتا۔ اُلٹا ان کی تائید میں ساری طاقت صرف کردی۔ تب میرے دل میں یہ خیال بڑی تیزی سے گزرا۔ کہ میں اب ضرور اس پر کچھ لکھوں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ ان دنوں چند در چند وجوہ سے اس پر کچھ نہ لکھ سکی۔ آخر آج اس مضمون کو ختم کرکے بھیجتی ہوں۔ بہن صاحبہ کے مضمون کو شائع ہوئے گو دس ماہ گزر گئے ہیں۔ اب اس میں کسی قسم کی تنقید یا تردید بھی بے موقع اور فضول سی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ مفید باتیں ہر وقت ہی مفید ہوتی ہیں۔ اس لئے امید ہے۔ کہ یہ مضمون بھی انشاءاللہ فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

ترک اسلام کو بالکل خیرباد کہہ رہے ہیں۔ اور اپنی زندگی کے کسی شعبے سے اسلام کا تعلق نہیں رکھا۔ پھر تعجب کی بات ہے۔ کہ باوجود ان حالات کے ترکوں کی اس باب میں حمایت کی جاتی ہے۔ مثلاً گزشتہ سال سے حکومت ترکی نے جو یہ حکم جاری کیا۔ کہ داڑھی کا رکھنا انسانی صحت کے خلاف ہے۔ تو بتایا جائے۔ کہ یہ شعار اسلام کی بے حرمتی اور سنت نبوی سے سرکشی نہیں۔ تو اور کیا ہے؟ کیا یہ یورپ پرستی کے لئے بہانہ سازی نہیں۔ اور ترکوں کے حکمراں طبقے کی اس خام خیالی کا نتیجہ نہیں۔ کہ یورپ ریش و بروت کی صفائی سے میدان دنیا میں ترقی کر رہا ہے۔ اور جب تک وہ اس کے نقش قدم کی پوری پوری پیروی نہ کریگا۔ ترقی نہیں کرسکے گا۔ حالانکہ مسلمانوں کے لئے یہ ارشاد ہے۔ کہ انتم الاعلون۔ ان کنتم مؤمنین۔ یعنی تم جب تک مومن نہیں ہو گے۔ بام رفعت پر نہیں چڑھ سکو گے۔

پھر اسی طرح اب جو نیا قانون ازدواج نکلا ہے جس میں یہ بھی ہے۔ کہ طلاق صرف حاکم کے حکم سے ہو سکے گی۔ اور کسی صورت سے دی ہوئی طلاق طلاق نہ سمجھی جائے گی۔ کوئی شخص "میں نے تجھ کو طلاق دی" ہے کہہ کر طلاق نہ دے سکے گا۔ طلاق دینے کے متعلق مقدمہ مرد و عورت دونوں کی طرف سے دائر ہو سکے گا۔ اب جو اس کی تائید بڑے خوش ہو ہو کر کی جارہی ہے کہ اس سے بہت سی تمدنی اور معاشرتی خرابیوں کا انسداد ہو جائے گا۔ تو اس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن مجید نے جو یہ اختیار خاوند کو دیا تھا۔ وہ بہت سی تمدنی اور معاشرتی خرابیوں کا موجب تھا۔ اب دنیا کا قائدہ

اسی میں ہے۔ کہ قرآن کریم اور شریعت اسلام کی خلاف ورزی کی جائے۔ افسوس!

ابھی تازہ خبر مذہبی رسوم کی تبدیلی کی یہ ہے۔ کہ حکومت ترکی نے جنازے کو کاندھے پر رکھ کر لیجانے کی ممانعت کر دی ہے۔ اور حکم دیا ہے۔ کہ آیندہ سے جنازے گاڑیوں پر قبرستان جایا کریں۔ اور پھر یہ کہ ایک شخص ہوائی جہاز سے گر کر فوت ہو گیا۔ تو ان کے جنازے پر بجائے کلمہ و تکبیر کے موسیقی سے کام لیا گیا۔ اور یہ قانون طلاق جو حاکم کے حکم سے ہو گی۔ نیا ہی تراشا ہوا ہے۔ ورنہ باقی کئی تبدیلیاں اس سے پہلے ہو چکی ہیں۔ مثلاً انگریزی ٹوپی کا رواج حکماً دینا۔ اور جمعہ کی تعطیل کو تضیع اوقات قرار دے کر اس کی بجائے اتوار کی تعطیل منانا۔ تمام دینی مکاتب کا بند کرانا۔ پردہ نسواں اُٹھانا۔ ایک سے زیادہ نکاح کو بند کر دینا۔ مگر تعجب ہے۔ کہ مغرب کی اتنی اصلاحات پر بھی ان کی تسلی نہ ہوئی۔ کیونکہ یورپ کی پوری پوری تقلید ان پر واجب ہو چکی تھی۔ لہذا اس سے آگے چلے۔ اور نماز روزے کو بھی خالی نہ چھوڑا۔ اور اس کی اصلاح کے بھی درپے ہوئے۔ چنانچہ اس کے متعلق میں نے ایک رسالے میں ایک مضمون پڑھا جو ترکی اخبار سے نقل کیا گیا تھا۔ جو نماز روزے کی زبردست تبدیلیوں کے متعلق تھا۔ مثلاً لکھا تھا۔ کہ اسلامی رسوم کی ترمیم کے لئے ضرورت بڑھ رہی ہے۔ نماز۔ قرأت خطبہ کو اور رمضان کے روزوں کو بہتر صورت میں لانے کی تائید میں خیالات کی زبردست رَو چل رہی ہے۔ مصلحین اس امر کو پیش کرتے ہیں۔ کہ رسوم کی بجا آوری جن میں سے کثیر حصہ حفظ صحت کے برخلاف ہے۔ اور موجودہ زمانے کے حالات کے لئے ناممکن ہے۔ وہ صرف ان حالات کے مطابق عمل میں لائی جا سکتی تھیں۔ جو رسول صلعم کے وقت میں تھے۔ جبکہ وضو کرنے سے قبل تسموں والے بوٹ نہ ہوتے تھے۔ اور جبکہ قمیص کے کف آسانی سے اُوپر چڑھائے جا سکتے تھے۔ اب یہ رسم بالکل بے فائدہ اور مذموم ہو چکی ہے۔ اب آیندہ سے بوٹ پہننے والے نمازیوں کے آرام اور آسانی کے لئے مغربی طرز پر مناسب تدابیر کام میں لائی جا سکتی ہیں۔ اور نماز و قرآن ترکی زبان میں پڑھے جائیں گے۔

چنانچہ اس کے مطابق ترکی کی ایک جامع مسجد کے امام نے رمضان المبارک کے پہلے دو ہفتوں میں جمعہ کی نماز ترکی زبان میں پڑھائی۔ اور کمال پاشا نے تمام مدرسوں میں وہ قرآن تقسیم کئے۔ جس کا حال ہی میں ترکی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور پھر موجودہ طریق کے خطبوں کی بدنظمی کی بھی شکایت پیدا ہو رہی ہے۔ کہ یہ اب بے ترتیبی جلد دور ہو جانی چاہئے۔ تمام واعظین کو آیندہ ملک کے مذہبی ڈیپارٹمنٹ سے اجازت حاصل کر کے یہ کام کرنے کا اختیار حاصل ہو سکے گا۔ اور واعظوں کے مضامین جن پر وہ بولیں گے۔ موجودہ روشنی کے مطابق ہونگے۔ اور نئے علمی مسائل کے مطابق ہوں گے۔

رمضان کے متعلق بھی حرف گیری ہو رہی ہے۔ کہ یہ اب ناقابل عمل ہو چکا ہے۔ اور خوبیوں سے معرا۔

ترک اب نئی اقتصادی زندگی میں سرشار ہو رہا ہے
اور یہ واضح کیا گیا ہے۔ کہ ایسی زندگی میں سورج نکلنے
سے لے کر غروب تک کھانے پینے اور سموک (حقہ نوشی
وغیرہ) سے قطعاً پرہیز سے کام نہیں چلتا۔ دوپہر تک
سوتے رہنا اور پھر راتیں تراویح میں گزار دینا۔ اور پھر
تین چار بجے تک ثقیل اور بے حد غذا ٹھونسنے میں
گزار دینا غیر موزوں ہے۔ اس لئے مصلحین روزے
کی سختی کو بہت حد تک ہلکا کر دینے پر زور دے رہے
ہیں۔ تاکہ ترک کر دینے کی بجائے اس کو کسی موزوں حد
تک برقرار رکھا جائے۔ وہ کہتے ہیں۔ یہ خیال کرنا۔ کہ روزمرہ
کی نماز روزہ اپنی موجودہ صورت میں ہمیشہ ہی قابل عمل
ہے ایک بیہودہ خیال ہے۔ کیونکہ قانون کا جو معیار
عرب کے لوگوں نے اپنے ریگستانوں میں جاری کیا۔
فی الحقیقت وہ ترکی قوم کے موافق نہیں ؟

مندرجہ بالا مضمون سے واضح ہے۔ کہ دین اسلام
کے متعلق ترکوں کے کیا عمل اور کیا ارادے ہیں۔ اور
باتیں تو غالباً معمولی سمجھی جائیں گی۔ مگر اس کو کیا کیجئے
کہ وہ نماز روزے کی اصلاح کے درپے ہیں۔ اور حماقت
سے کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ موجودہ زمانے کے مطابق نہیں ؟

(باقی آئندہ)

سفر حج

۱۰ مئی ۵ بجے شام کو گرجستان کراچی سے چلا۔ اگلے
دن صبح سے ہوا تیز ہو گئی۔ اور جہاز میں غیر معمولی حرکت
پیدا ہوئی۔ اکثر لوگ چکروں میں مبتلا ہو گئے۔ اس
مرتبہ عزیزہ اسمار خاتون کو غیر معمولی تکلیف ہوئی۔
چونکہ کراچی سے کم و بیش نو سو حجاج سوار ہوئے
تھے۔ اس لئے شور و غل خاصہ تھا۔ چار شبانہ روز
دریا اُلٹ پلٹ کرتا رہا۔ ہوا کا زور ہم مستورات
کے واسطے خصوصاً موجب پریشانی تھا۔ کپتان
نہایت خلیق تھا۔ رات کے وقت طلاطم زیادہ محسوس
کر کے عورتیں گھبراتیں۔ تو وہ سمجھاتا۔ یہ دریا خراب
ہے۔ جہاز کو اچھالتا ہے۔ مگر خوف مت کرو۔ رفتار
نہایت اچھی ہے۔ سیدھا جا رہا ہے۔ صبح انشاء اللہ
عدن سے گزرے گا۔ اور پرسوں کامران میں داخل
ہو جائے گا۔ ویسا ہی ہوا جس صبح کو کامران آنے
والا تھا۔ سہ پہر سے جہاز بالکل آہستہ آہستہ چلنے لگا۔
دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ پہاڑیوں کے درمیان
آبنائے باب المندب سے گزر رہا ہے۔ آٹھ بجے شب کو
کپتان نے اطلاع دی۔ کہ جہاز آبنائے سے نکل گیا۔

۲۰ مئی صبح سات بجے کامران نظر آیا۔ جہاز سے
کنارہ تقریباً ۲ میل تھا کشتیوں میں بیٹھ کر کامران
پہنچے۔ قیام کنارہ سے بہت دور تھا۔ پیدل چلتے
چلتے پاؤں تھک گئے۔ دھوپ بھی سخت تھی۔ پسینے
میں ڈوبے ہوئے ایک سائبان میں پہنچے۔ زمین پر
بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد طلبی ہوئی۔ کہ بھپارہ میں
چلو۔ جا کر عجیب سماں دیکھا۔ چند گنواریاں غلط سلط
عربی بولتی ہوئی آئیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں دو دو
لنگیاں دیدیں۔ اور کہا۔ کہ ایک کا تہمد باندھو دوسری

اوڑھو۔ کپڑے اُتار کردو۔ بھپارہ ہوگا۔" چاروناچار
تعمیل کرنی پڑی۔ پہن اوڑھ کر دوسرے کمرے میں گئے۔
وہاں چھت میں سے سب کے سروں پر ٹھنڈا پانی
برسایا گیا۔ اوپر سے گھلا ہوا صابون سروں پر چھڑکا پھر پانی
برسایا۔ اور فوراً دوسرے کمرے میں نکال دیا۔ جس کا
بڑا سا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ہوا برابر آرہی تھی۔ وہاں کپڑے
جو اُتار کر بھپارہ میں دئے تھے۔ موجود تھے۔ گیلی لنگیاں
اُتار کر بھیگے بدن پر وہ کپڑے پہن لئے۔ خیال یہ تھا
کہ جسم خشک ہوجانے کے بعد باہر جائیں گے۔ مگر ان
کم بختوں نے فوراً ہانک دیا۔ دھوپ کی تپش اوپر سے
ہوا۔ بھیگا ہوا بدن۔ سب نے مل کر عجیب اثر پیدا کیا۔
کسی کو چکر آیا کسی کے بدن میں درد ہوا۔ ہمارے ہمراہ
ایک خاتون تھیں۔ ان بے چاری کو فالج وہیں پر ہوگیا
جو آج تک اسی میں مبتلا ہیں۔ اپنے پاؤں سے کامران
میں اُتریں۔ دوسرے روز واپس جہاز پر آرام کرسی
میں لیٹ کر سوار ہوئیں۔ اور بھی بہت سے مسافر بیمار
ہوگئے۔ بعض کو نمونیا ہوگیا۔ کامران میں سخت تکلیف
دی جاتی ہے۔ مسافر ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اس پر گورنمنٹ
کی توجہ کی سخت ضرورت ہے۔

ایک شب کامران میں رہ کر ۲۸ مئی ۹ بجے صبح
جہاز پر واپس آئے۔ گیارہ بجے لنگر اُٹھ گیا۔ اسی روز
۷ بجے شام کو یلملم (میقات کا نام) کے برابر سے گزرے۔
سب نے احرام باندھا۔ اور لبیک پکاری۔ ۲۹ کو تمام
دن دریا میں سکون رہا۔ دوشنبہ کی شب کو ہوا پھر خوب
تیز ہونے سے جہاز کی حرکت زیادہ ہوگئی۔ ہم سب
پریشانی میں رات بھر جاگے۔ صبح الحمدللہ جدہ نمودار
ہوا۔ حاجیوں کی خوشی کا اندازہ دشوار ہے۔ جدہ
پر پہلے سے خبر تھی۔ کہ نواب صدر یار جنگ بہادر و،
شیخ الاسلام حیدرآباد تشریف لا رہے ہیں۔ لہذا
قایم مقام سلطان نجد جو جدہ میں رہتے ہیں۔ مع رئیس
بلدیہ (چیرمین میونسپلٹی) اور اڈیٹر اخبار اُم القری چند
موٹر کشتیاں لے کر جہاز کے قریب آئے۔ اور ہم
سب کو سوار کرکے جدہ لے گئے۔ ایک پُرتکلف
مکان میں اُتارا۔ چاء۔ میوہ وغیرہ پہلے سے تیار تھا۔
ناشتا کیا۔ قایم مقام نے سلطان نجد کو تار دیا۔ کہ
شیخ الاسلام دکن تشریف لے آئے۔ جواب آیا۔
کہ جس قدر ضرورت ہو۔ موٹریں حاضر کرکے مکہ مکرمہ
روانہ کردو۔ نیز خیر مقدم کا ایک تار شیروانی صاحب
کے نام آیا۔ کہ ہم نہایت خوشی سے آپ کے منتظر
ہیں۔ چنانچہ سہ شنبہ کو صبح دس بجے ہم سب موٹروں پر
سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ راستہ ناہموار اور ریتلا تھا
اس وجہ سے موٹر رُک رُک کر چلتے تھے۔ ۵ بجے شام
کو داخل حرم محترم ہوئے۔ حرم کعبہ میں حجاج باب
الاسلام سے داخل ہوتے ہیں۔ اور معاً طواف کرکے
احرام کھول دیتے ہیں۔ اور اپنی اپنی قیام گاہوں
پر چلے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ اس وقت حاجی کثرت
سے تھے۔ عورتوں کو طواف کا موقع ملنا دشوار تھا
اس واسطے ہم تینوں (یعنی میں۔ والدہ صاحبہ۔
اسماء خاتون) سیدھے اپنی فرودگاہ پر چلے گئے جس کا
زینہ خاص حرم شریف کے دالان میں تھا۔ اوپر پہنچے

تو صاحبہ مکان مع اپنی بندوں کے موجود تھیں - اہلاً و
سہلاً و مرحباً کہہ کر ہم کو لیا + ہمارے برقعے اتارے
تہہ کر کے ایک طرف رکھے + (عرب کا قاعدہ ہے - کہ
مہمان کا برقع میزبان بیوی اتارتی اور تہہ کرتی ہے -)
اس کے بعد چار پلائی + رات کو بھی طواف کا موقع نہ
ملا - صبح آٹھ بجے طواف کیا - صفا و مروہ پر جا کر سعی کی -
میں نے اور عزیزہ اسماء خاتون نے تو پیدل سعی کی مگر
والدہ صاحبہ نے کچھ چکر پیدل کئے - اور کچھ گدھے پر
سوار ہو کر + پھر گھر آ کر احرام کھول دیا - اور خوشی کے ساتھ
حج کا انتظار کرنے لگے - روزانہ جب موقع ملتا جا کر طواف
کر لیتے +

انیس روز گزر جانے کے بعد، ذی الحجہ آئی غسل کیا -
اور شب کو آٹھ بجے احرام حج باندھا ۸ ذی الحجہ صبح
منیٰ کی طرف اونٹوں پر روانہ ہوئے + اونٹوں کی سواری
نہایت آرام دہ ہوتی ہے - اس سرزمین کے واسطے
اونٹ ہی موزوں ہیں جس وقت قطار بنا کر چلتے ہیں
تو کیسے خوشنما معلوم ہوتے ہیں + منیٰ مکہ مکرمہ سے تین میل
بتاتے ہیں + یہاں شب بھر قیام کر کے صبح بعد نماز میدان
عرفات کو چلے + یہ منیٰ سے ۶ میل سنا جاتا ہے + گیارہ
بجے میدان عرفات میں پہنچے + دھوپ خوب تیز تھی
مگر نہ ایسی جیسا کہ مشہور ہے - کہ عرفات کی دھوپ اور
سموم سے آدمی مر جاتے ہیں + الحمد للہ سب ہنسی خوشی
واپس آئے +

میدان نہایت وسیع ہے - خدا کی مخلوق تقریباً دو
لاکھ کی تعداد میں موجود تھی + ۴ بجے تک سب نماز و
تلاوت میں مصروف رہے - بعد عصر توپیں چلیں - گویا
یہ اعلان ہوا - کہ احکام حج پورے ہو گئے + سب لوگ
خیموں سے باہر آئے - اور جبل رحمت کے پاس جا کر
کھڑے ہوئے - جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
خطبہ حج فرمایا تھا + ہم نے بھی وہاں کھڑے ہو کر دعا
مانگی + مغرب کے وقت عرفات سے روانہ ہوئے +
مسنون طریقہ یہ ہے - کہ نماز مغرب قضا مزدلفہ میں
پڑھی جائے - اور معاً عشاء بھی ادا کر لی جائے +
مزدلفہ کی شب نہایت خنک اور راحت بخش تھی +
صبح سب نے وہاں کنکریاں جمع کیں - فی آدمی ۴۹
کنکریاں (جو چنے سے ذرا بڑی ہوتی ہیں -) لے کر منیٰ
روانہ ہوئے + منیٰ میں زمین چھوٹی چھوٹی گول دیواریں
دور دور قد آدم اونچی گز بھر لمبی بنی ہوئی ہیں + ان پر
وہ کنکریاں ۱۰ ذی الحجہ کو ماری جاتی ہیں - اس طرح
کہ ۱۰ ذی الحجہ کو صرف سات ایک شیطان کو اور ۱۱ اور
۱۲ ذی الحجہ کو سات سات کنکریاں تینوں شیطانوں
کو مار کر فارغ ہو جاتے ہیں +

بعد ظہر مکہ مکرمہ کی طرف چلے عصر کے وقت بیت اللہ
شریف میں حاضر ہو کر طواف افاضہ کیا + مقام طواف
میں ہجوم تھا - مگر بہت زیادہ نہ تھا + اکثر حجاج ۱۰-۱۱
ذی الحجہ کو طواف کر کے منیٰ واپس چلے گئے تھے + ہمارے
ساتھ جو باقی رہے - انہوں نے طواف کیا + حج کی سعی
اس وقت نہ ہو سکی - بہت تھکے ہوئے تھے + دوسرے
روز کوئی بخار میں کوئی اسہال میں مبتلا ہو گیا + صدر
الصدور صاحب کو سخت پیچش ہو گئی + عزیزہ اسماء

خاتون کو بخار آیا۔ غرض یہ کہ ہم بیماری کی پریشانی میں
رہے۔ بہت سے قافلے مدینہ طیبہ کو روانہ ہوگئے۔ اور
جو حج سے پیشتر مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہو چکے
تھے۔ وہ جدہ چلے گئے۔

آخر کار خدا کا نام لے کر ۵ محرم الحرام کو ہم بھی طواف
وداع اور سعی حج ادا کر کے بعد مغرب مدینہ طیبہ کے قصد
سے شغدفوں پر سوار ہوئے۔ بلدیہ (جینگی) پر ٹھہرے۔
وہاں سے کوشان (روتہ) ملا۔ تو آگے بڑھے۔ رات
بھر چل کر پچھلی شب وادی فاطمہ پر پہنچے۔ دن بھر قیام
کیا۔ یہ جگہ نہایت سرسبز ہے۔ نہر کے کنارے عربی
ترکاریاں وغیرہ خوب تھیں۔ ۴ بجے پھر سوار ہوئے۔
صبح بیر عسفان پہنچے۔ یہاں کا پانی نہایت صاف
شفاف اور شیریں تھا۔ تیسرے روز مقام دُف پر قیام
کیا۔ یہاں پانی کسی قدر گدلا اور پھیکا ملا۔ چوتھے روز
قدیمہ پر قیام کیا۔ یہاں بھی پانی کی قلت رہی۔ پانچویں
روز رابغ پہنچے۔ پانی یہاں بھی صاف نہ تھا۔ مگر بیدانی
عائشہ کی جھونپڑی نہایت آرام دہ تھی۔ چار روز دھوپ میں
قیام کیا تھا۔ اس واسطے سایہ اور خنکی کے اعتبار سے
یہ جھونپڑی جنت کا نمونہ معلوم ہوئی۔ دوپہر کو سب خوب
آرام سے سوئے۔ برخلاف دوسری منازل کے یہاں
ایک رات قیام کیا گیا۔ جنگل میں فضا نہیں لگا کر زیر آسمان
نہایت آرام سے رات گزاری۔ دوسرے روز بعد ظہر
پھر چلے۔ صبح مقام مستورہ پہنچے۔ وہاں سے چل کر بیر شیخ
وہاں سے بیر بن حسان۔ پھر درویش۔ بیر درویش سے
بارہ بجے دن کے سوار ہو کر علی الصبح مدینہ طیبہ میں داخلہ
شرف حاصل ہوا۔

صدر الصدور صاحب تو بہت دور سے اونٹ
پر سے اُتر کر پیدل روانہ ہو گئے۔ ہم سب اسی طرح
اونٹوں پر سوار باب عنبریہ سے مدینہ طیبہ میں داخل
ہوئے۔ ٹھیک باب رحمت (حرم نبوی کا ایک دروازہ)
کے سامنے اونٹ ٹھہرے۔ اور سب اُتر کر مکان میں
گئے۔ ہاں باب عنبریہ پر چُنگی والوں نے روک کر
سامان دیکھا۔ اور اونٹ شمار کئے۔ پھر اندر جانے کی
اجازت دی۔ ہمارے قافلے میں سوائے ہمارے
ساتھیوں کے کوئی غیر نہ تھا۔ تقریباً چالیس اونٹ ہمارے
تھے۔ چار خیزران خاصہ کے تھے۔ باقی شغدفین اور شبریان
تھیں۔ خیزران خاص قسم کے شغدف ہیں۔ یہ بالکل پالکی
کی شکل کے ہوتے ہیں۔ چاروں طرف بید سے بُنے
ہوئے۔ اوپر سے مخمل کے پردے پیک لگے ہوئے
پڑے ہوتے ہیں۔ رسّی کے ذریعے سے گویا دو پالکیاں
ملا کر اونٹ پر باندھ دی جاتی ہیں۔ رسّی اونٹ کی
پیٹھ پر قایم ہو جاتی ہے۔ اور وہ پالکیاں ادھر اُدھر
لٹکتی رہتی ہیں۔ دو آدمی آرام سے سوتے جاگتے
چلے جاتے ہیں۔ اس میں البتہ وزن برابر رکھا جاتا
ہے۔ اگر ایک آدمی ہلکا ہے۔ اور دوسرا بھاری۔ تو
کچھ سامان رکھ کر وزن برابر کر دیتے ہیں۔ کرایہ فی
خیزران چار اشرفی۔ فی اونٹ دس اشرفی ہوتی
ہے۔ چونکہ خیزران بھاری تھے۔ اس واسطے ہر خیزران
کے واسطے دو اونٹ لئے گئے۔ آج کی منزل پر ایک
اونٹ خیزران لے جائے گا۔ تو کل کی منزل پر دوسرا

اٹھائے گا۔ اور پہلا اونٹ آرام لیتا ہوا۔ ساتھ چلے گا۔ اس طرح چار خیزان کے آٹھ اونٹ تھے +

مکان پر پہنچ کر ہم نے غسل کیا۔ اچھے کپڑے پہنے خوشبو لگائی۔ مسجد نبوی میں حاضر ہونے کے لئے حکم ہے۔ کہ عمدہ لباس پہن کر خوشبو لگا کر روضہ مبارک پر حاضر ہونا چاہئے +

سبحان اللہ وہاں کے انوار و برکات کا کیا کہنا ہے روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر درود سلام پڑھتے اس وقت فرط خوشی یا جوش محبت سے دل ہر ایک کا بے قرار تھا۔ کوئی ضبط کرتا تھا۔ کوئی روتا تھا۔ وشفیع لنا یا رسول اللہ۔ یا سید الکریم۔ یا روف رحیم۔ یا رسول العظیم۔ یا سیدی وغیرہ وغیرہ۔ میرا کیا سب کا دل الٹ پلٹ ہوا جاتا تھا + (باقی آئندہ)

نفیس دلہن

زکام و کھانسی

سردیوں کا موسم ہے۔ اگر انسان ذراسی بے احتیاطی یا لاپروائی برتے۔ تو فوراً زکام و کھانسی آ چمٹتے ہیں + بعض اوقات یہی زکام و کھانسی نمونیا اور سل یا دق کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور انسان کی جان لیکر چھوڑتے ہیں۔ اس واسطے میں مفصلہ ذیل چند ہدایات اپنی بہنوں کے فائدے کے لئے لکھتا ہوں:-

حتی الامکان پاؤں کو گیلا ہونے یا بھیگنے سے بچاؤ + سوتی یا اونی موزے سردیوں میں اگر دن بھر نہیں۔ تو صبح شام ضرور پہنے رکھنا چاہئے + اگر بارش سے یا کسی اور وجہ سے کپڑے یا جوتی گیلی ہوگئی ہو۔ تو فوراً اس کو بدل دیں۔ اور جب تک سوکھ نہ جائے۔ دوبارہ نہ پہنیں + اس قسم کی بے احتیاطیاں اکثر زکام و کھانسی کا پیش خیمہ ہوتی ہیں + اسی طرح ننگے سر یا بغیر گرم چادر یا واسکٹ پہنے گرم کمرے سے نکل کر باہر ٹھنڈی ہوا میں ایک دم نہیں چلا جانا چاہئے + اس طرح نہ صرف زکام بلکہ نمونیا ہو جانے کا ڈر ہے + بچوں کے متعلق خصوصاً خیال رکھیں۔ کیونکہ ان کو اکثر ان باتوں کی پروا نہیں ہوتی +

اگر زکام لگ جائے یا چھینکیں آنی شروع ہو جائیں۔ اور ناک بہنے لگے۔ تو فوراً ایک سیلابچی میں اچھا گرم پانی لے کر جو سہا جا سکے۔ اس میں قدرے نمک ملا کر دونوں پاؤں اس میں رکھ دیں۔ اور خود کرسی پر بیٹھ جائیں + جب پانی سرد ہونے لگے۔ تو اور گرم پانی ڈال دیں۔ کم از کم آدھ گھنٹے اس طرح کریں + اس کے بعد گرم موزے یا جرابیں پہن لیں۔ اور بستر پر یا کمرے کے اندر کسی آرام دہ جگہ پھر آرام کریں + باہر نکلنے اور بہت چلنے پھرنے سے پرہیز کرنا چاہئے +

اگر حرارت نہ ہوگئی ہو۔ تو پانچ گرین کونین کی ایک گولی بھی گرم دودھ کے ساتھ کھا لیں + رومال پر تھوڑا سا یوکلپٹس آئل لگا کر سونگھنا بھی مفید ہے + یاد رکھو۔ کہ زکام ہوتے ہی فوراً احتیاط اور علاج

کرنے سے بہت جلد آرام ہو جاتا ہے۔ اور مرض طول
پکڑنے نہیں پاتا۔ کسی پچھلے پرچے تہذیب میں سید
ممتاز علی صاحب نے زکام دور کرنے کا طریقہ لکھا
تھا۔ کہ دو دن تک جہاں تک ہو سکے پانی نہ پیا جائے۔
اس طرح بھی زکام رک جاتا ہے۔

مگر اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو۔ کہ تمام ڈاکٹروں کا
اس پر اتفاق ہے۔ کہ ۸۰ فی صدی حالتوں میں
مرض نمونیا کی ابتدا ہمیشہ زکام سے ہوتی ہے۔ اس
لئے زکام کو معمولی بات نہ خیال کرو۔ دوسرے یہ کہ
نمونیا کے مرض کا حقیقت میں کوئی قرار واقعی علاج
نہیں ہے۔ ڈاکٹر لوگ صرف مریض کی جسمانی طاقت
کو قایم رکھنا اور بڑھانا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمارے
خون میں جو سرخ کارپسل (سرخ ذرات) ہیں۔
وہ قدرتی طور پر نمونیا کے مرض کے کیڑوں کا مقابلہ
کرتے ہیں۔ ساتویں دن جنگ عظیم ہوتی ہے۔ اگر
مریض کی جسمانی حالت اور طاقت اچھی ہے۔ تو
"سرخ کارپسل" فتح پا جاتے ہیں۔ اور مریض تندرست
ہو جاتا ہے۔ ورنہ عدم آباد کو سدھارتا ہے۔ دوائی
کا پلستر وغیرہ صرف قدرت کو اس کی لڑائی میں
ایک طرح مدد دیتا ہے۔ ورنہ قسمت کا فیصلہ تو
ساتویں دن کی جنگ سے ہوتا ہے۔ کیا اب آپ کے
یہ بات ذہن نشین ہو گئی۔ کہ زکام کے دور کرنے کا
فی الفور علاج کرنا چاہئے۔

کھانسی اکثر اوقات زکام کے ساتھ آموجود
ہوتی ہے۔ مگر بعض اوقات بدپرہیزی سے یا کوئی
کھٹی چیز کھا کر اوپر سے ٹھنڈا پانی پی لینے کی وجہ
سے بھی کھانسی ہو جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ
اس کے ساتھ زکام بھی ضرور ہو۔ کھانسی کے لئے
ہسپتال سے یا کسی عمدہ ڈاکٹر سے فوراً دوا لے کر
استعمال کرنی چاہئے۔ اگر کوئی ڈاکٹر نہ ملے۔ تو
انگریزی دوا فروشوں سے "وائٹ پائین ٹار سیرپ"
(White Pine Tar Syrup)
خرید کر حسب ہدایات استعمال کرو۔

یہ میری نصیحت یاد رکھو۔ کہ کھانسی مرض دق اور
سل کا پیش خیمہ ہے۔ شاید اس بات سے یہ بات آپ
کے زیادہ ذہن نشین ہو جائے گی۔ کہ تقریباً ہر انسان
کے جسم میں کم و بیش مرض دق کے کیڑے موجود ہوتے
ہیں۔ اور اسی طرح چند ایک اور بیماریوں کے۔ مگر
جب تک انسان کی جسمانی حالت اور طاقت اور
اعضائے رئیسہ اچھی حالت میں ہوں۔ اس وقت
تک یہ کیڑے بالکل بے ضرر رہتے ہیں۔ یا دوسرے
لفظوں میں خون کے "سرخ کارپسل" کی فوجیں ان
کو شکست پر شکست دیتی رہتی ہیں۔ مگر جہاں کہیں
کوئی مورچہ ان کو کمزور نظر آتا ہے۔ وہاں فوراً
یہ غنیم کی فوج حملہ آور ہو جاتی ہے۔ اور خدا ہی بہتر
جانتا ہے۔ کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ متواتر اور پرانی
کھانسی سانس کی نالی اور پھیپھڑوں میں خراش اور
سوزش پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ ان مقاموں کو کمزور
پا کر مرض کے کیڑے اپنا قدم جما لیتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

ممتاز احمد فاروقی۔ از امریکہ

دہلی کی ہیرے کی چوڑیاں

بیس تولہ نیشنل بنک کا خالص سونا خرید کر میرے دولھا بھائی ہاتھ کے کڑے بنوانے گئے۔ اور سُنار کے پاس بیٹھ کر خود بنوا کر لائے۔ میں نے ان کو دیکھ کر کہا۔ کہ یہ تو خالص سونا نہیں۔ آپا جان بولیں۔ کہ خدا کے لئے بیوی کہیں اپنے دولھا بھائی کے سامنے مت کہدینا۔ ورنہ وہ بڑے ناراض ہوں گے۔ مگر میں نے ایک نہ سُنی۔ اور اپنے ملازم کے ہاتھ بازار میں دکھانے کو بھیجا۔ تو متفقہ طور پر ہر شخص نے ان کڑوں کو دیکھ کر یہ کہا۔ کہ اس میں چار پانچ تولہ کے قریب چاندی ملی ہوئی ہے۔ اب تو آپا جان کو بھی فکر ہوئی۔ انہوں نے دولھا بھائی سے کہا۔ تو وہ خود بازار میں دکھانے گئے۔ تو میرے نوکر کی بات ٹھیک نکلی۔ تب کوتوالی میں سُنار کو بلا کر ڈرایا دھمکایا۔ جب کہیں اس نے چار تولہ سونا چُرا کر چاندی ملانے کا اقرار کیا۔ تو زیورات کا اس قدر نازک معاملہ ہے۔ کہ بڑے بڑے ہوشیار آدمیوں کی آنکھ میں سے سنار سونا چُرا لیا کرتے ہیں۔ ہر بہن اور بھائی میری اس رائے سے اتفاق کریں گے۔

مگر ۲۳۔ اکتوبر کے تہذیب میں حامدہ بیگم صاحبہ کا خط پڑھ کر مجھے از حد تعجب ہوا۔ کہ انہوں نے ہیروں کے بُندے اور ہیروں کی چوڑیاں بنوا کر بھیجدیں۔ اس سے زیادہ تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ تہذیب نسواں کی ناظرات بہنیں اس قدر بھولی بھالی واقع ہوئی ہیں۔ کہ جو کام معتبر سے معتبر جوہریوں سے گھر کے مرد نہیں کرا سکتے۔ وہ کام تہذیب کے ذریعے جان پہچان کے عورتوں سے کرا لیا جاتا ہے۔ کیا حامدہ بیگم صاحبہ ان بہن کے نام سے تہذیب کے ذریعے مطلع کریں گی۔ کہ ناظرات تہذیب ان عقل مند بہن کی دماغ کی صحت کے متعلق رائے قایم کر سکیں۔ اور ساتھ ہی حامدہ بیگم صاحبہ یہ بھی مطلع فرما کر مشکور فرمائیں گی۔ کہ ان کو تہذیب نسواں کے خریداروں کی فرمائشیں مہیا کرنے کی مختار خاص کس نے بنایا ہے۔ جو وہ ہمدرد بہن کے سپرد اس کام کو کرنے کے واسطے تیار ہیں۔ اور ان کا کیا معیار ہے۔ جس پر وہ ہمدرد بہن کی قابلیت اور ناقابلیت کا صحیح اندازہ کر سکیں گی۔ اور کیا وہ یہ مطلع فرمانے کی تکلیف گوارا کریں گی۔ کہ وہ کس عہدہ پر مامور ہیں۔ جو کبھی ایک جگہ قیام نہیں رکھتیں کبھی کہیں اور کبھی کہیں رہتی ہیں۔ اور وہ کیا یہ بھی مہربانی سے بتا سکیں گی۔ کہ انہوں نے اس خط کو تہذیب میں کیوں شائع کرایا۔ جبکہ ہمدرد بہن خود دہلی کی رہنے والی ہیں۔ اور ان کا مکمل پتہ بھی تہذیب کے ذریعے ان کو معلوم ہو چکا تھا؟

محض ہمدردی خلق کی خاطر تہذیبی بہنوں کو مطلع کرتی ہوں۔ کہ حامدہ بیگم صاحبہ کے خط کو دوبارہ غور سے مطالعہ فرمایئے۔ وہ خط محض اشتہار ہے۔ اور اشتہارات پر اعتبار کرنا ذرا احتیاط کا سبق دیتا ہے۔ حامدہ بیگم صاحبہ کے خط کو پڑھ کر طبعی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب وہ ان فرمائشوں سے مستغنی ہیں۔ تو پھر

انہوں نے یہ تشریحات کس لئے کی ہیں۔ بظاہر مقصود
صرف ہمدرد بہن کی ملاقات ہے۔ اور یہ کام ایک آدمی
بھیج کر ہو سکتا تھا۔ یا اگر تہذیبی بہنوں کی فرمائشوں
سے حامدہ بیگم صاحبہ کے آدمیوں کو فرصت نہ تھی۔ تو وہ
ایک کارڈ ہی دو پیسہ کا ڈال دیتیں۔ تعجب ہے۔ کہ
تین سو میل کے فاصلے پر لاہور دفتر تہذیب میں تو انہوں
نے خط لکھا۔ اور گھر کے گھر دہلی میں انہیں خط لکھنا دشوار
معلوم ہوا؟

یہ میرا عریضہ آپ کی ناظرات کی بہبودی کے واسطے
ہے۔ اس لئے اس کو ضرور شائع فرما دیں۔ تاکہ تہذیبی
بہنیں ہوشیار ہو جائیں۔ اس عریضہ کی میں نے نقل
رکھ لی ہے۔ آپ اس پتہ پر بذریعہ ڈاک مجھے جواب
مرحمت فرمایئے۔ جواب وصول ہونے پر اڈیٹر صاحبہ
تہذیب کے پاس شائع ہونے واسطے روانہ کروں گی۔

میرا پتہ یہ ہے:۔

والدہ قیصر علی معرفت رسالہ عقد ثریا بلیماراں دہلی

یورپ کی زن پرستی

بہ عنوان مندرجہ بالا ۱۸ دسمبر کے پرچہ میں جناب
محمد ہاشم صاحب کا آرٹیکل ہم نے بہت دلچسپی سے
پڑھا۔ اگر آخر کی چند سطور جن میں شرعی حقوق کا ذکر
ہے۔ نہ لکھی ہوتیں۔ تو ہم کو اس طرف چنداں توجہ کرنے
کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے۔ کہ فی زمانناجہاں تعلیم
نسواں "حقوق نسواں" "آزادی نسواں" کا شور مچا
ہے۔ وہاں یہ خطرہ بھی ساتھ ہی ساتھ دامن گیر ہے۔
کہ تعلیم اور آزادی حاصل کر کے مسلمان مستورات بھی
خودسر و بے عنان نہ ہو جائیں۔ اور اسی خوف سے
آدھی قوم کو آزادی دیتے ہوئے لوگ لرزاں ہیں۔
اور ہادیان دین کفر و بے دینی کے فتوے دینے
کو تیار ہیں۔ ہم بھی یہ سب کچھ دیکھ سن رہے ہیں۔
مگر ایسے خیالات والے حضرات سے الجھنا بیسود ہے
وہ اپنے خیالات کی اصلاح کرنے سے معذور ہیں۔
مگر جناب محمد ہاشم صاحب کی آخری سطریں ذرا ڈھارس
بندھاتی ہیں۔ کہ آں جناب شرعی آزادی کے حامی
ہیں۔ اس لئے اپنے خیالات سے زیادہ اختلاف نہ
پاکر یہ چند سطریں لکھنے کی ہمت کی گئی۔

راقم مضمون خود ہی فرماتے ہیں۔ کہ اسلام نے
جتنے حقوق عورتوں کو دئے۔ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں
کہ دنیا کے کسی مذہب نے نہیں دئے۔ اور شروع
مضمون میں خود ہی یہ لکھا ہے۔ کہ حقوق نسواں!
حقوق نسواں!! حقوق نسواں!!! فضائے عالم میں
ہر طرف یہ صدائیں گونج رہی ہیں۔ قوم۔ قوم کی
خواتین انہیں حاصل کرنے میں سرگرداں نظر آتی
ہیں۔ ہماری قوم میں بھی یہ جذبہ مفقود نہیں ہے۔
مگر اتنا شکر ہے۔ کہ صرف انہیں حقوق کی پاسبانی
کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو جائز ہیں۔ مگر ڈرتا ہوں کہ
کہیں یہ چنگاری بڑھتے بڑھتے شعلہ نہ ہو جائے۔"

جناب مضمون نگار صاحب آپ نے تو اس بات
پر شکر کیا۔ کہ انہیں حقوق کی پاسبانی کی جاتی ہے

جو جائز ہیں" اور ہم اس امر کا شکر کرتے ہیں۔ کہ وہ حقوق آپ کے خیال میں بھی جائز ہیں۔ ورنہ ایک بڑے حصۂ قوم بلکہ عالمان دین کے خیال میں تو وہ ناجائز ہیں۔ آپ بھی اگر یہی فرما دیتے۔ تو ہمیں کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ مگر چونکہ باوجود اس عام خطرے سے خائف ہونے پر بھی آپ کو شرعی حقوق کا خیال ہے۔ آنجناب کو فی الجملہ اپنا ایک ہمدرد پاکر کچھ کہنے کی جرأت کی۔

"یہ بڑھتے بڑھتے چنگاری سے شعلہ نہ ہو جائے" کا مطلب سمجھ میں نہ آیا؟ چنگاری کیسی اور شعلہ کیا؟ کیا شرعی حقوق چنگاری ہیں۔ اور ان سے بڑھ جانا شعلہ ہے؟ کیونکہ اس وقت تک بقول آپ کے جائز حقوق طلبی کا شور بلند ہے۔ اگر یہ بھی چنگاری ہیں تو یقیناً شعلہ ہو جائے گا۔ اور جو یہ جائز ہیں۔ تو شعلے کا کوئی خطرہ نہیں۔ کیونکہ بقول آنجناب "اسلام نے جس قدر حقوق عطا کئے ہیں۔ کسی مذہب نے نہیں دئے"۔ مغربی اقوام اپنی عورت کی خواہ کتنی بھی قدر و منزلت کریں۔ ہمارے برابر پھر بھی نہیں کرسکتیں۔ کتنی بھی آزادی دیں۔ وہ آزادی آزادئ اسلام سے زیادہ نہ ہوگی۔ تو آپ کو ان کی کونسی بات حد سے بڑھی ہوئی نظر آئی؟ کیا مردوں کے مقابلے میں عورت کی زیادہ عزت بے جا ہے؟ جو مثالیں آپ نے پیش کی ہیں۔ ان سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ کے لوگ مثل بچوں کے حوصلہ افزائی کی نظر سے اس صنف نازک کی زیادہ قدر کرتے ہیں۔ میاں کے مقابلے میں اس کی بیوی کی تعریف کرنا کوئی مرد کی توہین نہیں۔ بلکہ مرد خوش ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے ننھے بچوں یا بیوی کی زیادہ قدر کی جائے۔ اگر ہمارے ہاں بھی یہ طریقہ رائج ہو گیا۔ تو کچھ نقصان دہ نہ ہوگا۔

رہا یہ کہ یورپ کی بیویاں مردوں کے ساتھ مساوات چاہتی ہیں۔ یہ غضب ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں۔ وہ کیوں نہ برابری کریں؟ جبکہ علم میں عقل میں ہمت میں ان کے ہم پلہ ہوتی جاتی ہیں؟ کم بخت ہندی عورت تو یوں دبتی ہے۔ اور مثل ادنیٰ کنیزوں کے رہتی ہے۔ کہ وہ سالہا سال سے عضو معطل بن رہی ہیں اور جان بوجھ کر اس غرض سے بے کار و جاہل کر دی گئی ہے۔ کہ عقل و سمجھ کھو کر مثل حیوان لایعقل کے ہماری تابع فرمان رہے گی۔ اور ہم جہاں تک چاہیں گے۔ اس پر ظلم و ستم کرسکیں گے۔ وہ غریب جاہل بے عقل ہے۔ ہر امر میں مرد کی دست نگر ہے۔ اگر وہ کھانے کو نہ دے۔ تو فاقوں سے مرجائے۔ اس حالت میں کنیزی نہ کرے گی۔ تو اور کیا کرے گی؟ ہاں اگر تعلیم مل گئی۔ اور وہ بھی خود کم از کم اپنی روزی پیدا کر لینے کے قابل ہوگئی۔ تو پھر یقیناً مساوات کا مرتبہ چاہے گی۔ اور خدا کی دی ہوئی اپنی اسلامی آزادی مانگے گی۔ پس یہ شعلہ ہوگا۔ جس سے آپ اور آپ کے سب ہم خیال خائف ہو رہے ہیں۔

اگر یہی بات ہے۔ تو پھر کیوں تعلیم تعلیم کا شور ہے؟ کیوں نہیں اس کم بخت فرقے کو اسی قعر ذلت میں رہنے دیا جاتا؟ آپ لوگ حکومت بے جا کریں۔ وہ سہے۔ آپ حاکم وہ محکوم۔ آپ بادشاہ وہ رعیت۔ رعیت بھی نہیں۔ بلکہ قیدان۔ چلنے دیجئے۔ اسی حالت میں امن و امان قایم ہے۔ آپ کی خود مختاری ظلم و تعدی جائز ہے۔ اور وہ سب کچھ برداشت کرنے کو بسر و چشم تیار ہیں۔ انہیں ہرگز نہ پڑھانا چاہئے۔ ورنہ پڑھ کر وہ "اپنی منہ بولائی" نہ رہیں گی۔ بلکہ "شبیر کی خالہ" بن جائیں گی۔ بس خیر اسی میں ہے۔ کہ یہ شعلہ بھڑکنے ہی نہ پائے۔ یہی سب دور اندیشیاں سوچ کر ایک زمانہ تعلیم نسواں اور آزادی نسواں کے خلاف ہو رہا ہے۔ اگرچہ اس کے موافق بھی ہیں۔ تو وہ بے زر ہیں۔ ڈرتے ہیں اور انہیں خطرات سے ڈرائے جاتے ہیں۔ یہ صدی اُدھر اسی حالت میں گزر جانے دیجئے۔ اُدھر یورپ کی لہر نہ دوڑ جائے" کے اندیشہ سے اس فرقے کا سر کچلا ہی رہنے دیا جائے۔ تو انسب ہے۔ مگر یاد رکھو۔ کہ ایک دن یہاں بھی وہ زمانہ آنے والا ہے۔ جو ٹرکی میں آچکا ہے۔ ملا روتے چلاتے رہ گئے۔ اور نقاب اُلٹ دئے گئے۔ اسکول۔ کالج اور دفاتر عورت سے بھر گئے۔ اب نہیں۔ تو صدی آیندہ میں یہی روز بد ہندوستان کو بھی پیش آنے والا ہے۔ گو اس وقت آزادی کے موجودہ حامی زندہ نہ ہوں گے۔ مگر مخالفین بھی نہ ہوں گے۔

تقلید یورپ سے بچنا تو محال ہے۔ اس کا سیلاب عظیم تمام دنیائے عالم میں وبا کی طرح پھیلا جا رہا ہے۔ اور سب کو بہائے لئے جاتا ہے۔ اس سے بچنے کی کوششیں بے کار ہیں۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے بے کار ثابت ہوتی گئیں۔ دیکھئے جاپان۔ ایران افغانستان۔ ترکستان۔ مصر۔ عربستان کونسی جگہ ہے۔ جو اس یورپین اثر سے بچ سکی؟ بلکہ یورپ جا کر وہاں تعلیم پا کر پھر اپنے ملکوں میں آ کر اس وبا کو پھیلایا گیا ہے۔ اہل جاپان نے اس فضا میں آ کر تقلید یورپ سے کافی فوائد حاصل کئے۔ مکمل انسان بن گئے۔ ان کا ملک متمدن ممالک میں شمار ہونے لگا۔ اہل ترکی نے بھی قدم بڑھایا۔ اور اس کا پھل دیکھا۔ لوگوں کی نظروں میں اب ان کی کچھ حقیقت ہے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی یہ رنگ جمتا جا رہا ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ اس طرز عمل سے نقصان ہی نقصان ہوا۔ یا کچھ فوائد بھی؟ کوئی اہل عقل انکار نہیں کر سکتا۔ کہ نقصان سے کہیں زیادہ فوائد حاصل کئے۔ مرد و عورت تعلیم یافتہ ہو گئے۔ ہر طرح ان ملکوں نے ترقی حاصل کی۔ رہے تھوڑے سے نقصانات۔ وہ اس قابل نہیں۔ کہ ان کے خوف سے بے شمار فوائد سے منہ موڑا جائے۔ پس یہی طریقہ یہاں بھی کامیاب ثابت ہو گا۔ اور اس طرح مخالفین کی چیخ پکار کی موجودگی میں سب کچھ ہو لے گا۔ کسی کی مخالفت سے کوئی روک تھام نہ ہو سکے گی۔ اب شعلے بھڑکیں۔ یا آگ ہی لگ

جائے۔ جو قدامت کو جلا کر خاکستر کر دے۔ جو ہونا ہے
وہ ہو کر رہے گا۔ مستورات غریب کو ان خطرات کی
وجہ سے اور چندے جاہل و مقید رکھ لیا جائے۔ مگر
ایک دن تو یہ قفس ٹوٹے گا۔ پھر دنیا دیکھے گی۔ جو
دیکھے گی۔

خاکسار نذر سجاد حیدر

مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی مرحوم

گزشتہ ہفتے کے اخبار میں تہذیبی بہنیں یہ الم ناک خبر
پڑھ چکی ہیں۔ کہ زبان اُردو کے نامور ادیب مولوی عبدالحلیم
صاحب شرر لکھنوی تین روز بیمار رہنے کے بعد ۲ دسمبر
۱۹۲۶ء کو انتقال فرما گئے۔ چند ہی مہینے ہوئے ان
کا گرامی نامہ آیا تھا جس میں انہوں نے بے انتہا خلوص و
محبت سے ہمیں لکھنو آنے کی دعوت دی تھی۔ مصروفیتوں
نے سفر سے معذور رکھا۔ لیکن کس کو معلوم تھا۔ کہ ہمارے
نام یہ ان کی قلم سے لکھے ہوئے آخری الفاظ ہیں۔
اور مصروفیتیں اس زندگی میں ان کی ملاقات سے
محروم کئے دے رہی ہیں۔ ؎

پنہاں اجل کا دستِ ستم آستیں میں ہے۔
ہم کو خبر نہ تھی۔ کہ یہ ظالم کمیں میں ہے۔

ناگہانی انتقال کی خبر بجلی کی طرح تمام ملک پر
گری۔ اور جو شخص بھی مولانا سے ذرا سے تعلقات
رکھتا تھا۔ یا ان کی دلاویز تصانیف کا مطالعہ کر چکا
تھا۔ دل تھام کر رہ گیا۔ علالت کے متعلق صرف
اتنا معلوم ہوا۔ کہ انتقال سے تین روز پیشتر آپ نے
کھانے پر مچھلی اور شکر قند کھائی تھی۔ جس سے شام
کو لرزہ کی تکلیف شروع ہو گئی۔ بلغیر بخار کے اس
قسم کا لرزہ خطرناک سمجھا گیا۔ اور کوشش کی گئی۔ کہ ادویہ
کی مدد سے بخار کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ لیکن بخار
ہوا۔ تو اس میں سوء تنفس شروع ہو گیا۔ اور زبان
میں لکنت کا اثر ہونے لگا۔ اور اسی حالت میں جو غالباً
فالج کی حالت تھی۔ دو روز علیل رہنے کے بعد آپ
نے جان عزیز جان آفریں کے سپرد کی۔ انا للّٰہ و انا
الیہ راجعون۔

اس سلسلے میں ایک یہ عجیب بات معلوم ہوئی
ہے۔ کہ مولانا کی ولادت اور انتقال کا دن اور وقت
ایک ہی ہے۔ آپ ۷ جمادی الثانی ۱۲۷۵ھ کو بروز
جمعہ نماز صبح کے وقت پیدا ہوئے تھے۔ اور ۱۳۴۵ھ میں ۷
جمادی الثانی کو جمعہ کے دن نماز صبح ہی کے وقت رحلت فرما گئے۔

اُردو پڑھنے والوں میں شاید ہی کوئی ایسا شخص
ہو۔ جو مولانا کے اسم گرامی سے واقف نہ ہو۔ اور
ان کی قابل قدر تصنیفات کا مطالعہ کرنے کے
بعد ان کا گرویدہ نہ بن چکا ہے۔ وہ اردو کے ان
سرپرستوں میں سے تھے۔ جن کی گود میں کھیل کھیل کر
اس زبان نے ہوش سنبھالے ہیں۔ مرحوم گزشتہ
تیس چالیس سال سے شب و روز زبان کی خدمت
میں مصروف تھے۔ اور اس عرصے میں انہوں نے
تعداد و محاسن کے اعتبار سے تاریخ اور ادب کی تمام
اصناف میں اتنا کام کیا۔ کہ مصنفین اُردو میں ان کو نہایت

بلند مرتبہ حاصل ہو گیا۔ ان کی تصانیف کی مقبولیت بھی اُردو میں بے نظیر ہے۔ کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جس میں ان کی ایک آدھ تصنیف موجود نہ ہو۔ اور کوئی اُردو داں ایسا نہ ہوگا جس نے ان کی ایک دو تصانیف کا مطالعہ نہ کیا ہو۔

مولانا کا محبوب ترین موضوع تحریر تاریخ تھا۔ لیکن وہ صرف مورخ ہی نہ تھے۔ بلکہ اس کے ساتھ بہت بڑے ادیب بھی تھے۔ انہوں نے تاریخ کی خشک معلومات کو اپنی جادو بیانی سے ایسے پُر لطف طریق سے پیش کیا۔ کہ ہر شخص ذوق و شوق سے اسے پڑھ سکا۔ اور اس سے مستفید ہوا۔ زیادہ تر تاریخ ہی کی خدمت بجالانے کے لئے مرحوم نے ۱۸۸۷ء میں اپنا مشہور رسالہ دلگداز لکھنؤ سے جاری کیا۔ اس رسالہ کا بیشتر حصہ مولانا ہی کے قلم کا ممنون احسان ہوتا تھا۔ اور اپنے پُر لطف اور پر از معلومات مضامین کے لحاظ سے اُردو میں خاص طور پر مشہور تھا۔ اس رسالے میں مختلف قوموں اور ملکوں کے تمام مشاہیر مردوں اور خواتین کے حالات چھپے ہیں۔ تاریخ اسلام کے تمام اہم و دلچسپ واقعات اور مسلمانوں کی موجودہ ضروریات پر مضامین نکلے ہیں۔ اور اس رسالے نے اُردو کی اتنی جلیل القدر خدمت کی ہے۔ کہ زبان اس کے احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ لاہور سے مبارک علی شاہ گیلانی دلگداز کے ایک ہی موضوع کے مضامین کو کتابی صورت میں مرتب کر کے شائع کر رہے ہیں۔ اور اس سلسلے میں سیر رجال۔ سیر نسواں۔ مشرقی تمدن کا آخری نمونہ ادب و تحقیق مسائل۔ اصلاح قوم و ملت۔ مضامین شاعرانہ و عاشقانہ اور مضامین آغاز و اختتام سال سات کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا کتنے متبحر اور کیسی متنوع قابلیت کے بزرگ تھے۔ تاریخی متفرق مضامین کے علاوہ مولانا نے تاریخ کی کئی دوسری مفصل و مبسوط کتابیں بھی مرتب کیں جن میں سے تاریخ عصر قدیم۔ تاریخ یہود یہ مسیح اور مسیحیت رومتہ الکبریٰ۔ تاریخ صقلیہ اور کئی دوسری کتابیں اپنے اپنے موضوع پر اُردو میں اکیلی کتابیں ہیں۔

لیکن مولانا کی تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت ان تاریخی ناولوں نے پائی جن میں انہوں نے اسلامی تاریخ کے واقعات کو دلآویز افسانوں کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ ان ناولوں نے پڑھنے والوں کی تفریح کے علاوہ انہیں پہلی مرتبہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا سماں ایسے موثر و دلکش طریق سے دکھایا۔ کہ تاریخ کی کوئی تصنیف ان کے دلوں میں یہ کیفیت پیدا نہ کر سکتی تھی۔ آپ نے لوگوں کو مختلف زمانوں اور ممالک کی تاریخ سے روشناس کرا دیا۔ چنانچہ مولانا کے ناولوں کے طفیل بغداد۔ اسپین۔ ترکی۔ ایران۔ افغانستان کی اسلامی تاریخ کے متعلق ہر اُردو داں تھوڑا بہت علم حاصل کر چکا ہے۔ بعض لوگ مولانا کے ناولوں پر اس بنا پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ ان کے پڑھنے سے یہ نہیں معلوم ہونے پاتا۔ کہ انہوں نے افسانوں کی دلچسپی قایم رکھنے کے لئے تاریخ سے کسی قدر انحراف کیا ہے۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں۔ کہ تاریخی ناول تاریخ کی خشک کتابوں سے

بہت مختلف چیز ہے۔ اور اس کا مقصد تاریخ کی صحیح معلومات اور متفرقہ واقعات بہم پہنچانا نہیں۔ بلکہ جس زمانے کے واقعات ہوں۔ اس زمانے کا سماں آنکھوں کے سامنے لانا ہے۔ اور اس قسم کا اثر پیدا کرنے کے لئے مصنف کو اختیار ہے۔ کہ واقعات کو اپنی مرضی کے مطابق ایک لڑی میں پرولے۔ اور جو چیزیں تاریخ سے محذوف ہیں۔ انہیں اپنی خیال آرائی سے دوبارہ پیدا کرلے ؛

ان سب چیزوں کے علاوہ مولانا نے ڈراما۔ شاعری۔ اور نظم غیر مقفی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ اور شاید بہت کم لوگوں کو یاد ہو۔ کہ انہوں نے ایک زمانے میں "پردۂ عصمت" کے نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ بھی جاری کیا تھا۔ جس کا مقصد عورتوں کو غیر شرعی پردے کی قیود سے آزاد کرانا تھا + اس مقصد کے لئے انہوں نے نہ صرف یہ رسالہ جاری کیا تھا۔ بلکہ پردے کے نقصانات ظاہر کرنے کو دو ناول "بدر النساء کی مصیبت" اور "آغا صادق کی شادی" بھی تصنیف کئے تھے۔ جن میں اس قسم کے حادثات پیش کئے گئے۔ کہ برقع پوش ہونے کی وجہ سے دو دلھنیں اسٹیشن پر بدل گئیں۔ اور شادی کی کارروائی زنان خانے میں پس پردہ ہونے کی وجہ سے شادی کے لئے دکھائی ایک عورت گئی۔ اور شادی دوسری سے کردی گئی ؛

اس کے علاوہ دوسرے موجودہ مسائل پر بھی انہوں نے ہمیشہ نہایت روشن خیالی اور معقولیت سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اور کبھی کسی مخالفت کا ڈر ان کو آزادانہ رائے دینے سے نہ روک سکا ؛

مولانا کی خوبیوں اور قابلیت کو مختصر طور پر بیان کرنے کے لئے یہ مختصر سا مضمون کافی نہیں۔ اس داستان کے لئے ایک کتاب کے حجم کی ضرورت ہے + تبحر علم اور ذوق ادب رکھنے کے علاوہ ان کی ذات میں وہ تمام اوصاف جمع تھے۔ جو ہندوستان کی قدیم و جدید تہذیب میں قابل قدر ہیں + افسوس! آج یہ عظیم الشان ہستی ہندوستان کے بدنصیب مسلمانوں میں سے اُٹھ گئی۔ اور ان کے اُٹھنے سے خانۂ اُردو بے چراغ رہ گیا + پنجاب میں بیٹھے ہوئے ہمارے دل کی یہ کیفیت ہے۔ تو معلوم نہیں لکھنؤ کے اہل ادب کی کیا کیفیت ہوگی + ~

غریباں را دل از بہر تو خون ست۔
دل خویشاں نمیدانم کہ چوں است +

خاکسار سید ممتاز علی

محفل تہذیب

معظمی جناب منیجر صاحب۔ تسلیم + ہمارے یہاں روز صبح و شام مٹھی نکالی جاتی ہے۔ اور جو غلہ جمع ہوتا ہے۔ اس کو بیچ کر جو آمدنی ہوتی ہے۔ اس سے ہر سال گیارھویں شریف میں نیاز دی جاتی ہے + اس سال ٹھیک گیارھویں کے موقع پر ہم لوگوں کو سفر کرنا پڑا۔ اس لئے عجلت اور عدیم الفرصتی

کے باعث نیاز نہ دی جاسکی۔اب مبلغ تین روپے بذریعہ منی آڈر روانہ کرتی ہوں۔مہربانی فرماکر اس کو کسی کار خیر میں خرچ کر دیں۔ممنون ہونگی؛ خاکسار زاہدہ خان بنت مولوی شاہ مجید الدین صاحب کورٹ انسپکٹر سپول

جناب محترمہ اڈیٹر صاحبہ۔ السلام علیکم۔ میں نہایت قلق سے اطلاع دیتی ہوں۔کہ میری چھوٹی بہن خورشید لقا بحالت شیر خوار گی ہفتہ گزشتہ میں اپنی مادر مہربان کی گود خالی کر گئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ مبلغ دو روپے ایصال ثواب کی خاطر تہذیبی فنڈ میں ارسال ہیں؛ غمزدہ م۔ج بنت خان صاحب حاجی محمد غلام حسن خاں پشاوری آنریری مجسٹریٹ و ممبر جج کمیٹی۔کراچی

کرم و معظم جناب منیجر صاحب۔تسلیم۔ میرے ایک نہایت عزیز ترین رشتہ دار کو عرصہ دو سال سے برص یعنی سفید داغ کا مرض لاحق ہوگیا۔جس کی وجہ سے شب و روز مبتلائے غم ہوں۔ ڈاکٹری اور یونانی بہت سے علاج کئے۔کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ شروع میں داغ نہایت ہی خفیف تھے۔بعد میں ترقی پکڑتے گئے۔اور دن بدن ترقی پذیر ہیں۔جو داغ شروع میں نہایت چھوٹے تھے۔اب بہت بڑے ہوگئے ہیں۔اور ہاتھوں۔پاؤں۔ٹانگوں اور بانہو پر بہت زیادہ پھیل گئے ہیں۔باقی حصہ جسم کا بالکل صاف ہے۔اگر کوئی تہذیبی بہن یا بھائی اس کا علاج جانتے ہوں۔تو خدارا بہت جلدی بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں۔میں ان کی عمر بھر ممنون و مشکور ہونگی۔نسخہ آزمودہ ہو؛ راقمہ ایک دل شکستہ دردمند

موسم سرما میں میرا چہرہ اور ہاتھ بہت پھٹ جاتے ہیں۔اور جلد سخت اور کھردری ہو جاتی ہے۔اور سیاہی بھی آجاتی ہے۔جس کی وجہ سے بہت پریشانی اور تکلیف ہوتی ہے۔براہ نوازش کوئی بہن یا بھائی کوئی کریم یا پوڈر جو آزمودہ ہو لکھیں۔جس سے یہ بات جاتی رہے۔اور جلد ملایم اور سیاہی دور ہو جائے۔ نہایت ممنون ہوں گی؛ ا۔ب۔ش

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم۔ میں نے ایک مشین فیری آف دی ہوم بے بی برادرس لاہور سے منگوائی تھی۔اس کا اشتہار تہذیب ہی میں دیکھا تھا۔ وہ مشین تو آئی۔لیکن اس کی ترکیب ٹھیک سمجھ میں نہیں آئی۔ کوئی بہن اس کی مفصل ترکیب لکھ کر مجھ کو ممنون فرمائیں؛

دوسرے لکڑی کا چوکھٹا کارخانے سے نہیں آیا تو یہ چوکھٹا کہاں ملتا ہے۔آیا کارخانہ مذکور ہی سے آنا چاہئے تھا۔یا علیحدہ بنوانا پڑتا ہے۔اور اگر ملتا ہے۔تو کہاں سے؟ میمونہ خاتون

تہذیبی بہنیں دفتر تہذیب سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھا کریں؛ منیجر

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

پردہ جرم ہوگیا

قسطنطنیہ کی ایک اطلاع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ طرابزون کے گورنر نے اپنے ایک فرمان میں ہدایت کی ہے۔ کہ آیندہ خواتین گھروں سے باہر نکلتے وقت برقعہ یا نقاب استعمال میں نہ لائیں۔ اس سے ایک تو ان کو اپنی روزی کمانے میں دقت پیش آتی ہے۔ دوسرے یہ صحت کے لئے مضر ہے۔ اور تیسرے اکثر مجرم پولیس کے ہاتھ سے بچنے کے لئے برقعے کی پناہ لیتے ہیں۔ اور برقعہ پوش عورتوں میں مل جل کر فرار ہو جاتے ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر حکم دیدیا گیا ہے کہ اب سے دس روز کے بعد اگر کوئی عورت برقعے یا نقاب میں نظر آئی۔ تو اسی وقت گرفتار کر لی جائے گی۔

ترکی عورتیں اب سے پیشتر کئی مرتبہ حرم سرا کی دیواروں میں سے پردہ کے خلاف فریاد کر چکی ہیں۔ مگر فطرت انسانی بھی عجیب شے ہے۔ جس بات سے روکا جائے۔ ضرور اس کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ آج حکومت کے فرماں نے پردہ کو جرم بنا دیا۔ تو وہ ترک عورتوں میں یک لخت بے حد مقبول ہو گیا ہے۔ زیادہ تر عورتیں گورنر کے اس فرمان سے بگڑ بیٹھی ہیں۔ اور تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ کہ سنگینوں کی نوکوں میں گھر کر بھی پردے کو ترک نہ کریں گی۔

چین کی عورتیں

جن سیاحوں نے اب سے کئی سال پیشتر چین کے سفر کئے تھے۔ انہوں نے واپس آکر چینی عورتوں کے متعلق یہ رائے دی تھی۔ کہ ان میں بیداری کے کوئی آثار نہیں۔ اور وہ کسی قسم کی ترقی کی اہل نظر نہیں آتی ہیں۔

لیکن گزشتہ چند سالوں میں چینی عورتوں نے زندگی اور بیداری کے کئی ایسے ثبوت دئے ہیں۔ جن سے یہ عام رائے اب رفتہ رفتہ بدلنی جا رہی ہے۔ حال ہی میں ایک چینی لڑکی مس ہو اہنگ نے لندن میں قانون کا امتحان پاس کیا ہے۔ اور اب اپنے وطن کو واپس جا رہی ہے۔ جہاں وہ قانون ہی کو اپنا ذریعہ معاش بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس اولوالعزم لڑکی کی کامیابی کے باعث انگریزی اخبارات میں چینی عورتوں کے متعلق از سر نو خیالات ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور اس سلسلے میں ایک نئے سیاح کا محاکمہ دلچسپی سے پڑھا جا رہا ہے۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ گو مس ہو اہنگ نے بڑی ہمت اور قابلیت کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن پچھلے چند سالوں

میں چینی عورتوں نے جس سرگرمی سے ترقی کے مدارج طے کئے ہیں۔ ان کے مقابلے میں اس لڑکی کی کامیابی غیر معمولی طور پر اہم نظر نہیں آتی ہے ۔ اس عرصے میں چینی عورتوں نے اپنے وطن میں کئی ایسے ذرائع معاش اختیار کرنے شروع کر دے ہیں جن کے دروازے پہلے ان پر بند تھے۔ اور جن کے لئے پہلے مرد ہی مناسب و موزوں سمجھے جاتے تھے ۔ اس کے علاوہ انہوں نے گورنمنٹ میں بھی کئی اہم عہدے حاصل کر لئے ہیں ۔

قومی گورنمنٹ میں اس وقت دو عورتیں وزارت کے عہدوں پر سرفراز ہیں ۔ ان میں سے ایک مسز سن یٹ سن اپنی غیر معمولی قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے بہت شہرت رکھتی ہیں ۔ وہ قومی جماعت کی مشہور رہنما جنرل سن یٹ سن کی اہلیہ ہیں۔ اور جنرل مذکور کی زندگی میں نہایت خوش اسلوبی سے ہر کام میں ان کی معاون و مددگار رہ چکی ہیں۔ دوسری وزیر مس لیانگ اسی جماعت کے ایک دوسرے مشہور افسر کی اہلیہ ہیں۔ اب تک چینی عورتوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل نہیں ہوا لیکن قومی جماعت نے اپنے پروگرام میں لکھ رکھا ہے۔ کہ مردوں کی طرح عورتوں کو ووٹ دینے کے پورے حقوق دلوائے جائیں گے۔ اور انہیں امید ہے۔ کہ بہت جلد ان کی یہ تجویز عملی صورت اختیار کر لے گی ۔

دس ہزار پونڈ کا تحفہ

پچھلے دنوں سر ڈبلیو آرتھر ناٹ لین کا ایک مضمون "صحت کا راز" اخبار ڈیلی میل میں نکلا تھا۔ اس مضمون کو پڑھ کر ایک مخیر خاتون نے لندن یونیورسٹی کو دس ہزار پونڈ اس غرض کے لئے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ کہ کالج میں جسم انسانی کی پرداخت کے متعلق تعلیم دینے کا خاص طور پر جدا انتظام کیا جائے۔ لیکن خاتون مذکور نے ابھی تک اپنا نام پوشیدہ رکھا ہے ۔

لندن یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے اس رقم کے لئے دلی شکریہ ادا کیا ہے۔ اور ایک اخبار کے نمایندہ سے دوران ملاقات میں کہا۔ کہ ریاست متحدہ امریکہ میں اس مضمون کی تعلیم کا کئی کالجوں میں انتظام ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں اب پہلی مرتبہ اس اہم مضمون کی تعلیم دینے کی طرف توجہ کی گئی ہے ۔

اس روپئے کا استعمال شروع کرنے سے پہلے یونیورسٹی اس امر کی کوشش کر رہی ہے۔ کہ اور روپیہ جمع کر کے کل اتنی رقم پیدا کر لی جائے جس کی مستقل آمدنی ڈیڑھ ہزار پونڈ سالانہ ہو۔ جب اتنی آمدنی کا انتظام ہو جائے گا۔ تو پروفیسر مقرر کر کے باقاعدہ تعلیم شروع کر دی جائے گی ۔

عورتوں کے انوکھے روزگار

عام پیشوں اور تجارتوں کے علاوہ گزراوقات کے لئے انگلستان کی عورتوں نے بعض عجیب ذریعے اور انوکھے کام شروع کر رکھے ہیں۔ اور نہایت

ہمت و استقلال سے انہیں چلا رہی ہیں۔ ان میں سے چند مثال کے طور پر یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

ایک خاتون صرف سنہری مچھلیوں کی غور و پرداخت اور فروخت کا کام کرتی ہے۔ ایک نے بکریاں پال رکھی ہیں۔ اور ایک کے نزدیک انگورا کے خرگوشوں کی تجارت نہایت فائدہ مند کام ہے۔

ایک عورت نے صرف اس وصف میں نام پیدا کیا ہے۔ کہ وہ چائے کے ذائقوں کی ماہر ہے۔

ایک دوسری عورت جانوروں کے گلوں کے متعلق صحیح رائے دینے میں مشہور ہے۔ ایک عورت کا پیشہ ہے۔ اور وہ نہایت خوبی سے معماروں سے معاملہ کرتی ہے۔ ایک عورت نے ہڈیوں کے مرض کے علاج میں کمال پیدا کر رکھا ہے۔ ایک عورت اسلحہ پر جلا کرنے کے کام میں ید طولیٰ رکھتی ہے۔

بعض مقامات پر دو یا دو سے زیادہ عورتوں نے مل کر کاروبار شروع کر رکھے ہیں۔ ایک شہر میں دو عورتوں کی دکان مربا بنانے میں بہت مشہور ہے۔ اسی طرح دو اور عورتوں کا اکٹھا کاروبار ہے۔ ایک ان میں سے بڑھئی کا کام جانتی ہے۔ اور دوسری کرسیوں پر کپڑا مڑھنے کا کام۔ اور دونوں مل کر اپنا کام خوب چلاتی ہیں۔

ایک عورت نے خالص دودھ بہم پہنچانے کی دکان کھول رکھی ہے۔ ایک عورت اپنے موٹر خانے کو بہت کامیابی سے چلا رہی ہے۔ ایک عورت نے اپنے تمام ہمسایوں کے لئے کھانا پکانے کے کام کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اور گرم گرم کھانا مقررہ وقت پر ان کے گھر پہنچا دیتی ہے۔

اسی طرح عورتوں نے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی ضروریات کو سمجھ کر ان کے پورا کرنے کے لئے اور سینکڑوں کام شروع کر رکھے ہیں۔

میاں بیوی دار العوام میں

مختلف سرکاری عہدوں کے لئے عورتوں کو امیدوار بننے کے جو حقوق حاصل ہو گئے ہیں۔ ان کے باعث کئی نئی قسم کے واقعات رونما ہو کر دلچسپی پیدا کر رہے ہیں۔ مثلاً آیندہ انتخاب کے موقع پر مسٹر اور مسز موسلے دونوں دار العوام کی ممبری کے لئے دو مختلف حلقوں سے کھڑے ہو رہے ہیں۔ اور دونوں کو اپنی اپنی کامیابی کا پورا یقین ہے۔ انہیں کامیابی حاصل ہو گئی۔ تو دار العوام کی تاریخ میں پہلی مرتبہ میاں بیوی دونوں کو ممبر کی حیثیت سے ساتھ ساتھ بیٹھنے کا موقع حاصل ہوگا۔

ماں کا لاڈلا

ایک روز جونی کی اماں نے مجھ سے کہا: "بچے کی فکر نے مجھے اس قدر پریشان کر رکھا ہے۔ کہ بیان نہیں کر سکتی۔ تمام دن ادنیٰ درجے کے بچوں کے ساتھ کھیلتا پھرتا ہے۔ بہتیرا روکتی ہوں سمجھاتی ہوں۔ مگر کسی طرح نہیں مانتا!"

اسی وقت جونی میاں صحن میں نظر آئے۔ ساتھ

ایک اپنی ہی عمر کا بچہ تھا۔ میلا کچیلا مُنہ۔ گھٹنے چھلے ہوئے کپڑوں پر داغ دھبے۔ مگر چہرے سے ذہانت ظاہر۔ ماں بولی یہ پچھلے سال تک بہت ہی شرمیلا اور خاموش بچہ تھا۔ ہر وقت میرے پاس رہتا۔ یا اکیلا گھر کے کمروں میں مزے سے کھیلتا پھرتا۔ بس اسکول میں داخل ہونے کی دیر تھی۔ کہ دوستیاں شروع ہو گئیں اور قابو ہی سے نکل گیا"۔

ماں کی یہ شکایت سُن کر مجھے صدمہ ہوا۔ میں نے سوچا یہ عورت صاف ستھرے اور آراستہ گھر میں پُرتکلف زندگی بسر کرتی ہے۔ اور اس کا جی چاہتا ہے۔ کہ بچہ بھی قیمتی اور نفیس لباس پہنے۔ نہایت ادب اور تہذیب سے گھر کے کمروں میں پھر پھر کر دل بہلا لیا کرے۔ اور گھر کے دروازے سے باہر قدم نہ رکھے۔

لیکن میری رائے میں اگر یہ ماں سمجھدار ہے۔ تو اسے چاہئے۔ کہ بچے کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔ اور کسی قسم کے جبر یا خفگی سے کام نہ لے۔ اسے ہر وقت یہ فکر رہتا ہے۔ کہ بچہ صاف ستھرا رہنے نہیں پاتا گنواروں کی طرح بولتا۔ اور بدتہذیبی سیکھتا جاتا ہے۔ لیکن اس نے کبھی یہ غور نہیں کیا۔ کہ ان باتوں میں اس کا بگڑ جانا بھی زندگی بھر ماں کا لاڈلا بنے رہنے سے بہت بہتر ہے۔

ماں کے لاڈلوں کو عام طور پر اپنی ماؤں سے بہت کم محبت ہوتی ہے۔ وہ ہر وقت ماں کے گھٹنے سے لگے بیٹھے رہتے ہیں۔ نہ کوئی بات سوچ سکتے ہیں۔ اور نہ کوئی کام آزادانہ اپنی رائے سے کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح زندگی بھر دوسروں کی امداد کے محتاج بن جاتے ہیں۔ لیکن جو بچے گھر کے باہر کسی کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں۔ طرح طرح کے کھیل کھیلتے اور دوسرے مردانہ مشاغل میں مصروف رہتے ہیں۔ وہی بعد میں اپنی ماں کے عصائے پیری ثابت ہوتے ہیں۔

اگر تمہارے بچے کو تم سے مضر قسم کا لگاؤ ہے۔ تو چاہتا ہے۔ کہ تم ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ رہو۔ اور اس کے تمام لڑائی جھگڑوں میں دخل دے کر اس کی طرفداری کرو۔ تو تمہیں چاہئے۔ کہ تم خود کوشش کر کے اسی کے دوست پیدا کرو۔ اور اسے دوسری چیزوں میں دلچسپی لینے کی عادت ڈالو۔ دوسرے الفاظ میں اس کی نشوونما میں حصہ لو۔ اور اس کے باہر کے لڑکوں سے کھیلنے سے نہ گھبراؤ۔

بچے ایک دوسرے کو بہت کم نقصان پہنچا سکتے ہیں اور اگر تم خاص اوقات میں اس کی تربیت پر توجہ کرتی ہو۔ اور اس کے دل میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کر دیتی ہو۔ تو ان کے بگڑنے کا احتمال نہیں ہو سکتا۔

تیسرے پہر کی چائے

تیسرے پہر کی چائے میں اگر کوئی ہلکی سی خوشبو پیدا کر لی جائے۔ تو وہ نہایت خوشگوار معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس کی ایک ترکیب یہ ہے۔ کہ بازار کی جمی ہوئی مصری پر نارنگی کے چھلکے کو ذرا گرم کر کے اس طرح مَلا جائے۔ کہ اس کا کچھ عرق جذب ہو جائے۔ اور پھر وہ مصری استعمال کی جائے۔

خبریں اور نوٹ

حکومت ترکی نے "جرمن فلوٹنگ ڈاک فرم" کی ضمانت ضبط کرلی ہے۔ کیونکہ یہ کمپنی گوبن جہاز کو جو کئی فٹ کی گہرائی میں غرق ہے۔ باہر نکالنے سے مجبور رہی ٭

قاہرہ یکم جنوری۔ قوم پرست جماعت کے سابق صدر محمد بے فرید مرحوم کی ساتویں برسی کے دن جلسہ ہوا تھا۔ علی بے کمال جو مدت سے قوم پرست جماعت کی سرگرمیوں میں شریک تھے۔ تقریر کرنے کے بعد جب اپنی جگہ پر بیٹھنے لگے۔ تو یکایک گر پڑے۔ اور فوراً جان دیدی ٭

لندن اور نیویارک (امریکہ) کے درمیان لاسلکی ٹیلیفون کے ذریعے شروع جنوری سے گفتگو ہونے لگی ہے ٭ تین منٹ تک بات چیت کرنے کے لئے ۱۵ پونڈ فیس مقرر کی گئی ہے۔ اگر بعض اوقات خاصکر شام کو فضا اس قابل نہ ہو۔ کہ اچھی طرح بات چیت ہو سکے۔ تو اس وقت تک کوئی فیس نہ لی جائے گی جب تک بخوبی گفتگو نہ ہو جائے ٭

انگلستان اور آسٹریلیا کے درمیان بے تار برقی کے ذریعے پیغامات بھیجنے کا تجربہ ہو رہا ہے ٭ امید ہے کہ اگلے ہفتے یہ سلسلہ عوام کے لئے کھول دیا جائے گا ٭ فروری سے انگلستان اور جنوبی افریقہ کے درمیان بھی بے تار برقی کا سلسلہ عوام کے لئے کھولا جائے گا ٭ یہ سلسلہ ہندوستان تک پہنچانے کے انتظام بھی مکمل ہو چکے ہیں ٭ اس سلسلہ بے تار برقی سے روزانہ سات گھنٹوں کے دوران میں سو پنج حرفی الفاظ فی منٹ بھیجے جا سکیں گے ٭

محکمہ پرواز کے وزیر سر سموئیل ہور لندن سے اس ہوائی جہاز میں روانہ ہو گئے ہیں۔ جو ہندوستان کے جدید ہوائی راستے کے لئے بنایا گیا ہے ٭ ۱۹ دسمبر کو سر سموئیل اور لیڈی سموئیل ساحل طرابلس سے مالٹا اور وہاں سے بصرہ روانہ ہو گئے ٭ پہلا جہاز جس میں سر سٹیفن سفر کر رہے ہیں۔ بصرہ پہنچ گیا۔ اور وہاں سر سموئیل کا انتظار کر رہا ہے ٭

ہوائی جہاز رانوں کے لئے ایک قانون بنایا گیا ہے۔ جس کے ایک حصے میں احتیاطی تدابیر کے ذیل میں بتایا گیا ہے۔ کہ وہ جہاز اتارتے وقت گوند چوسا کریں۔ اور بکثرت سگریٹ پیا کریں ٭ اس طرح ان کے کانوں میں ہوا کا دباؤ برابر ہو جائے گا ٭

میجر سی گریو جو موٹر تیز چلانے میں بہت شہرت رکھتے ہیں۔ اپنی ایک ہزار گھوڑوں کی طاقت والی موٹر میں انگلستان سے امریکہ جائیں گے ٭ ان کا ارادہ ہے۔ کہ فلوریڈا کے ریگستان میں دو سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کریں ٭ ان کی موٹر میں دو انجن لگے ہیں۔ جن میں چوبیس سلنڈر ہیں۔ غالباً یہ موٹر دو سو دس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل سکتی ہے ٭ دنیا میں اب تک ۱۷۲ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے موٹر چلائی گئی ہے۔ میجر صاحب اس سے بھی بازی لے جائیں گے ٭

فرانس میں ۱۶ پہیوں کا ایک انجن بنایا گیا ہے۔ جس میں پانی سے برقی طاقت پیدا کی گئی ہے۔ اس انجن نے ایک جدید ریلوے لائن کے افتتاح کے موقع پر چارسٹوٹن کی ٹرین کو ۱۰۸ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ۔ حکومت فرانس چاہتی ہے۔ کہ اس کے ملک میں آیندہ طاقت برقی سے تمام ٹرینیں چلائی جائیں تاکہ وہ غیر ملکی کوئلے کی محتاج نہ رہے ۔

میڈرڈ اسٹیٹ لائن پر ایک ٹرین برف سے گھر گئی۔ جس کے چاروں طرف پانچ پانچ فٹ برف جمی ہوئی ہے ۔ جو ٹرینیں بغرض امداد بھیجی گئیں۔ وہ برفباری کی وجہ سے اس ٹرین تک نہ پہنچ سکیں۔ ہوائی جہازوں کے ذریعے مسافروں کی خوراک و آسائش کا انتظام کیا جارہا ہے۔ مگر بہت دشواری پیش آرہی ہے ۔

کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) میں ایک گول میز کانفرنس ہو رہی ہے۔ جس میں یہ طے کیا جائے گا کہ جنوبی افریقہ میں رہنے والے ہندوستانیوں کے حقوق کیا ہوں ۔ اس کانفرنس میں حکومت ہند کی طرف سے سر محمد حبیب اللہ اور کئی دوسرے ممبران بھیجے گئے ہیں۔ اور جنوبی افریقہ کی حکومت کی طرف سے جنرل ہرٹزاک اور دوسرے وزیر شریک ہوئے ہیں ۔ ۱۸ دسمبر کو کانفرنس مذکور کا افتتاح ہوا۔ اور ۱۹ دسمبر کو مہاتما گاندھی کی تجویز پر تمام ہندوستان میں جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کے لئے دعا مانگی کہ اس کانفرنس کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا ہو۔ اسی تاریخ کو جنوبی افریقہ میں دعا مانگی گئی۔ اور لندن کے ہندوستانی طلباء نے بھی اپنے ہندوستانی بھائیوں کے حق میں دعا کی ۔

مسز سروجنی نائیڈو نے جنرل ہرٹزاک - سر حبیب اللہ اور مسٹر اینڈریوز کو جنہوں نے جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کے لئے بہت خدمات کی ہیں۔ تار روانہ کئے ہیں۔ جن میں امید ظاہر کی ہے کہ یہ کانفرنس صلح صفائی کے لحاظ سے کامیاب ثابت ہوگی ۔

شاہ جاپان کی موت پر بطور اظہار افسوس تمام تماشہ گاہیں اور رقص و سرود بند کر دیا گیا تھا۔ اب نئے بادشاہ کی تخت نشینی کی وجہ سے یہ رکاوٹ دور کر دی گئی ہے۔ جب نیا بادشاہ تخت نشین ہوگا۔ تو اس خوشی میں پچاس ہزار قیدی چھوڑے جائیں گے ۔

کیوکیانگ چین میں اجنبیوں کے خلاف خوفناک حالت پیدا ہو گئی ہے۔ چینیوں نے ہڑتال کا اعلان کر دیا ہے۔ اور کوشش کی جارہی ہے۔ کہ غیر ملکیوں کو بھوکا مارا جائے ۔ ان کے رہنے کے مقامات میں سامان خوراک بہت کم جارہا ہے۔ البتہ ہانگو سے کسی قدر رسد بھیجی گئی ہے ۔

برلن کا تار - ۶ برطانی - ایک جرمن اور ایک اور ہوا باز برف کے نیچے دب کر مر گئے ۔ سیکڑوں فرد دن سارا دن برف کھودتے رہے۔ تب کہیں ان کی نعشیں برآمد ہوئیں ۔

ولایت کی ایک عدالت میں ایک سپاہی کی

موت پر یہ عجیب بات معلوم ہوئی۔ کہ دوران جنگ میں اس سپاہی کی پیٹھ پر ایک زخم لگا تھا۔ اس کے بعد اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اور عین اسی موقعہ پر جہاں سپاہی کے زخم تھا۔ لڑکی کی پیٹھ پر ایک سوراخ تھا۔ اور جب کبھی اس کے باپ کے زخم میں تکلیف ہوتی تھی۔ تو لڑکی بھی درد محسوس کرتی تھی۔

آکسفورڈ یونیورسٹی سے عنقریب ایک جماعت عراق عرب روانہ ہونے والی ہے۔ تاکہ وہ باغ عدن (مسکن آدم وحوا) کی تلاش کرے۔ علاقہ ماورائے یردون میں ایک وادی ہے۔ جہاں ایک قدیم شہر دریافت ہوا ہے۔

بادشاہ سلامت نے اس تجویز کو منظور فرما لیا ہے۔ کہ ہندوستان کے جدید پایہ تخت کا نام "نئی دلی" رکھا جائے۔

باشندگان بمبئی کی طرف سے سال نو کی تقریب پر ملک معظم اور ملکہ معظمہ کو مبارک باد کا پیغام بھیجا گیا تھا۔ اس کے جواب میں بادشاہ سلامت نے اظہار خوشنودی اور شکریہ ادا کیا ہے۔

مسٹر سکاتوالہ جو ایک ہندوستانی اور پارلیمنٹ انگلستان کے ممبر ہیں۔ ۱۴ جنوری تک ہندوستان آنے والے ہیں۔ آپ پورے بیس سال کے بعد یہاں آئیں گے۔ اور تمام بڑے بڑے شہروں کی سیر کریں گے۔

سیٹھ عبداللہ ہارون نے اسمبلی میں تین قراردادیں پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ پہلی قرارداد کراچی اور راولپنڈی کے کارخانوں کو بند کرنے کے احکام ملتوی کرنے کے متعلق ہے۔ دوسری حاجیوں کی تکالیف اور ان کے لئے آسانیاں بہم پہنچانے کے متعلق۔ اور تیسری کارڈوں اور لفافوں کی قیمتیں ایک پیسہ اور دو پیسے کرنے کے باب میں ہے۔

اکولہ میں صوبجات متوسط و برار کی لیڈیز کانفرنس ہوئی۔ متعدد قراردادیں پاس ہوئیں۔ جن میں صوبجات کے اندر زنانہ انجمنیں قائم کرنے۔ سودیشی صنعت کو فروغ دینے۔ چرخہ رائج کرنے۔ ابتدائی تعلیم لازمی کرنے۔ پرائمری اسکولوں کی استانیوں کی تنخواہیں بڑھانے۔ انجمن ہائے امداد باہمی قائم کرنے اور بچوں کے رکھ رکھاؤ اور تربیت پر زور دیا گیا۔ فضول تصویروں اور ڈراموں سے پرہیز۔ یتیم خانوں اور بیوہ آشرموں کے قیام اور ہندی عورتوں کی یونیورسٹی کی تجویز کی حمایت کی گئی۔ اس کانفرنس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا۔ کہ آل انڈیا لیڈیز کانفرنس پونا کے اجلاس میں خواتین نمائندہ بھیجی جائیں۔ اکولہ کی خواتین نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے بہت سرگرمی کا اظہار کیا ہے۔

سوامی شردھانند کے قتل کے سلسلے میں پولیس بہت سرگرمی سے تحقیقات کر رہی ہے۔ ملزم کو دوبارہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور عدالت سے بغرض تحقیقات ایک ہفتے کی اور مہلت لی گئی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ سوامی جی کے قتل کے سلسلے

میں خواجہ حسن نظامی کے مکان کی تلاشی لی گئی۔ مگر کوئی لائق شک چیز برآمد نہ ہوئی۔ خواجہ صاحب نے پولیس کے روبرو جو بیان دیا ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی بے گناہی اور جرم سے لاعلمی ظاہر کی ہے۔

سربرآوردہ ہندو رہنماؤں نے سوامی شردھانند کی یادگار قائم کرنے کے لئے اپنی قوم سے دس لاکھ روپے کی اپیل کی ہے۔ اس میں سے آدھا روپیہ چھوت چھات دور کرنے پر صرف کیا جائے گا۔ کیونکہ سوامی شردھانند کو اس مسئلہ سے خاص لگاؤ تھا۔

نوروز کے موقع پر بادشاہ سلامت کی طرف سے حسب معمول فہرست خطابات شائع ہوئی ہے۔ اس میں پنجاب کے خاص خاص نام مع خطابات حسب ذیل ہیں:۔

مسٹر اے لینگلے سی ایس کمشنر لاہور کو سی ایس آئی۔ مسٹر ڈی ملنے ڈائرکٹر زراعت پنجاب کو سی آئی ای۔ شیعہ مجتہد مولوی سید علی الحائری صاحب لاہور کو شمس العلماء۔ خان صاحب میاں عبدالعزیز ڈپٹی کمشنر پنجاب۔ خان صاحب شیخ اکرام الحق قریشی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس پنجاب اور ملک محمد حسین صدر میونسپلٹی لاہور کو خان بہادر۔ مولوی برکت علی اسسٹنٹ رجسٹرار انجمن امداد باہمی پنجاب۔ اور مولوی محمد دین ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول لاہور کو خان صاحب کے خطابات عطا کئے گئے۔

ان کے علاوہ مہاراجہ دیلوا کو کے سی۔ آئی آنریبل مسٹر ڈبلیو پی بارٹن سی ایس ریزیڈنٹ مقیم حیدرآباد کو سی آئی ای اور رانی ہیمانتا کماری دیوی پوٹھیا راج شاہی بنگال کو مہارانی کا خطاب عطا کیا گیا۔

پنجاب میں سردار جگندر سنگھ وزیر زراعت و مسکرات۔ مسٹر منوہر لال بیرسٹرایٹ لا وزیر تعلیم و صنعت و حرفت اور ملک فیروز خاں بیرسٹرایٹ لا وزیر میونسپل کمیٹی و ڈسٹرکٹ بورڈ۔ حفظان صحت و تعلیم طبی و شفاخانجات مقرر کئے گئے۔

۴ جنوری کی سہ پہر کو پنجاب کونسل کا اجلاس ہوا۔ اور کونسل کا صدر منتخب کرنے کا اعلان کیا کیا گیا۔ کونسل کی صدارت کے لئے خان بہادر چودھری شہاب الدین اور خان بہادر شیخ عبدالقادر امیدوار تھے۔ رائے زنی تحریری ہوئی یعنی جس ممبر نے جس امیدوار کے حق میں رائے دینا چاہی اس نے ایک کارڈ پر اس کا نام لکھ کر مسٹر کنگ عارضی صدر کو دیدیا۔ رائے شماری پر چودھری صاحب کے حق ۵۹ اور شیخ صاحب کے حق میں ۲۹ ووٹ نکلے۔ اس پر مسٹر کنگ نے اعلان کر دیا۔ کہ چودھری صاحب باقاعدہ صدر منتخب ہو گئے۔ بعد ازاں مسٹر کنگ کرسی صدارت سے اتر آئے۔ اور چودھری صاحب صدارتی کرسی پر بیٹھ گئے۔

مسٹرز حیات برادرس (لاہور) کے فرنیچر کے گودام میں آگ لگ گئی۔ تقریباً ۵ لاکھ کا نقصان ہوا۔ آگ لگنے کا سبب ہنوز معلوم نہیں۔

جلد ۳۰ | لاہور ۔ ہفتہ ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۳

تہذیب نسواں

لاہور ۔ ہفتہ ۱۰ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

ترکی میں مذہبی اصلاحات	ب ۔ خ ۔ ن	۴۱
	ممتاز احمد فاروقی	۴۵
میاں ۔ ما	الکبریٰ	۴۷
	دیہ خاتون	۴۸
کاربانک پیپر	بجہ بائی	۴۹
کراچی میں انجمن تہذیب نسواں	"ن" ہارون	۵۰
ایک آنہ فنڈ	امت الوحی	۵۱
مچھلی کے سیخ کباب	نجم النساء	۵۲
ایک سخت بے رحمی	زاہدہ خاتون	۵۳
خط	فاطمہ	۵۴
خون دل کے قطرے	مسز عبد الرحمن	۵۴
محفل تہذیب	متفرق	۵۵
ولائتی معلومات		۵۷

کرنا عبث ہے۔ ہاں اختیاری رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ مگر عربی و سنسکرت پڑھنا صرف انہیں طالبات کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ جو آگے چل کر اس کی تکمیل کرنا چاہیں۔ یہ دو نو زبانیں اس قدر سہل نہیں ہیں کہ مڈل میں اتنی پڑھائی جا سکیں۔ کہ اس سے کوئی نتیجہ نکل سکے۔ اور اُسے لکھنے پڑھنے بولنے یا سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔ اور جب مڈل کی تعلیم سے کسی زبان میں اتنا بھی نہ ہو سکے۔ تو اس زبان کا لازمی قرار دینا عبث بلکہ ان لڑکیوں کے لئے جو مڈل سے آگے تعلیم نہیں پانا چاہتیں۔ یا نہ پا سکیں۔ فضول محنت و دقت کار ائگاں جاتا ہے۔ اور ان کو سہل علم کی تکمیل سے جو ان کے لئے تمام عمر کو مفید ہوتا روکنا ہے۔

خاکسار رضویہ خاتون

کاربانک پیپر نمبر ۲
(Carbonic Paper)

۱۱ دسمبر کے تہذیب میں برگس ٹرانسفر کے باب میں لکھ چکی ہوں۔ آج بہنوں کو یہ بتلانا چاہتی ہوں۔ کہ برگس پیپر سے دوبارہ کس طرح فائدہ حاصل کیا جائے۔ ماسوا برگس پیپر کی قیمت سواذی حیثیت بہنوں کے غریب بہنوں کو گراں محسوس ہوگی۔

غالباً بہت سی بہنیں کاربانک پیپر سے واقف ہوں گی۔ یہ ۱۰ × ۶ انچ چوڑا۔ سیاہ اور اودا کاغذ۔ جس کے ایک جانب ایک قسم کا چکنا روغن سا لگا رہتا ہے۔ خاص کر ٹائپ رائٹنگ مشین میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر ایسے چند عدد منگوا لیں۔ تو از حد مفید اور نقشہ کشی کے لئے کارآمد ثابت ہوں گے۔ اگر احتیاط سے رکھا جائے۔ تو یہ کاغذ ایک عرصہ تک خراب نہیں ہوتا۔

جب کسی ریشم یا کپڑے پر (سوائے سیاہ مخمل کے) نقشہ کشی مطلوب ہو۔ تو اس پر کاربانک پیپر اس طرح رکھیں۔ کہ اس کی چمکدار جانب سطح ریشم پر لگی رہے۔ پھر اس پر بجائے تر کپڑے کے مستعمل شدہ برگس پیپر پھیلا دیں۔ اور سلوٹ نکال کر چاروں طرف ڈرائنگ پن لگا دیں۔ اب اچھی بنی ہوئی ایک نوکدار پنسل برگس کے نقشے پر بطور مشق پھیرتے جائیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ احتیاط رہے۔ کہ ہاتھ کا دباؤ کاغذ پر نہ پڑے۔ ورنہ اندیشہ ہے۔ کہ ریشم پر کاربن کے سیاہ دھبے نہ لگ جائیں۔

اس پیپر سے سیاہ رنگ کے کسی کپڑے یا ریشم پر نقشہ نہیں آئے گا۔ کیونکہ یہ کاغذ صرف دو ہی رنگ کے آتے ہیں۔ سیاہ اور اودا۔ جب سب پھول پتیوں پر فرداً فرداً پنسل پھر چکے۔ تو برگس اور کاربانک پیپر الگ کر دیں۔ وہ نقشہ بعینہ پارچہ پر اُتر جائے گا۔

ریشم پر کاربانک پیپر کے ذریعے نقشہ کشی کرنے سے پیشتر اگر چند بار کسی کاغذ پر مشق کر لیں۔ تو بہتر ہوگا۔ جن بہنوں کے گھر ٹائپ رائٹر ہے۔ انہیں بازار سے خریدنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ استعمال

شدہ بھی وہی کام دیں گے۔ کاربانک پیپر کے استعمال
سے کئی فائدے ہوتے ہیں۔ اوّل برگس ٹرانسفر کے
نیچے رکھ کر کئی بار نقشے کی نقل کی جاسکتی ہے۔ علاوہ
ازیں دوسرے نقشے بھی کھینچ سکتے ہیں۔ اور غریب و
امیر دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔

اس تحریر کے ساتھ ایک بیل بھی بھیجتی ہوں۔ اس
کی نقل کپڑے پر اس طرح اتاری جاسکتی ہے۔ کہ
کپڑے پر کاربانک پیپر حسب تشریح بالا رکھا جائے۔
پھر اس کے اوپر اخبار تہذیب کا کاغذ رکھا جائے۔
جس پر بیل بنی ہوئی ہے۔ پھر اس بیل پر نوکدار پنسل
پھیری جائے۔

خاکسار خدیجہ بائی۔ از بمبئی

منیجر۔ بیل مرسلہ اخبار کے کالم سے زیادہ لمبی ہے
اس لئے درج نہ ہوسکی۔

کراچی میں انجمن تہذیب نسواں

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ
اللہ وبرکاتہ۔ آپ یہ سن کر تعجب اور افسوس کریں
گے۔ کہ کراچی جیسے بڑے شہر میں مسلمان بہنوں کی
کوئی ایسی انجمن نہیں۔ جہاں چار بہنیں بیٹھ کر آپس
میں تبادلہ خیالات کرسکیں۔ اس کے مقابلے میں
ہندو اور پارسی بہنوں کی متعدد سوسائٹیاں ہیں۔
جہاں ہر طبقے اور ہر خیال کی بہنیں جمع ہوتی ہیں۔
عرصہ ہوا۔ میں نے اس کی کوشش کی تھی۔ کہ ہر ہفتے
مسلمان بہنیں اور کم از کم وہ مسلمان بہنیں جو تعلیم سے دلچسپی
رکھتی ہیں۔ ایک جگہ جمع ہوا کریں۔ اور اس کے لئے
ہم نے تجیبانی حنیفہ بائی میمن گرلز اسکول کو منتخب
کیا تھا۔ جو میری ساس مرحومہ کی یادگار میں ان کے
لائق بیٹے نے قایم کیا ہے۔ میں ہر ہفتے وہاں جایا
کرتی تھی۔ طالبات مدرسہ کے علاوہ آس پاس کی
بہنیں بھی جمع ہوجایا کرتی تھیں۔ اور مختلف مفید
مضامین پر تقریریں ہوا کرتی تھیں۔ یہ سلسلہ ایک
عرصہ تک جاری رہا۔ لیکن بہنوں نے کوئی خاص
دلچسپی اس میں نہ لی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جیسے
ہی بعض مصروفیتوں کی وجہ سے میں نے جلسوں
میں جانا ملتوی کیا۔ وہ سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اور جلسے ہونے
بند ہوگئے۔ کسی دوسری بہن نے میری غیر موجودگی
میں جلسے کو سنبھالا نہیں۔

اب میرا ارادہ ہے۔ کہ اس کام کو پھر کسی طرح
اٹھاؤں۔ اور اٹھاؤں بھی تو مضبوط بنیادوں پر
تاکہ یہ نہ ہو۔ کہ ایک آدمی کے نہ ہونے سے تمام کام
ہی بند ہوجائے۔ اس لئے پہلے تمام ان بہنوں
سے جو اس قسم کی ضرورت محسوس کرتی ہیں۔ میں
ملنا چاہتی ہوں۔ بہت سی بہنیں ہیں۔ جن کے نام
میں نے تہذیب جاری کرایا ہے۔ ان کو تو میں جانتی
ہوں۔ اور ان سے واقف بھی ہوں۔ مگر ان کے
علاوہ کراچی میں اور بہت سی بہنیں ہوں گی۔
جو تہذیب منگاتی ہوں گی۔ میں آپ کی وساطت
سے ان تہذیبی بہنوں سے درخواست کرتی ہوں کہ

وہ مہربانی کر کے مجھے اپنے پتوں سے مطلع فرمائیں۔ اس پتے پر:۔

مسز "ن" ہارون وکٹوریا روڈ ۔ کراچی

جن بہنوں کے گھر میں ٹیلی فون ہو۔ وہ مجھ سے نمبر ۵۷۲ پر بات کریں۔ میں خود ان سے ملوں گی۔ اور پھر سب کے صلاح ومشورہ سے انجمن تہذیب نسواں قایم کروں گی۔ انشاء اللہ۔

راقمہ "ن" ہارون ۔ کراچی

ایک آنہ فنڈ

تہذیب نسواں میں میں نے وحیدہ بیگم مرحومہ کے اسکول کے کچھ حالات لکھے تھے۔ اور تہذیبی بہنوں کو اسکول فنڈ قایم کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ مگر افسوس تہذیبی بہنوں نے بالکل خاموشی سے کام لیا۔ اور اپنی قومی ہمدردی کا کوئی عملی ثبوت نہیں دیا۔ اگر ہماری بددلی اور بدشوقی کی وجہ سے یہ اسکول بند ہوگیا۔ یا چار پانچ جماعتوں سے زیادہ ترقی نہ کرسکا۔ تو سخت ملال ہوگا۔ اور ہم مستورات کی سخت بے توجہی اور کم حوصلگی کا بین ثبوت ہوگا۔ یہ تو تسلیم کیا جاچکا ہے۔ کہ بغیر علم کے کوئی فرقہ ترقی نہیں کرسکتا۔ علیٰ ہذا القیاس ہم مستورات کی ترقی بھی علم حاصل کئے بدوں ناممکنات سے ہے۔ اب اگر ہم اس کے خواہش مند ہیں۔ کہ جہالت اور ناقص العقلی کا بدنما دھبہ ہمارے اوپر سے دور ہو جائے۔ تو اس کی بہتر ترکیب یہی ہے۔ کہ ہم تعلیمی کاموں میں دلچسپی کے ساتھ عملی حصہ لیں۔ اور جس جگہ بھی اس کی توقع ہو۔ کہ فلاں جگہ سے ہماری تشنہ لب بچیوں کی پیاس بجھ سکتی ہے۔ یا تھوڑا سا حلق تر ہوسکتا ہے۔ اس جگہ حتی المقدور جان تک لڑا دینی چاہئے۔

ہر بہن کا مقصد ترقی تعلیم نسواں ہونا چاہئے۔ اور اس کے لئے روپے پیسے سے اور عملی کارروائی سے غرض جس امر کی بھی ضرورت محسوس ہو اسی میں خاطر خواہ حصہ لینا چاہئے۔ اگر محلے میں کچھ لڑکیاں ہوں اور ان کی پڑھائی کا کوئی انتظام نہ ہو۔ تو ان کو خود کوشش کر کے لکھنا پڑھنا سکھانا چاہئے۔ میں نے اکثر لڑکیوں کو خط لکھنا پڑھنا سکھایا ہے۔ چنانچہ اب بھی وکیل صاحب کی دونوں لڑکیاں جو ہمارے گھر کے قریب ہی رہتے ہیں۔ اُردو اور حساب وغیرہ مجھ سے پڑھتی ہیں۔ نیز تہذیب نسواں میں ایک آنہ فنڈ کے نام سے ایک فنڈ قایم کیا جائے جس میں ہر تہذیب کی خریدار بہن کو کم سے کم ایک آنہ مہینہ دینا لازم ہونا چاہئے۔ اور اس فنڈ میں جو روپیہ جمع ہو۔ اس روپے سے مراد آباد وحیدہ بیگم کے اسکول کو قایم رکھنے اور انگریزی تعلیم جاری کرنے کے لئے پوری امداد دی جائے۔ اس معاملہ میں میں اپنی بھاوج صاحبہ جناب خدیجۃ الکبریٰ کو خاص طور پر توجہ دلاتی ہوں۔ کیونکہ ان کو عورتوں کے تعلیمی معاملات سے خاص تعلق ہے۔ لہذا بریلی میں جو تہذیبی انجمن قایم ہے۔ اس میں سب بہنوں کو متوجہ کریں۔ کہ مراد آباد کے زنانہ اسکول کی امداد کریں۔ اگر تہذیبی بہنوں کی

منفقہ کوشش سے پچاس روپے ماہوار کا بندوبست ہو جائے۔ تو تہذیبی بہنوں کی عالی حوصلگی و یک جہتی اور حقیقی جذبات کا اصلی اندازہ ہو جائے گا+ اس وقت میں اپنی طرف سے ایک روپیہ ارسال کر کے تہذیب میں ایک آنہ فنڈ کی اپیل کرتی ہوں۔ بھائی صاحب بھی اپنی رائے سے مطلع فرمائیں+

دوسری تجویز یہ ہے۔ کہ ہر جگہ مقامی تہذیبی انجمنیں ایک فنڈ ترقی تعلیم نسواں فنڈ کے نام سے قایم کریں۔ اور اس میں مقامی بہنیں حسب حیثیت چندہ دیا کریں اور اس رقم سے ترقی تعلیم نسواں میں امداد پہنچائی جایا کرے۔ غرض میری دلی تمنا یہ ہے۔ کہ ہم مستورات کا واحد مقصد صرف ترقی تعلیم نسواں ہونا چاہئے+

امت الوحی از بجنور

منیجر۔ یہ اسکول میری مرحومہ لڑکی کا قایم کیا ہوا ہے۔ مجھے اس سے ہمدردی کیوں نہ ہو گی؟ لیکن ایسے چھوٹے اسکولوں کے باب میں میری رائے میں اصول یہ ہونا چاہئے۔ کہ جس شہر کا اسکول ہو۔ اسی شہر کے لوگوں پر اس کا بوجھ پڑنا چاہئے۔ اور اگر وہ اتنا بار بھی نہ اٹھا سکیں۔ تو انہیں میونسپل کمیٹی یا کونسلوں کی ممبری کا کوئی ووٹ نہیں ملنا چاہئے+

ایک آنہ چندہ دینا کچھ بھی مشکل نہیں۔ مگر اس کا برابر وصول ہوتے رہنا بہت ہی مشکل ہے+ میرے خیال میں اس تجویز کا چلنا دشوار ہے+

مچھلی کے سیخ کباب

۲۰ نومبر کے تہذیب میں ایک بہن حاجت مند نے مچھلی کے سیخ کباب بنانے کی ترکیب پوچھی ہے۔ تو ان کے بنانے کی ترکیب یہ ہے:۔

مچھلی رہو جس میں ایک کانٹا بیچ میں رہتا ہے۔ ایک سیر۔ لال مرچ ایک چھٹانک۔ پیاز چار پانچ گنٹھی۔ گول مرچ دو پائی کی۔ دہی دو پائی کا۔ گھی یا تیل (جس چیز کے کھانے کی عادت ہو۔) آدھ پاؤ+

پہلے مچھلی کو خوب اچھی طرح سے دھو ڈالنا چاہئے۔ اس کے بعد لال مرچ۔ پیاز۔ گول مرچ کو خوب باریک پیس کر مچھلی میں ملا دیں۔ مگر گول مرچ پسی ہوئی آدھی ملائیں۔ اور آدھی رکھ چھوڑیں+ اس کے بعد دو گنٹھی پیاز کو خوب کتر کر گھی یا تیل میں لال کر لیں اور گھی کو مسالہ میں ملی ہوئی مچھلی میں ڈال دیں۔ اس کے بعد لال کی ہوئی پیاز اور آدھی گول مرچ پسی ہوئی میں خوب ملیں+ جب اچھی طرح ایک ہو جائے تو یہ بھی مچھلی میں ملا دیا جائے+ اس کے بعد دہی مچھلی میں ڈال کر خوب اچھی طرح ملا دیں+ نمک بقدر حاجت چکھ کر ڈال لیں+

اس کے بعد سیخ پر مچھلی کو چڑھا دیں۔ پھر کوئلے خوب دہکا کر اس پر اچھی طرح لال کر لیں+ جب خوب اچھی طرح لال ہو جائے۔ تو تھوڑا سا گھی کباب پر ٹپکا دیں۔ بہت ہی لذیذ ہو گا۔ مگر مچھلی کا کباب گرم گرم کھانا چاہئے۔ ٹھنڈے میں زیادہ مزہ نہیں+

ترکی میں مذہبی اصلاحات

(از محترمہ ب۔خ۔ن صاحبہ)

ترکان احرار اپنی نادانی اور جہالت سے اسلامی مسائل کے ساتھ جو سلوک کر رہے ہیں۔ اس سے مسلمانان ہند جو اپنے آپ کو اسلام کے سب سے بڑے خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ ترکوں سے اتنا بھی کہنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ کہ وہ اس لامذہبی اور بے دینی کی رَو میں کیوں بہے جا رہے ہیں۔ کہاں ہیں ہندوستان کی خلافت کمیٹیاں۔ جو خلافت کے استحکام اور حفاظت کے لئے وجود میں آئی تھیں۔ جو خلافت پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا دعویٰ کرتی تھیں۔ وہ دیکھیں کہ ترکوں نے نہ صرف خلافت کو مٹا دیا۔ بلکہ اسلام کے دیگر مسائل پر بھی ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ کیا خلافت کمیٹیوں کا یہی کام تھا۔ کہ خلافت کے نام سے غریب مسلمانوں کی جیبیں خالی کرا کر کچھ اپنے مصرف میں لائیں۔ اور کچھ ترکوں کو پہنچا دیں؟ اگر نہیں۔ تو انہیں چاہئے۔ کہ اب اپنی توپوں کے دہانے ترکوں کی طرف پھیر دیں۔ جو عیسائی حکومت سے بھی زیادہ نہ صرف خلافت کو بلکہ اسلام کو بھی نقصان پہنچا رہے ہیں۔

ترکوں کا اسلام بتا دینے کے بعد میں اب یہ لکھنا چاہتی ہوں۔ کہ ترکوں کی حمایت کیوں کی جاتی ہے۔ میرے نزدیک تو ترکوں کے ہندوستانی حامی تین وجوہات کے سبب ان کی حمایت کرتے ہیں۔ اول یہ کہ آج کل لوگ بے جا آزادی کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسلام نے جو حدود مقرر کی ہیں۔ ان کو بھی توڑ کر غیر مسلم اقوام کی تقلید میں وہ سب کچھ کیا جائے۔ جو وہ کر رہی ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کا مسلمانوں میں پیدا ہونا ارد گرد کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ اور خاص کر یورپ کی فیشن پرستی کا۔ چونکہ یورپ کو دنیا کے خیال پر ایسی حکومت ہے۔ جو مسمریزم سے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے طبائع خود بخود اس کے تمدن کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ممالک جو اسلامی کہلاتے ہیں۔ وہ بھی یورپ کی تہذیب کے اثر سے اسلامی احکام کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

دوم وجاہت کا اثر ہے یعنی ترک کا ایک اسلامی حکومت ہونے کی وجہ سے ہند کے مسلمانوں پر ان کی وجاہت کا بڑا اثر ہے۔ اور وہ اسی سبب سے ترکوں کو اسلام کے حامل اور اسلامی احکام کے پابند قرار دیتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ دنیا میں وجاہت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ہی دیکھ لو۔ قومی لیڈروں کو وجاہت حاصل تھی۔ لیکن انہوں نے ایک وقت (ترک موالات اور تحریک ہجرت) میں کس طرح قوم کو تباہ کیا؟ اچھے خاصے سمجھدار شخص ان کی وجاہت کے اثر سے ان کی باتوں کو مان گئے۔ جس راستے پر انہوں نے چلایا۔ اسی راستے پر چلنے کو تیار ہو گئے۔ ماحصل یہ کہ ترکوں کی وجاہت کے سبب ہند کے مسلمان ان کی کسی تبدیلی کو برا نہیں جانتے۔ جس بات کو وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ بھی ٹھیک کہہ دیتے ہیں۔ اور جس کو وہ برا کہتے ہیں۔ یہ بھی برا کہہ دیتے ہیں۔

بعض لوگ واقعی میں ترکوں کی ان تبدیلیوں سے
کُڑھتے ہوں گے۔ لیکن ان کی وجاہت کے اثر سے
اور ان کو اپنے مسلمان بھائی جان کر اپنے خیالات میں
تبدیلی کر لیتے ہوں گے۔ کہ واقعی میں یہ بات یونہی اچھی
ہوگی ؛

سوم چونکہ مسلمان یورپ کے اثر سے دن بدن
لامذہبی کی رَو میں بہے جا رہے ہیں۔ لہذا یہ لوکسی کی طاقت
نہیں۔ کہ مغربی رَو میں بہے جانے سے لوگوں کو بچایا جائے
بلکہ کوشش یہی کر رہے ہیں۔ کہ اسلامی مسائل ہی کو نئی
روشنی کے ماتحت رکھا جائے۔ اس لئے وہ سوچ سوچ
کر اس کے جواز کے لئے کوئی ایسا حیلہ تلاش کرتے ہیں۔
جس سے ثابت کر دیا جائے۔ کہ اسلام کی فلاں بات
کو چھوڑ دینے میں کوئی ہرج اور کسی مذہب کی فلاں بات
کو اختیار کرنے میں کوئی برائی نہیں۔ حالانکہ اگر ایسی
دلیلوں سے اسلام نہیں چھوٹ سکتا۔ تو وہ دن بھی دُور
نہیں۔ جب ہندوستان میں بھی کوئی مغربی تقلید کا شیدائی
مسلم اسی دلیل سے یہ ثابت کر دے گا۔ کہ پردہ سے مراد
خدائے تعالیٰ کی بے پردہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے مراد
اُس وقت کی ضروریات کا پورا کرنا تھا۔ اور بعض فسادات
سے بچنا تھا۔ تو عالم اسلام کہے گا۔ سبحان اللہ کیا نکتہ نکالا
ہے! اور اگر اس نے یہ کہہ دیا۔ کہ سود سے مراد بھی وہی
قرض ہے۔ جو مصیبت زدہ لیتا ہے۔ اس کو بے شک بغیر
سود کے دینا چاہئے۔ لیکن جو روپیہ لوگ تجارت اور جائداد
کے بڑھانے کے لئے لیتے ہیں۔ اس پر کیوں قرض دینے
والا نفع نہ لے۔ یہ سود نہیں۔ تو سب لوگ کہیں گے۔ کہ
واہ واہ کیا پُر حکمت بات نکالی ہے۔ اگر ایسا ہو جائے۔ تو
کیسی خطرناک بات ہوگی۔ اسلام جو تیرہ سو سال سے
بالکل محفوظ چلا آیا ہے۔ اس کی شکل اس طرح بدل جائے
گی۔ کہ آہستہ آہستہ اسلام کے ہر ایک حکم پر یہ خیال پیدا
ہو جائے گا۔ کہ اس کے چھوڑنے میں کوئی ہرج نہیں
اور نتیجہ یہ رہ جائے گا۔ کہ اسلام برائے نام ایک بدلی
ہوئی صورت میں دنیا میں قایم ہو جائے گا۔ اور جس
طرح عیسائیت نے یورپ کو تباہ کیا ہے۔ اسی طرح
مسلمان بھی روشنی کے جامے میں اسلام کو تباہ کر دیں گے
مذکورۂ بالا سے معلوم ہو گیا۔ کہ ترکوں کی مذہبی تبدیلیوں
کے حامی کس لئے ان کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ
اسلام کی حقیقت سے واقف ہیں۔ وہ کبھی بھی ان تینوں
حالات سے متاثر ہو کر اسلام کو اس کے الٹ ماننے
کے لئے تیار نہیں۔ خواہ ان کے حامی ان تبدیلیوں
کے جواز کے لئے کتنی پُر حکمت باتیں بنا لیں ؛

بہن صاحبہ نے ترکوں کی جو باتیں بیان کی ہیں
ان سب پر یہ کہا ہے۔ کہ اگر انہوں نے یہ کر لیا۔ تو
کیا ہوا؟ چنانچہ پردے کے متعلق بھی انہوں نے یہ کہا
ہے۔ کہ وہ اگر چاردیواری سے نکل آئیں۔ تو انہوں نے
کیا بُرا کیا؟ میں اپنی قابل بہن کی توجہ ایک نامہ نگار
کی چٹھی کے اقتباس کی طرف مبذول کراتی ہوں۔ وہ
لکھتے ہیں۔ کہ "جب میں ترکی میں آیا تھا۔ تو خواتین
نقاب پوش تھیں۔ اور آنکھوں کا نظر آنا بھی مشکل تھا
مگر آج وہ بالکل بے پردہ ہیں۔ وہ ہونٹوں کو ارغوانی
رنگ میں رنگتی ہیں۔ گالوں اور پلکوں میں رنگ آمیزی

پیا کریں۔

واضح ہو۔ کہ جب بیماری دور ہو جائے۔ تو فوراً دوا چھوڑ نہیں دینی چاہئے۔ کیونکہ بیماری کے جرم بالکل ابھی اچھی طرح مرنے نہیں پاتے۔ اگر اس وقت دوا بند کر دی جائے۔ تو ممکن ہے۔ کہ پھر ذراسی بے احتیاطی سے مرض عود کر آئے۔ اس لئے ہفتہ عشرہ بعد میں بھی دوا کا استعمال جاری رکھیں۔ مگر مقدار کم کر دیں اور درمیان کا وقفہ بڑھا دیں۔ یہ دوا امید ہے۔ کہ بڑے بڑے انگریزی دواخانوں سے مل سکے گی ممکن ہے۔ کہ اس قسم کی اَور دوائیں موجود ہوں۔ مگر چونکہ یہ دوا میرے تجربے میں آچکی ہے۔ اس لئے آپ کو آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔

مگر یاد رکھئے۔ کہ مرض سے بچنا ہمیشہ مرض کے علاج سے بہتر ہے۔ اپنی صحت اور جسمانی حالت ایسی رکھیں اور ایسی تدبیریں استعمال کریں۔ کہ مرض آپ کو لاحق ہی نہ ہو۔ نہ کہ بعد میں مرض سے تکلیف اُٹھائیں اور خرچ الگ ہو۔ اور ممکن ہے۔ کہ وہ مہلک بھی ثابت ہو۔ والسلام

خاکسار ممتاز احمد فاروقی۔ از امریکہ

ہماری مادری زبان

تہذیب مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء میں تعلیم نسواں دہلی (کانفرنس اصلاحات) کے زیر عنوان جو بحث درج تھی۔ اور اس پر ایڈیٹر صاحب قبلہ کا جو نوٹ تھا۔ ان کو پڑھ کر بیگم عبداللہ جان صاحبہ نے چاہا تھا۔ کہ بریلی کی انجمن تہذیب کا جلسہ جلد منعقد کیا جائے۔ اور اس مسئلہ پر بحث کر کے کوئی رائے قایم کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے لکھا۔ مگر مہلت تھوڑی تھی۔ اور میں غیر معمولی مہمانداریوں میں مصروف تھی۔ اس لئے جلسہ کا انتظام جلد نہ ہو سکا۔ اور کوئی توقع نہ تھی۔ کہ بروقت کوئی فیصلہ ہو کر محترمہ سلطانہ بیگم کے پاس ایسے وقت بھیجا جاسکے۔ کہ وہ ۸ جنوری کو پونا کانفرنس میں اس کو پیش کریں۔ البتہ ہمارے گھر کے مردوں اور مکان پر آئی ہوئی بہنوں کے درمیان اس مسئلہ پر بہت طول طویل گفتگو ہوئی۔ اور آخر میں ہم اپنے نفس کی خواہش کے خلاف اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ اُردو کو مسلمانوں کی قومی زبان قرار دینا۔ اور اس کو مشترکہ قومیت اور ملک کے مختلف حصوں کی مشترک زبان سمجھ لینا۔ نہ صرف خلاف واقعہ ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے حق میں مضر ہے۔ مسلمانوں کی قومی زبان اگر کوئی کہی جاسکتی ہے۔ تو وہ عربی زبان ہے۔ مگر وہ زیر بحث نہیں۔ افغانی اور سرحدی مسلمان پنجاب کے مسلمانوں کے پڑوسی ہیں۔ مگر ان کی زبان پشتو ہے۔ پھر دور دراز مدراسی مسلمانوں سے یہ توقع رکھنا بیجا ہے۔ کہ ان کی وہی زبان ہو۔ جو پنجاب اور صوبہ متحدہ کی زبان ہے۔ جب ترکی مسلمانوں کو ترکی میں اور افغانی مسلمانوں کو پشتو میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ تو بنگالہ بمبئی۔ مدراس کے مسلمانوں کو بھی بنگالی۔ گجراتی۔ اور مرہٹی زبان میں تعلیم پانے کی اجازت ہونی چاہئے۔

اگر ایسا نہ ہوا۔ اور اُردو زبان کو مادری زبان پر ترجیح دی گئی۔ تو یہ ترجیح یقیناً مختلف مقامات کے مسلمانوں کی تعلیم میں رکاوٹ ثابت ہوگی ٭

ہر مقام کے مسلمانوں کو اس زبان میں تعلیم پانا چاہئے جوان کے ماں باپ روزمرہ گھروں میں بولتے ہیں۔ ورنہ گجراتی۔ بنگالی اور مرہٹی بولنے والوں کے لئے اُردو اتنی ہی اجنبی زبان ہے جتنی انگریزی۔ اور پھر انگریزی زبان نہ صرف ہندوستان بھر کے بلکہ ساری دنیا بھر کے مسلمانوں سے گفتگو کرنے میں کارآمد ہوسکتی ہے۔

ہاں مسلمانوں کو اُردو سے قلبی محبت ضرور ہے۔ میں بھی اس محبت سے خالی نہیں ہوں۔ اس لئے جی یہ ضرور چاہتا ہے۔ کہ بطور زبان ثانی کے اُردو سیکھنا ہندوستان کے تمام صوبوں کے مسلمان اپنا قومی شغل بنالیں ٭

بہنیں اس رائے پر ناراض ہونے سے پیشتر مسلمانوں کے نفع نقصان کا خیال ضرور کرلیں ٭

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ از بریلی

اُردو زبان

بجواب محترمہ سلطانہ بیگم صاحبہ عرض ہے۔ کہ میں نے اپنی چند عزیز و قریب بیبیوں اور معزز سہیلیوں سے مشورہ کرکے یہ رائے قایم کی ہے۔ کہ "پرائمری زنانہ مدرسوں میں مادری زبان کی تعلیم پر زور دیا جائے۔ اور درجۂ پنجم سے مڈل تک کی جماعتوں میں ہر ایک مسلمان لڑکی کو اُردو زبان لازمی پڑھائی جائے۔ اور عربی و سنسکرت اختیاری مضامین رہیں ٭

تعلیم کی ابتداء مادری زبان میں ہونے سے لڑکیوں کو علم کی طرف رغبت اور اس کے حصول میں سہولت ہوتی ہے ٭ جہاں مادری زبان اُردو نہیں ہے۔ اگر وہاں پرائمری تعلیم اُردو کی شروع کرائی جائے۔ تو لڑکیوں کے لئے وبال جان ہو جائے گا۔ وہ پڑھنے لکھنے سے جی چرانے لگیں گی۔ اور دماغ کی نشوونما کماحقہ نہ ہوگی ٭ درجۂ چار تک مادری زبان میں کامیابی کے ساتھ پڑھنے کے بعد حوصلہ و ہمت بڑھیں گے۔ اور تربیت یافتہ دماغ حصول اُردو میں بھی بخوبی کام دے سکے گا ٭

البتہ پرائمری تعلیم کے بعد سے مڈل تک اُردو کی تعلیم لازمی قرار دی جانی چاہئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں پیام و سلام گفت و شنید کا وسیلہ پیدا ہو جائے گا ٭ مسلمانان ہند میں مشترک قومیت کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔ اور نصاب تعلیم حسب دل خواہ اسی زبان میں مرتب ہوسکے گا ٭ مسلمانوں کی موجودہ پستی۔ لاپروائی۔ افلاس اور عدم تنظیم کی حالت میں صرف اُردو ہی میں ذخیرۂ علمی ترتیب دے کر نصاب مرتب کردینا کار عظیم ہے مگر ممکن ہے۔ لیکن یہ بات۔ کہ ملک کی ہر زبان میں ایسی ترتیب ہو جائے گی ٭ سردست محال ہے۔ اس لئے اُردو پر خاص توجہ کرنا ازبس ضروری ہے ٭

مڈل کی جماعتوں میں عربی و سنسکرت کو لازمی

مجھے امید ہے۔ کہ مچھلی کا کباب حاجت مند بہن کو پسند ہوگا۔ ہمارے ہاں مچھلی کا کباب اکثر بنتا ہے۔ اور مچھلی اس طرف کثرت سے ہوتی ہے۔ مچھلی کا کوفتہ مچھلی کا قورمہ اور قلیہ سب کچھ ہمارے یہاں پکتا ہے۔ خدا کرے حاجت مند بہن کا مچھلی کا کباب اچھا اُترے۔

خاکسار نجم النساء از مونگیر

ایک سخت بے رحمی

اَور صوبوں کی عورتوں کا حال تو میں جانتی نہیں۔ مگر ہمارے صوبہ بہار کی مستورات میں عموماً دیکھا جاتا ہے۔ کہ جب ایک بی بی کسی کے ہاں بغرض عیادت یا پُرسے میں جاتی ہیں۔ تو بے چاری مصیبت زدہ بی بی کی دل جوئی کرنے یا صبر و تشفی دینے کی جگہ ان کے غم کو اَور تازہ کر دیتی ہیں۔ جب برادری میں کوئی موت ہو جاتی ہے۔ اس کے عزیز اور ملاقات والوں کا میت کے گھر جانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی رشتہ دار یا ملاقاتی کسی وجہ سے عیادت میں نہ آسکے۔ تو اس سے شکایت ہوتی ہے۔ اور تا زندگی اس کی یہ حرکت بھولی نہیں جاتی۔ مگر یہ تو کچھ ایسا بڑا عیب نہیں۔

خاندان میں اگر کسی نے انتقال کیا۔ تو پھر مہینوں تک رشتہ داروں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ بیبیاں جو ایسے موقعوں پر میت کے گھر آتی ہیں۔ ان کی پہلی حرکت یہ ہوتی ہے۔ کہ جس کے گھر میت ہوتی ہے اسے لپٹ کر رونا شروع کر دیتی ہیں۔ اب ایسی حالت میں اگرچہ حادثہ کو پندرہ بیس روز گزر گئے ہوں۔ اور کچھ صبر بھی اس مصیبت زدہ کے دل میں آگیا ہو تب بھی اس بدنصیب کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ بے چاری پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے۔ بس اتنا ہی نہیں۔ جب وہ چپ ہو گئیں۔ تو اس غم زدہ کے سامنے آنسو بہا بہا کے مرنے والے کی صفتوں کا بہت تفصیل سے بیان کرتی ہیں۔ اس پر قناعت نہیں۔ جتنے دنوں تک وہ اس گھر میں رہتی ہیں۔ اُٹھتے بیٹھتے مرحوم ہی کا تذکرہ کرتی ہیں۔ اور مرحوم کی چیزوں کو دیکھ دیکھ کر آہ سرد بھرتی ہیں۔ ایسی حالت میں ان عزیزوں اور ملاقاتیوں کا آنا کس کام کا ہوتا ہے؟ ان کی تشریف آوری سے غم زدہ کی ڈھارس کہاں تک ہوتی ہوگی۔ بلکہ کُڑھ کُڑھ کر بے چاری کے جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ تو کیا کسی کے غم کو بار بار تازہ کرتے رہنا ایک سخت بے رحمی نہیں؟

خاکسار زاہدہ خاتون بنت ایس ایم مجید الدین
کورٹ انسپکٹر۔ سیول (بھاگلپور)

خط

فائدے دو ہیں مری لاش کے ٹھکرانے میں۔
کہ میں جی اُٹھوں گی۔ آپ ہوں گے مسیحا مشہور۔

قبلہ محترم مولوی صاحب۔ بعد سلام سنت الاسلام

نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے۔ میری دُکھ بھری داستان نہایت ہی المناک ہے۔ میں نے زندگی کا بیسواں سال ختم نہیں کیا تھا۔ کہ بدقسمتی سے بیوگی کی دائمی مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ جس کو تقریباً اب بیس سال ہونے کو آئے۔ یہ مصیبت کا طولانی زمانہ میں نے مسلمانوں کے بچوں کو تعلیم دینے میں صرف کیا! اور بذریعہ دستکاری اپنی شکم پُری کرتی رہی۔ میرے مرحوم شوہر جو ایک معزز سید تھے۔ خاصی جائداد چھوڑ کر مرے۔ مگر لاولد ہونے کی وجہ سے ان کے بھتیجوں نے مجھے حقوق شرعی سے محروم کر رکھا ہے۔ اس لئے میں اپنی ضعیف العمر اور بیوہ والدہ کے پاس رہتی ہوں۔ کثرت غم اور دنیوی آلام و مصیبت کے باعث میری زندگی امراض مختلفہ کے نذر ہو گئی۔ اور اب میری حالت اس قابل نہیں رہی۔ کہ میں بطریق سابقہ دستکاری کے ذریعے معاش حاصل کر سکوں۔ تاہم بچوں کو بدستور تعلیم دیتی ہوں۔ لیکن فکر معاش نے زندگی تلخ کر رکھی ہے۔ اس لئے تہذیبی بہنوں سے عاجزانہ اور مودبانہ التماس ہے۔ کہ ایک مصیبت زدہ سید کی بیوہ پر رحم فرما کر کم سے کم دس روپیہ ماہوار مستقل طور سے کوئی رحم دل اور فیاض خاتون اپنی سرکار سے بطور گزارہ۔ یا آپ کسی امدادی فنڈ سے مقرر فرمائیں۔ تو میں فکر معاش سے بے فکر ہو کر بدستور تعلیمی سلسلہ جاری رکھ سکوں۔ خداوند کریم اس کا اجر دے گا۔

دوسری گزارش یہ ہے۔ کہ اکثر نادار اور کم استطاعت شائقین تہذیب کے لئے تہذیب جاری کرنے کی غرض سے رقم آتی ہے۔ براہ مہربانی راقمہ کے نام بھی اسی سلسلہ میں تہذیب جاری فرما دیا جائے۔ تو مسلم نوازی کا باعث ہوگا۔

فاطمہ معلمہ مکتب اسلامیہ۔ بمکان مولوی محمد قاسم خاں مرحوم۔ شیرانی پورہ۔ رتلام۔ مالوہ

خونِ دل کے قطرے

خون کے تھوڑے سے قطرے جمع تھے دل میں مگر
ہو گیا ہیجان برپا منقسم سب ہو گئے۔
چند قطرے آنسوؤں کے ساتھ مل کر بہہ گئے۔
ہو گئے تقسیم یوں۔ باقی جو اس میں رہ گئے۔
کچھ جلے جل کر دھواں بن کر گئے آنکھوں کے ساتھ۔
شعلہ بن کر کچھ چلے آئے مرے نالوں کے ساتھ۔
رہ گئے دو چار قطرے بھی وہ آخر آئے کام۔
غم نے ان کو کھا لیا۔ بس ہو گیا قصہ تمام۔
قابلِ افسوس و حسرت گو ہے کاشانہ مرا۔
ہے نہیں لذت سے خالی پھر بھی ویرانہ مرا۔
خوں کے بدلے رنج و آلام و تعب رہتے ہیں یاں۔
یاس و حرماں اس کے ہمدم۔ غم ہے اس کا پاسباں۔
خوگرِ جور و جفا ہے یہ مرا ناکام دِل۔
جو مزے لوٹے جفا کے۔ ہے اسی کا نام دل۔
اے صبا۔ خاکسترِ دل میں ابھی ہے کچھ چمک۔
رہ گئی ہے اس میں بس تھوڑی محبت کی جھلک۔

کنیز فاطمہ مسز عبدالرحمٰن ۔ لکھنؤ

محفل تہذیب

۱۹- اکتوبر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے محمد شفیق جان کو ننھا بھائی عطا فرمایا۔ مگر والدہ شفیق جان اسی روز سے بیمار ہیں ۔ تہذیبی بہنوں سے درخواست ہے ۔ کہ وہ مریضہ کے لئے جو ۱۶ سال سے تہذیب کی خریدار ہیں۔ دعا کریں۔ کہ اللہ پاک انہیں صحت عطا فرمائے ۔ پانچ روپے تہذیب فنڈ کے لئے ارسال خدمت ہیں ۔ نانی محمد شفیق جان ۔ پشاور

مینیجر ۔ آپ بلقیس بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر عبدالصمد خاں ایجرٹن اسپتال پشاور شہر سے ملیں ۔ وہ انشاء اللہ اپنے شوہر سے خاطر خواہ علاج کرا دیں گی۔

تہذیبی بہنیں مریضہ کے لئے دعا کریں ۔ کہ شافی مطلق ان کو صحت بخشے ۔

تہذیب نسواں میں اکثر بہنیں دانتوں کے درد کی اور مسوڑھے پھولنے کی شکایت لکھتی رہتی ہیں ۔ ہمارے ہاں ایک منجن دس بارہ سال سے سب لوگ استعمال کرتے ہیں ۔ اور خدا کے فضل سے کوئی شکایت باقی نہیں رہتی ۔ اگر کسی بہن کو ضرورت ہو ۔ تو میں تیار کرا کر بھیج سکتی ہوں ۔ یہ منجن کوئی اشتہاری چیز نہیں ۔ مگر اتنا فائدہ کرتا ہے ۔ کہ اگر کسی قدر ہلتا ہوا دانت ہو۔ تو رات کو سوتے وقت مل کر بلا کُلی کئے سو جائیں۔ خدا کے فضل سے ضرور فائدہ ہوگا ۔ صرف محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا ۔ اگر بہنیں خط و کتابت کریں ۔ تو جواب کے واسطے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ضرور روانہ کریں ۔ ورنہ میں جواب لکھنے سے قاصر رہوں گی ۔ اور خط اس پتے پر روانہ کریں۔ بمقام قصبہ گلاؤٹھی ۔ ضلع بلند شہر ۔ مکان منشی مہربان علی صاحب مرحوم ۔ پاس ہمشیرہ حسن احمد

مجھے اپنی ایک نہایت ہی عزیز سہیلی کا پتہ مطلوب ہے ۔ وہ بھوڑ بریلی کی رہنے والی ہیں ۔ اور مظفر نگر ان کی سسرال ہے ۔ ان کی اور میری دوستی کو دس سال کا عرصہ ہوا ۔ کبھی ایسا نہیں ہوا ۔ جو انہوں نے میرے خط کا جواب نہ دیا ہو ۔ پارسال نومبر سنہ ۱۹۲۵ء میں ان کا صرف ایک کارڈ ملا تھا۔ کہ میں بیمار ہوں ۔ اس کے بعد ہر چند میں نے خطوط لکھے ۔ مگر نہ مظفر نگر سے کوئی جواب آیا ۔ اور نہ بریلی سے کسی نے جواب دیا ۔ ان چند سطور کو دیکھتے ہی براہ کرم کوئی بریلی کی رہنے والی بہن ان کا پتہ اور حال ضرور لکھیں ۔ بے حد مشکور رہوں گی ۔ مسز ضیاء الحسن مندسور ۔ ریاست گوالیار

ایرانی اخبارات کی بابت تہذیب میں جو استفسار چھپا تھا ۔ اس کے متعلق ایک کرم فرما از راہ عنایت

۸ ۷ ۳ ۳

چند مشہور فارسی اخباروں اور رسالوں کے نام اور پتے حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں:-

۱- مہر منیر- اڈیٹر محمد اسمعیل منیر مازندرانی - دربازار سرشور- سرائے بانک - مازندران (ایران)

۲- گلشن- اڈیٹر رضا امیر رضوانی - جہاں شاہ آباد طہران (ایران)

۳- حبل المتین - اہاری لکار روڈ - کلکتہ-

۴- رسالہ "ایران شہر" پتہ

Iran schahr
Berlin wilmersdorf
Augusta str

۵-۶- رسالہ سود مند - و رسالہ رستاخیز- اڈیٹر ہردو- عبداللہ رازی - صندوق البوستہ نمبر ۴۳ قاہرہ (مصر)

کنیزہ بیگم کو رضویہ خاتون صاحبہ کے مفصل پتے کی ضرورت ہے + جو خطوط ریت گھاٹ بھوپال لکھ کر بھیجے گئے - وہ واپس آئے - کیونکہ ان میں معرفت نہ تھا - اور ہم لوگ وکیل صاحب کا پورا نام بھول گئے ہیں + امید ہے - کہ رضویہ خاتون صاحبہ خط وکتابت جاری کریں گی + پہلے تو وہ وقت پر خط لکھا کرتی تھیں - نہ معلوم اب کیوں ناراض ہیں: مسز ایم اے صمد- بہار

مجھ کو ایک ایسے رسالہ کی ضرورت ہے جس میں ہر طرح کے رنگ بنانے کی ترکیب اور وزن وغیرہ مشرح تحریر ہوں - لیکن کپڑوں کا رنگ بنانے کی ترکیب نہیں - بلکہ لکڑی پر پینٹ کرنے اور ہر قسم کے پالش کرنے کی + اگر اس طرح کا کوئی رسالہ نکلتا ہے - تو کوئی بہن یا بھائی براہ نوازش اس کے پتے اور قیمت سے مطلع فرمائیں - ممنون ہوں گی +

راقمہ - از شاہ گنج - آگرہ

یہ مضامین درج اخبار کئے جائیں:-

خط وکتابت	دختر سید شبیر حسین
عجیب واقعہ	امت الوحی
بددعا	شافیہ بیگم
غلط فہمی	مسز عبدالغنی
حیثیت سے زیادہ مہر	گمنام
اوقات خواب	زاہدہ خاتون
کروشیا کی حفاظت	ایم- ایف
ہماری اصلاح کی تدابیر	زہرہ خاتون
جاڑا	رضویہ خاتون
منّی	محمود الحسن

یہ مضامین درج نہیں ہوں گے:-

مسلمان کا ایمان - امتیازی نشان - نظم صبح کا سماں - ہندوستان کی عریاں نویس خواتین - ہندو سنگٹھن اور مسلمان پر نظر - صدیق اکبرؓ کے بعض اقوال وفیصلہ جات - دوستی کے پردہ میں دشمنی - مشورہ - نادیدہ مشتاق - حسن وقبح پر نظر غائر - علم کی سنہری کرن +

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

ترکی عورتوں کے فیشن

جس روز ترکی عورتوں نے دلی شوق سے ٹوپی پہننا شروع کر دی۔ تو یہ سمجھنا چاہئے۔ کہ اسی روز وہ اپنے زنانہ لباس کی آخری نمایاں خصوصیت کو خیرباد کہہ دیں گی۔ ویسے انہوں نے یورپین عورتوں کی طرح بال ترشوانے اور گردن کو اُسترے سے صاف کروانا شروع کر دیا ہے۔ تاہم غازی کی سفارش بھی اب تک ان کے دل میں یورپین ٹوپی کا شوق پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ انہیں بخوبی معلوم ہے۔ کہ چنری جب سلیقے سے اوڑھی جاتی ہے۔ اور اسے سر کے گرد اس طرح لپیٹ لیا جاتا ہے۔ کہ گردن سے لے کر پیشانی تک کے بال اس میں چھپ جائیں۔ تو جمال آرائی کے اعتبار سے پھر کوئی ٹوپی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔ چنری میں سر کی نفیس گولائی بخوبی نمایاں رہتی ہے۔ اور لباس اور موسم اور مزاج کی مناسبت سے اس کے مختلف رنگ منتخب کئے جا سکتے ہیں۔

چنانچہ اب یہ حالت ہے۔ کہ اکثر عورتیں جب پریزیڈنٹ سے کسی سرکاری معاملے پر ملنے جاتی ہیں۔ یا حکومت کی دوسری تقریبات میں شامل ہوتی ہیں۔ تو ٹوپی پہن لیتی ہیں۔ لیکن انہیں اپنے پہناوے کا اصلی لطف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ گھر آ کر ٹوپی کو تو اتار کر کھونٹی پر ٹانگ دیتی ہیں۔ اور اس کی جگہ اپنا باشلک یا ننھا سا دوپٹہ اوڑھ لیتی ہیں؛

دوپٹے کے اس شوق کا باعث نہ محض جمال آرائی کا فطری ذوق ہے۔ اور نہ محض کفایت شعاری۔ یوں عام طور پر سستی چنریاں ہی رائج لیکن اعلیٰ چنریاں ٹوپیوں سے کم قیمت پر نہیں مل سکتیں۔ اور پھر فیشن ایبل عورتوں کو تو کئی کئی خریدنی پڑتی ہیں۔ اس شوق کا باعث زیادہ تر قومیت کا جذبہ نظر آتا ہے۔ ترکی عورتوں کو یہ بات پسند نہیں۔ کہ اجنبی اثرات میں وہ اپنی مخصوص پرانی وضع داری کو بالکل ہی بھلا ڈالیں۔ ان کے نزدیک یہی کیا کچھ کم ہے۔ کہ بازاروں میں ترک مردوں کو یونانیوں اور ارمنیوں میں تمیز نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ بھی اپنے لباس کی اس آخری امتیازی خصوصیت کو ترک کر دیں؛

ترکی عورتوں میں اب ایک مدت سے جس لباس کا رواج ہے۔ وہ چارشف کہلاتا ہے۔ اس کے دو نمایاں حصے ہیں۔ ایک اسکرٹ اور دوسرے کیپ۔ اسکرٹ نیچے پہنی جاتی ہے۔ اور کیپ سے

سر ڈھالکا جاتا ہے۔ اسے سر پر ڈال کر پیچھے گردن
پر اکٹھا کر لیا جاتا ہے۔ اور پھر شانوں پر پھیلاتے
ہوئے ٹھوڑی کے نیچے ایک بروچ سے اٹکا لیتے
ہیں۔ اسکرٹ اور کیپ عام طور پر ایک ہی رنگ
کے استعمال کئے جاتے ہیں۔

چارشف کے اس لباس میں درزی ایک مدت
سے جدتیں پیدا کر رہے ہیں۔ فیشن کے عام رجحان
کے مطابق اسکرٹ رفتہ رفتہ چھوٹی ہو گئی ہے۔ اور
کیپ کی وضعیں زیادہ دلفریب اور شبک بن
گئی ہیں۔ لیکن اب پچھلے چند سال سے اعلیٰ سوسائٹیوں
میں کیپ متروک ہی ہو گئی ہے۔ اور اس کی جگہ
ایک ننھی چھتری نے لے لی ہے۔

اناطولیہ کے دیہات میں چارشف کی پرانی
وضع ہی رائج ہے۔ لیکن شہروں میں اس کی جدید وضع
مستعمل ہے۔ فیشن کی شوقین عورتوں نے اسے یک قلم
ترک کر کے اس کی جگہ پیرس کے جدید لباس پہننے
شروع کر دئے ہیں۔

سنگھار میں ترکی عورتیں یورپین عورتوں سے
زیادہ ماہر ہیں۔ اور علاوہ دوسرے سنگھار کے اپنے
نازک ہاتھوں کے ناخنوں تک کو مناسب طور پر سرخ
رنگنا جانتی ہیں۔ ان کا یہ فن اچھا خاصا مشکل اور
پیچیدہ ہے۔ اس کی مدد سے وہ پلکوں تک کو سنوارتی
ہیں۔ اور چھوٹی آنکھ کو زیادہ لمبا ظاہر کرنے میں بھی
کامیاب ہو جاتی ہیں۔

جاپان کی ترقی

شیفیلڈ (انگلستان) کی ایک خاتون مس
للیین ہورے ان ہی دنوں ٹوکیو اور جاپان کے
دوسرے شہروں کی سیاحت سے واپس آئی ہیں
اور مختلف شعبوں میں جاپانیوں کی ترقی سے بہت
متاثر معلوم ہوتی ہیں۔ ایک اخبار کے نمائندے
سے انہوں نے دوران ملاقات میں بیان کیا۔ کہ
جاپان مغربی روش پر ایسی سرعت سے ترقی کر رہا
ہے۔ کہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ مغربی لباس اختیار
کرنے کا رجحان عام ہے۔ اور مردوں میں زیادہ نمایاں
نظر آتا ہے۔ وہ گھر کے باہر سوٹ اور گھر میں اپنا جاپانی
لباس پہنتے ہیں۔ لیکن عورتوں میں یورپین ٹوپی
ابھی تک مقبول نہیں ہونے پائی۔ اس کے علاوہ
دن بدن مغربی تعلیم۔ کھیل اور طریقے اختیار کئے
جا رہے ہیں۔ اور وہ ہر معقول انگریزی بات کو اپنے
ہاں رواج دے کر بہت خوش ہوتے ہیں۔

جاپانیوں کی ہمت و استقلال۔ ترقی کی خواہش
اعلیٰ اخلاق اور خوش و خرم رہنے کی عادت نے
خاتون مذکور پر خاص طور سے اثر کیا ہے۔ انہوں نے
کہا۔ جاپانیوں کی ہمت اسی بات سے ظاہر ہوتی ہے
کہ زلزلے اور آتش زدگی کے بعد وہ نہایت استقلال
سے اپنے منہدم شہروں کو از سر نو تعمیر کرنے میں
مصروف ہو گئے ہیں۔ ان کی ترقی ان کے معیار
تعلیم اور اس امر سے نمایاں ہے۔ کہ عورتوں کو
سوسائٹی میں نسبتاً بلند مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ ان

گئے۔ اور بہت سا سامان فرانسیسیوں کے ہاتھ آیا۔ الاطرش پانچ سواروں کے ہمراہ بھاگ کر بچ گیا۔ اس کا گھوڑا بہت تیز تھا۔ اس لئے فرانسیسی تعاقب میں ناکام رہے۔

طنجہ۔ ۵ جنوری۔ ہسپانی علاقے میں عام اضطراب پھیلا ہوا ہے۔ ہسپانی فوج اور مراکش کے قبیلہ بنی الدر میں مقابلہ ہوا۔ جس میں بیس ہسپانی مارے گئے۔ اس قبیلہ کے سردار کے پاس مجاہدین کی خاصی تعداد موجود ہے۔

ہانکو (چین) کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں غیر ملکیوں خصوصاً برطانیہ کے خلاف سخت شورش برپا ہے۔ اور ناگزیر حالات کی بنا پر برطانی بستی کے بنک اور دکانیں غیر معین مدت کے لئے بند کردی گئی ہیں۔ وہ وقت دور نہیں۔ جو شاید بستی کی بستی ہی خالی کرنی پڑے۔

بعد کا تار۔ احتیاط کے طور پر ہانکو۔ ایچنگ اور کیو کیانگ سے برطانی عورتوں اور بچوں کو ہٹا لیا گیا ہے۔ دو جہاز جن پر تین سو عورتیں اور بچے سوار ہیں شنگھائی کی طرف آرہے ہیں۔

نیویارک (امریکہ) میں بجلی کی نمائش کے موقع پر ایک حیرت انگیز ایجاد دکھائی گئی۔ یہ ایجاد سرچ لائٹ ہے۔ دو کھرب لمپوں کی روشنی دیتی ہے۔ اور اس سے چالیس میل کے فاصلے پر رکھا ہوا اخبار پڑھا جا سکتا ہے۔

برطانی عجائب خانہ اور پنسلوینیہ یونیورسٹی کی مشترکہ مہم نے عراق عرب میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کی عمارتیں تلاش کی ہیں۔ انہوں نے ایک بہت بڑے ٹیلے کو کھود کر سطح زمین سے بیس فٹ نیچے محفوظ مکانات نکالے ہیں۔ ان مکانات کے باہر سے اینٹوں کے ردے لگے ہوئے ہیں۔ اور اندر کی طرف کی دیواریں کچی ہیں۔ اور ان کی وضع قطع بغداد کے گھروں کی سی ہے۔ ان عمارتوں سے اب سے چار ہزار سال پیشتر کے انسانوں کی خانگی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت زندہ اشخاص اوپر کی منزلوں میں تو خود رہتے تھے۔ اور مکانوں کی نچلی منزل میں اپنے مُردے دفن کیا کرتے تھے۔ بعض ایسی تختیاں بھی برآمد ہوئی ہیں جن پر کچھ لکھا ہوا ہے۔

کابل کے برطانی سفارت خانے میں آگ لگنے کی مزید تفصیلات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بجلی کا تار خراب ہونے کی وجہ سے آگ لگی۔ اور اس نے جس عمارت کو خاک سیاہ کر دیا۔ وہ امیر حبیب اللہ خاں مرحوم کی خاص قیام گاہ تھی۔ اور اسی عمارت میں معاہدۂ ڈیورانڈ پر دستخط ہوئے تھے۔

کوالالنگن (ملایا) میں دریا چالیس فٹ چڑھ گیا۔ جس سے کئی ہزار مربع میل تک پانی ہی پانی ہو گیا۔ اور ہزاروں انسان بے خانماں ہو گئے۔ ریل کے پلوں پر لاشیں ہی لاشیں دکھائی دیتی ہیں۔ وہاں کے ایک پیر اک سلطان نامی نے بارہا اپنی جان

خطرے میں ڈال کر بہت سی جانیں بچائیں۔ اور اس کی بہادری کا غلغلہ سارے ملایا میں بلند ہو گیا۔

سر سیموئل ہور اور ان کے آٹھ دیگر ساتھیوں نے لندن سے بغداد تک ۴۸ گھنٹے میں بذریعہ ہوائی جہاز سفر کیا۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ نے اپنے سالانہ جلسے منعقدہ ۲۴ دسمبر میں یونیورسٹی کے حسب ذیل عہدیدار منتخب کئے۔

ہز ہائنس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ بھوپال چانسلر۔ ہز ہائنس سر آغا خاں پرو چانسلر۔ نواب محمد مزمل اللہ خاں وائس چانسلر۔ شیخ عبداللہ صاحب خازن۔ سید سجاد حیدر صاحب رجسٹرار یونیورسٹی میعاد عہدہ ایک سال کے لئے اور بڑھا دی گئی۔

مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو (امرت سر) لیگ کے سکرٹری منتخب کئے گئے۔

کلکتہ کا ایک اخبار لکھتا ہے۔ کہ حضور وائسرائے کے دورۂ بنگال کے موقع پر جب لیڈی اردن بیتھون کالج کے معائنہ کے لئے تشریف لانے والی تھیں۔ تو وہاں کی پرنسپل نے لیڈی اردن کے قدموں پر پھول چڑھانے کی کوشش کی۔ لیکن کالج کی لڑکیوں نے انہیں روک دیا۔ اس پر پرنسپل صاحبہ نے لڑکیوں کو طعنہ دیا۔ کہ تم مہاتما گاندھی پر تو پھول چڑھاتی ہو۔ لیکن وائسرائے کی بیوی پر پھول چڑھانے سے روکتی ہو!

آکسفورڈ یونیورسٹی نے مس سیتا بائی نرائن راؤ بی اے (بمبئی) کو پی ایچ ڈی کی ڈگری دی ہے یہ ڈگری ان مضامین کے صلے میں عطا کی گئی ہے جو انہوں نے رامائن اور مہابھارت کے زمانے کی عورتوں کے رتبے پر لکھے تھے۔

وائسرائے ہند کی ہمشیرہ مسز آنریبل فاکس لین ہندوستان تشریف لا رہی ہیں۔ آپ کرنل فاکس لین ممبر پارلیمنٹ کی بیوی ہیں۔

اسی ہفتے راجہ صاحب محمود آباد کی صاحبزادیوں کی شادیاں ہونے والی ہیں۔ ایک صاحبزادی سر علی امام کے صاحبزادے سے اور دوسری راجہ صاحب ابو جعفر تعلقہ دار پیر پور کے بیٹے کے ساتھ منسوب ہوئی ہیں۔

ایک ۱۹ سالہ یوریشین نوجوان مسٹر لوئیس البرٹ جو پیانگ کا رہنے والا ہے۔ اور تمام دنیا کی سیاحت کے لئے روانہ ہوا ہے۔ ۲ جنوری کو کراچی پہنچا۔ اس کا بیان ہے۔ کہ میں ۱۸ اگست ۱۹۲۵ء کو چلا تھا۔ ملایا۔ سیام۔ چین۔ جاپان۔ برہما اور ہندوستان ہوتا ہوا یہاں پہنچا ہوں۔ اور اب ایشیائے کوچک۔ یورپ اور امریکہ جاؤں گا۔ میرے پاس کوئی روپیہ پیسہ نہیں۔ البتہ چند تصویروں کے پوسٹ کارڈ بیچ کر اپنا پیٹ پال رہا ہوں۔

حضور وائسرائے نے بنارس یونیورسٹی میں گائکوار لائبریری ہال کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر معزز مرد عورتیں موجود تھیں۔

خبریں اور نوٹ

محمود زکی پاشا مصری اب سے پچیس سال پہلے مصر سے جلاوطن ہو کر قسطنطنیہ آئے۔ اور عثمانی سلطنت میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز رہے انہوں نے اپنے ایک مضمون "ترکی کے حالات" میں ترکی کے جدید قانون ازدواج کے متعلق لکھا ہے۔ کہ پچھلے دنوں یہ خبر مشہور ہوئی تھی۔ کہ حکومت ترکی نے غیر ترکی مردوں کو ترکی عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دیدی ہے + یورپ والوں نے اس خبر پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ اور اس کے پردے میں بعض اور مذہبی الزام لگا کر ان کے خلاف خوب پروپگینڈا کیا۔ حالانکہ اصل قانون یہ نہیں۔ بلکہ یوں ہے۔ کہ ترکوں کی قومی مجلس نے ان تمام لوگوں کو قانوناً ترکی رعایا قرار دیا ہے۔ جنہوں نے ترکی رعایا بننا قبول کیا۔ ان میں اطالوی۔ ارمن اور یہودی بھی ہیں + ازدواج کے جس قانون کی رو سے ترکی عورتوں کو غیر ملکیوں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت ہے۔ وہ ان ہی اطالوی۔ یہودی اور ارمن عورتوں تک محدود ہے۔ جو قانون کی رو سے ترکی رعایا ہیں +

پاشا موصوف نے اسی مضمون میں خلیفہ کی معزولی کے اسباب بیان کر کے لکھا ہے۔ کہ جنگ آزادی کے دوران میں اناطولیہ کے مدبرین نے عبدالمجید خاں کو جو اس وقت ولی عہد تھے۔ دعوت دی۔ کہ آپ اناطولیہ آ جائیں۔ اور فوج کی سرداری قبول کر لیں + اس کے جواب میں عبدالمجید خاں نے اپنی بیگمات سے مشورہ کے بعد لکھا۔ کہ جب تک ترکی مجلس کے ارکان اور فوج کے بڑے بڑے افسر اپنا دستخطی دعوت نامہ نہ بھیجیں گے۔ میں اسے قبول نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن پھر بھی عبدالمجید خاں نے لیت و لعل کی۔ اور اس کی اطلاع سلطان وحیدالدین خاں کو بھی کر دی۔ جس سے وہ اناطولیہ کی تحریک آزادی کے دشمن بن گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اس تحریک کے مخالف نہ تھے + اس سے قوم پرست ترکوں کو یقین ہو گیا۔ کہ ولی عہد کام کرنا نہیں چاہتا۔ صرف آرام چاہتا ہے + سلطان وحیدالدین خاں کی جلاوطنی کے بعد جب عبدالمجید خاں کو خلیفہ بنایا گیا۔ تو انہوں نے ایک دوسری حرکت یہ کی کہ اپنا ایک خفیہ کارندہ جلال الدین عارف پاشا کے پاس روما بھیجا۔ کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر خلافت و سلطنت پر قبضہ کر لیں +

قسطنطنیہ میں بہت کچھ تلاش کے بعد سلطان وحیدالدین خاں کے چند صندوق برآمد ہوئے ہیں جن میں جواہرات ہیں۔ ان کی قیمت کا اندازہ ۳۰ ہزار پونڈ کیا گیا ہے +

ترکی حکومت نے اپنے ان تمام سفرا اور سیاسی نمایندوں کو انگورا میں طلب کیا ہے۔ جو ممالک غیر اور ممالک ترکی میں ہیں + کہا جاتا ہے۔ کہ انگورا

میں ایک اہم سیاسی کانفرنس ہونے والی ہے جس میں سلطنت ترکی کے تمام سفرا۔ سیاسی نمایندے اور ملک کے سیاست دان شریک ہوں گے +

ٹائمز کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے۔ کہ ترکی پولیس نوجوان مردوں اور لڑکیوں کی اخلاقی حالت کی حفاظت کے خیال سے ان ناچ گھروں کو بند کر رہی ہے۔ جو حکومت انگورا کی اجازت سے کھولے گئے ہیں۔ کیونکہ پولیس کو اس امر کی سخت شکایت ملی ہے۔ کہ ان ناچ گھروں کی بدولت بہت سی لڑکیاں گم ہو گئی ہیں + پولیس نے انتظام کیا ہے۔ کہ آیندہ جو لڑکیاں ناچ کی درسگاہوں میں ناچنا سیکھنے جائیں گی۔ انہیں اپنے ماں باپ کی رضامندی کی تحریری سند پیش کرنی پڑیگی +

ٹائمز کا نامہ نگار روما سے لکھتا ہے۔ کہ اٹلی کے ایک شہر میں چار ناچنے والیاں جل کر مر گئیں۔ اس لئے ناچ گھروں کی سخت نگرانی کی جارہی ہے۔ اور وزیر اعظم مسولینی نے احکام جاری کر دئے ہیں۔ کہ ناچ گھر بند کر دئے جائیں۔ کیونکہ ان سے بداخلاقی پھیلتی ہے +

ایک جرمن اخبار کے نامہ نگار نے سلطان ابن سعود سے ملاقات کر کے بہت سے سوالات پوچھے سلطان موصوف نے مستقبل حجاز کے متعلق کہا۔ کہ "میں چاہتا ہوں۔ حجاز کی حکومت دوسری اسلامی حکومتوں کی طرح آزاد ہو۔ اور اس میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنے کی طاقت موجود ہو" سلطان موصوف نے منصب خلافت کے متعلق فرمایا۔ "کہ میں ایسے شخص کی خلافت کے اعتراف پر متحد ہوں۔ جس میں شریعت مقدسہ کی تمام صفات و خصائل موجود ہوں اور سب سے ضروری یہ کہ اس میں اتنی طاقت ہو۔ کہ وہ عالم اسلام کے حقوق کی حفاظت کر سکے" نامہ نگار نے کہا۔ کہ کیا یہ صفات آپ میں موجود ہیں؟ سلطان نے جواب دیا۔ کہ میں اپنے علاقہ اور بلاد میں محترم ہوں۔ اور وہاں کے حقوق کی حفاظت کر سکتا ہوں۔ مثلاً شام کے لئے مجھ میں طاقت ہے۔ ساٹھ ہزار تلواریں میرے اشارے پے چمک سکتی ہیں۔ مگر ممالک اسلامیہ مثلاً مصر یا ہندوستان وغیرہ پر حملہ ہو۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس لئے میں اپنے میں وہ باتیں نہیں پاتا۔ جو خلافت کے لئے ضروری ہیں + ہند کی رائے کے مطابق میں چاہتا ہوں۔ کہ مکہ معظمہ میں ایسی مجلسیں قایم ہوں جس میں تمام ممالک اسلامیہ کے نمایندے شریک ہو کر اپنا خلیفہ منتخب کر لیں۔ مگر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ کہ ایسا خلیفہ محض نام کا ہوگا۔ کیونکہ جب تک خلیفہ کے ہاتھ میں حکومت نہ ہو گی۔ وہ ہرگز اسلام کے لئے مفید نہ ہوگا + مسلمانوں کو روحانی مرشد کی ضرورت نہیں۔ ان کا روحانی مرشد قرآن ہے"

بیروت کا تار۔ فرانسیسی سواروں کے ایک دستے نے دروزیوں کے ایک گروہ کو جو سردار الاطرش کی زیر سرکردگی بڑھ رہا تھا۔ زبردست شکست دی + بیس دروزی اور ان کے سو گھوڑے مارے

کے لئے تعلیم اور ترقی حاصل کرنے کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور عورتوں کو ووٹ دینے کا حق ملنے کی تحریک بھی شروع ہو چکی ہے۔

لڑکیوں کو بھی پہلے کی نسبت بہت زیادہ آزادی حاصل ہے۔ اور وہ مدرسوں میں مغربی لباس پہنتی اور بہت زیادہ کھیلتی ہیں۔ لڑکیوں کا کیا ذکر جاپان میں انگلستان کی طرح ہر شخص نے زیادہ کھیلنا شروع کر دیا ہے۔

شراب نوشی کے خلاف تمام دنیا کی عورتوں کی مسیحی انجمنوں کا صدر دفتر ٹوکیو میں ہے۔ مِس ہودے وہاں بھی گئیں۔ اور انہوں نے یہ دیکھ کر اپنی خوشی ظاہر کی۔ کہ اس تحریک کا تمام کام اب جاپانی عورتیں خود ہی کر رہی ہیں۔ اور یورپین عورتوں کی امداد سے بے نیاز ہو چکی ہیں۔ گو جاپان میں شراب کا استعمال زیادہ نہیں۔ لیکن انجمنوں کی کارکنوں کے نزدیک انجمن قایم ہونا مناسب ہے۔ یہ انجمن ہر مدرسے کے اُستاد کو شراب کے مضر اثرات پر نہایت فائدہ مند لٹریچر بہم پہنچاتی ہے۔

تمام جاپانی بچے چھ سال کی عمر میں مدرسے میں داخل ہونے پر مجبور کئے جاتے ہیں۔ جہاں چھ سال تک تعلیم پاتے ہیں۔ لیکن اب تجویز ہو رہی ہے۔ کہ بجائے چھ کے آٹھ سال تک وہ تعلیم کریں۔ اور اس سے فارغ ہونے کے بعد امتحان کے ذریعے اعلیٰ تعلیم کی جماعتوں میں داخل کئے جائیں۔

عورت صدر جمہوریت

بہت ممکن ہے۔ کہ چینیوں کی جدید کنٹونیز گورنمنٹ کی پہلی صدر ایک عورت ہو۔ شکاگو سے یہ اطلاع ملی ہے۔ کہ چینی گورنمنٹ کا دار الخلافہ جب ہانکاؤ سے ووچانگ میں منتقل کر دیا جائے گا۔ تو چینی جمہوریت کے بانی سن یٹ سن کی اہلیہ کچھ عرصے کے لئے چین کی جدید گورنمنٹ کی صدر مقرر کر دی جائیں گی۔ لیکن ابھی تک اس کے متعلق تفصیل سے اطلاع نہیں ملی۔

لڑکیوں کا بین الاقوامی ہاسٹل

اکثر لڑکیاں دوسرے ملکوں سے وظیفے پا کر یا اپنا ذاتی روپیہ خرچ کر کے انگلستان میں حصول علم کے لئے جاتی ہیں۔ لیکن حالات اور گنجائش کے مطابق کسی کو شہر میں کسی جگہ رہنا پڑتا ہے۔ اور کسی کو کسی جگہ۔ اور اکثر اوقات اس علیحدگی کی وجہ سے ایک کو دوسری کی موجودگی تک کا علم نہیں ہونے پاتا۔

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مِس سپرلنگ نے طالب علم لڑکیوں کے لئے ایک بین الاقوامی ہاسٹل کھول دیا ہے۔ اور امید ظاہر کی ہے۔ کہ اب تمام اقوام کی لڑکیاں ان کے ہاسٹل میں یکجا ہو سکیں گی۔ اور ایک دوسرے کی ملاقات سے مستفید ہوں گی۔ اور چونکہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے مذاق اکثر ایک ہی سے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ

میل جول نہایت دلچسپ اور پُر لطف ہوگا۔

مِس سپرلنگ کی رائے ہے۔ کہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو خانہ داری کی مصروفیتوں سے بالکل الگ نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ ان کا ارادہ ہے۔ کہ اس ہاسٹل کی خانہ داری کے کام بھی کسی طرح ان ہی تعلیم یافتہ لڑکیوں میں تقسیم کردیں۔ لیکن ابھی وہ یقین سے نہیں کہہ سکتیں۔ کہ وہ اس قسم کا انتظام کرنے میں کامیاب ہوسکیں گی۔ یا نہ ہوسکیں گی۔

شادی کی انگوٹھی

عیسائیوں میں بہت مدت سے یہ دستور چلا آتا ہے۔ کہ شادی کے موقع پر شوہر اپنی بیوی کو شادی کی انگوٹھی پہناتا ہے۔ لیکن گزشتہ دنوں انگلستان میں پہلی مرتبہ ایک ایسی شادی ہوئی۔ جس میں بیوی نے اپنے شوہر کی رضامندی سے انگوٹھی پہننے سے انکار کردیا۔ دریافت کرنے پر دونوں نے کہا۔ کہ موجودہ روشن خیالی اور ترقی تہذیب کے حالات میں یہ نہایت ذلیل بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ میاں بیوی کا باہمی تعلق انگوٹھی یا کسی دوسرے ایسے ہی نشان کا محتاج سمجھا جائے۔ انگوٹھی پہنانا اُس زمانے کی یادگار ہے۔ جب عورتیں شوہروں کی مونس و صلاح کار نہیں۔ بلکہ ان کی ملکیت یا باندیاں سمجھی جاتی تھیں۔

بعض انگریزی اخبار اس آزاد خیالی پر یوں اظہار رائے کررہے ہیں۔ کہ انگوٹھی پہننے اور پہنانے میں ذلت معلوم ہوئی۔ اور باقی رسوم کو کیوں نہ ذلت سمجھا۔ آخر نکاح بھی تو میاں بیوی کے سمجھوتے کا ایک رسمی اظہار ہے۔

بجلی کا ضروری کام

جن شہروں میں بجلی لگ چکی ہے۔ وہاں کے گھروں میں آئے دن فیوز جل جانے کی شکایت سُننے میں آتی رہتی ہے۔ بعض اوقات نہایت اہم موقعوں پر یہ شکایت پیدا ہوتی ہے۔ گھر میں کوئی مہمان آیا ہوا ہو۔ کوئی بیمار ہو۔ رات میں کوئی ضروری کام ختم کرنا ہو۔ اور فیوز جل جانے سے اندھیرا گھُپ ہو جائے تو بے انتہا بے چینی اور بے قراری میں وقت صرف ہوتا ہے۔ بجلی کے آسرے پر ہر وقت لیمپ کو چمنی۔ بتّی اور تیل سے درست نہیں رکھا جاتا۔ کہ اس سے کام لے لیا جائے۔ چنانچہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ کہ بجلی گھر اطلاع دے کر مستری کے آنے کا انتظار کیا جائے۔ بعض مرد تو بجلی کا تھوڑا بہت کام جانتے ہیں۔ اور وقت پڑے پر کام چلا لیتے ہیں۔ مگر عورتیں اس سے قطعی ناواقف ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ کام کچھ ایسا دشوار یا محنت کا نہیں ہے۔

اسی خیال سے مانچسٹر اور لندن میں عورتوں کا جلسہ کرکے انہیں بجلی کے تجربے دکھائے گئے۔ اور انہیں تمام ایسی شکایتوں کا علاج سکھایا گیا۔ جو گھروں میں بجلی کے باعث روزمرہ پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

جو
محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۶	لاہور۔ ہفتہ۔ ۵ فروری ۱۹۲۷ء	جلد ۳۰

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ یکم شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

مادی ترقیاں اور راحت	خدیجۃ الکبریٰ	۱۰۱
انوکھے عقیدے	خدیجۃ الکبریٰ	۱۰۲
بوتلوں پر لیبل	ظفر جہاں	۱۰۳
کم سنی	محمود الحسن	۱۰۵
شب برات کی آتشبازی	زہرہ خانم	۱۰۶
سفرِ حج	نفیس دلھن	۱۰۷
رسم تعزیت میں اصلاح	مسز سید احمد	۱۱۱
ٹشو پیپر	خدیجہ بائی	۱۱۲
پیام	سید ممتاز علی	۱۱۳
چھالوں کی دوا	مسز ضیاء الحسن	۱۱۴
محفل تہذیب	متفرق	۱۱۵
ولایتی معلومات	×	۱۱۷

رسالہ دستکاری مفت

انگلینڈ۔ امریکہ۔ جرمنی۔ جاپان کی قیمتی دستکاریاں
بلا سرمایہ کے سیکھ کر پانچسو روپیہ ماہوار کمانا چاہو
تو ہفتہ وار رسالہ دستکاری کے خریدار بنو۔ پانچ
روپیہ کے بجائے سالانہ چندہ تین روپیہ سال
بھر کے پرچے واپس کر کے جی چاہے تو اپنی قیمت
واپس منگوالو یا صرف محصول ادا کر کے نئے سال
کے واسطے پھر رسالہ جاری کرالو قیمت بذریعہ
منی آرڈر بھیجنے والے اس چندروزہ رعایت سے
فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

المشتہر: **منیجر رسالہ دستکاری دہلی**

خواتین کے لئے مسرت بخش

اکسیر ستارہ

(ہاتھ چابی مارک)

پینے کی دوا ہے۔ جو مستورات کی مخصوص شکایات
کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی ہے۔ جہاں یورپ
و امریکہ کی ایجاد کردہ دوائیں ناکام رہیں۔ اکسیر ستارہ
نے اپنا پورا اثر دکھا کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ دوا
دوسری قسم کی دواؤں سے افضل و اعلیٰ ہے۔
اس دوا کو منگوا کر تجربہ کرنے پر آپ کو خاطر خواہ
تسلی و تشفی ہو جائے گی قیمت فی بوتل عہ؍

پتہ

بڑا دواخانہ ۵۱ مغل اسٹریٹ۔ رنگون۔ برما

ایک لائق و تجربہ کار معلمہ کی ضرورت

مقام نرائن گنج ڈھاکہ کے مسلم ایجوکیشنل
ٹرسٹ گرل سکول کے لئے ایک ایسی معلمہ
کی ضرورت ہے۔ جو قرآن شریف و دینیات
کی کتابیں خوبی کے ساتھ پڑھا سکے۔ اُردو تحریر
اُردو و حساب میں کافی مہارت و ملکہ رکھتی ہو۔
نماز روزہ کی پابند رحم دل اور مزاج میں نرمی
و استقلال بھی رکھتی ہو۔ ٹریننگ پاس شدہ کو
ترجیح دی جائے گی، رہنے کی جگہ اسی اسکول میں
ملے گی۔ تنخواہ کے متعلق مرقومہ ذیل صاحبہ سے
خط و کتابت کریں۔

مسز اے۔ ایم۔ احمد کیر اف دسٹرکٹ جج بردوان
بنگال

اختر النسا بیگم

ایک تعلیم یافتہ سگھڑ لڑکی کا قصہ جو اپنے باپ
کی بے پروائی اور سوتیلی ماں کی دشمنی سے بُری
جگہ بیاہی گئی۔ اور سخت مصیبتیں جھیلیں۔ آخر
اپنی روشن خیالی اور تعلیم کی مدد سے سب
مشکلات پر فتح پائی۔ نہایت موثر اور دلچسپ قصہ
ہے۔ شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔
از محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ قیمت ۸؍ رعایتی عہ؍

ملنے کا پتہ

دفتر تہذیب نسواں لاہور

مادّی ترقیاں اور راحت

دنیا میں ایک صدی کے اندر اندر اس قدر مادّی ترقیاں ظہور میں آئی ہیں۔ اور ہمارے تمدن میں اتنا انقلاب واقع ہو گیا ہے۔ کہ اگر کوئی سو برس کا مُردہ یکایک جی اُٹھے۔ تو وہ ہرگز یہ نہ پہچان سکے گا۔ کہ یہ وہی دنیا ہے۔ جس میں کبھی وہ خود بھی رہا کرتا تھا۔ ان ترقیوں میں سب سے زیادہ مفید چھاپے کی ایجاد ہے۔ جب تک تحریر کا چھاپنا ایجاد نہ ہوا تھا۔ اس وقت تک بزرگوں کی معلومات اور تجربوں کی اشاعت کی کوئی صورت نہ تھی۔ دستی تحریریں کہاں تک کام دے سکتی تھیں۔ پھر ان کے ہر وقت ضائع ہونے کا بھی خطرہ تھا۔ اب چھاپے کی بدولت کتابوں کی وہ کثرت ہے کہ لوگوں کو ان کے پڑھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ دنیا کے ہر حصے کی تالیف و تصنیف ہر جگہ میسر ہے۔ اس پر اخباروں نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا ہے۔ دم دم کی خبریں دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں پہنچ جاتی ہیں۔ تار اور ٹیلیفون اور وائرلیس (بے تار خبر رسانی کا آلہ) کی ایجادوں نے فاصلہ کو فنا کر دیا ہے۔ ہزاروں میل کے فاصلے سے دو شخص آپس میں بے روک ٹوک گفتگو کر سکتے ہیں۔

طبی معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔ بے شمار مرضوں کی تیر بہدف دوائیں معلوم ہو چکی ہیں۔ نازک نازک جراحی آلات بن گئے ہیں۔ جن سے حیرت انگیز جراحی کے کمالات کا اظہار ہوتا ہے۔ مثلاً ہزارہا اندھوں کو ہر سال عمل جراحی کی بدولت از سر نو بینائی حاصل ہو جاتی ہے۔ کوکین اور کلورا فارم نے دنیا کو تکلیف سے نجات دیدی۔

وسائل آمد و رفت بھی بہت بہتر ہو گئے۔ سڑکوں اور پلوں کی بدولت سفر بجائے صعوبت سفر ہونے کے تفریح کا ذریعہ ہو گیا۔ ریلوں۔ موٹر کاروں۔ اور ہوائی جہازوں نے مہینوں کا سفر دنوں اور گھنٹوں میں پورا کرنا شروع کر دیا۔ اور دو پیسے کا پوسٹ کارڈ ۴۸ گھنٹے کے اندر ہندوستان کے ہر ہر گوشے میں پہنچ کر عزیزوں اور دوستوں کی خیریت کی خوش خبری سناتا ہے۔ بجلی کے کرشموں نے الف لیلہ والے الہ دین کے چراغ کی کرامات کو بھی بے وقعت کر دیا۔ بٹن دبایا۔ اور آن کی آن میں سارا محل بقعۂ نور بن گیا۔ [illegible] نقل و حرکت پر پورا قابو ہے۔

مشین اور کلوں نے انسانی دست کاریوں کو دلوں سے بھلا دیا۔ اور دھوپ گھڑی اور ریت گھڑی کی بجائے بولتی ہوئی گھڑیاں جیبوں اور کلائیوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ دخانی جہازوں کی بدولت تجارت کا یہ عالم ہے۔ کہ ہر حصہ ملک کی پیداوار اور مصنوعات ہر بازار میں آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ نہروں نے ویرانوں کو چمن بنا دیا ہے۔ جنگل شہر بن گئے ہیں۔ اور قحط سالی کے مصائب میں بہت کچھ کمی آگئی ہے۔ بائسکوپ۔ تھیٹروں اور سرکسوں نے تفریح کے غیر معمولی سامان پیدا کر دئے ہیں۔

یہ سب تسلیم ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا

تہذیب اور تمدن کی اس ترقی سے انسان کی راحت میں بھی کچھ اضافہ ہوا۔ کہ نہیں؟ راحت سے مراد خوشی۔ تفریح۔ آرام یا آسائش نہیں ہے۔ بلکہ سکون قلب۔ اطمینان اور چین مراد ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ تمدن سے ضرورتوں کا اضافہ مراد ہے۔ جو آدمی برہنہ جنگل میں اوقات بسر کرتا ہے پھل پتوں سے پیٹ بھرتا ہے اور قدرتی چشموں سے پانی پیتا ہے۔ وہ وحشی اور غیر متمدن کہلاتا ہے۔ وحشی انسان کو سب سے پہلے کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ جب انسان کو جنون ہوتا ہے۔ اور سر پر وحشت سوار ہوتی ہے۔ تو سب سے پہلے اپنے کپڑے پھاڑتا ہے۔ غرض آدمی سب سے پہلے کپڑے کا استعمال سیکھتا ہے۔ اس کے بعد رہنے کے لئے گھر بناتا ہے۔ پھر پکی ہوئی غذا کھانا سیکھتا ہے۔ اسی طرح جتنی جتنی اس کی ضرورتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ اتنا ہی زیادہ وہ مہذب اور متمدن کہلانے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تمدن کی بدولت زندگی بہت تنگی اور مشکل ہوجاتی ہے تن آسانی۔ آسائش و آرام کے سامان تو ضرور مہیا ہوتے جاتے ہیں۔ مگر راحت نابود ہوتی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ "وُضعت الراحۃ للجنۃ فیطلبون فی الدنیا ولکنّ یجدون" یعنی راحت کو خاص جنت کے لئے بنایا گیا ہے۔ لوگ اس کو دنیا میں ڈھونڈتے ہیں۔ بھلا کیونکر پا سکتے ہیں۔ ہاں مکمل راحت تو انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں نصیب ہوگی۔ دنیا میں اس کا جو حصہ میسر ہوسکتا ہے۔ وہ غالباً قناعت اور راضی برضائے الٰہی رہنے سے میسر ہوسکتا ہے۔ یعنی بندہ اپنا نفع نقصان۔ دکھ سکھ۔ رنج و خوشی سب خدا کی طرف سے سمجھے۔ اس صورت میں البتہ دل کو چین نصیب ہوسکتا ہے۔ ورنہ خواہش اور ضرورت کے ساتھ راحت جمع نہیں ہوسکتی۔

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ۔ از بلی

انوکھے عقیدے

میں نے گزشتہ سال اپنے ایک مضمون میں بعض ایسی انوکھی اصطلاحوں کا ذکر کیا تھا۔ جن کا دارومدار ہمارے مذہبی عقائد پر ہے۔ مگر جن کی اصلیت کا پتہ نہیں چلتا۔ مثلاً پل صراط۔ ہزاری روزہ وغیرہ جس کا نام بھی عربی زبان میں نہیں پایا جاتا۔ اسی قسم کے بعض اور انوکھے خیالات مسلمانوں میں رائج ہیں جن کی کوئی اصلیت معلوم نہیں ہوتی۔ مثلاً حجر اسود کے متعلق بہت سے ہندوستانی مسلمانوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔ کہ یہ پتھر جب جنت سے اترا تھا۔ تو بالکل سفید تھا۔ گنہگار مسلمانوں کے بوسے دینے سے سیکڑوں برس میں گناہوں کی ظلمت کی وجہ سے سارا پتھر کالا ہوگیا۔ اب صرف اتنی سفیدی باقی ہے جتنی اردو پر سفیدی ہوتی ہے۔ جب یہ سفیدی بھی زائل ہوکر سیاہی سے بدل جائے گی۔ اس وقت قیامت قائم ہو جائے گی۔

یہ خیال اس وجہ سے سرتاپا غلط معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان میں اسود کے معنے ہیں۔ سیاہ رنگ۔ لہٰذا حجر اسود کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ کہ یہ پتھر شروع ہی

سے کالا ہوگا - اور اس کی سابقہ سفیدی کا عقیدہ محض وہم ہے ٭

اسی طرح شب قدر کے متعلق عموماً مسلمان خواتین کا یہ عقیدہ ہے - کہ شب قدر سے ایک نور مراد ہے - جو اصلی شب قدر میں دنیا میں بجلی کی چمک کی طرح دفعتاً نمودار ہوتا ہے - جس سے سارے عالم میں اُجالا ہو جاتا ہے ٭ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں - اور اس کی عظمت سے سارا عالم سربسجود ہو جاتا ہے ٭ سمندر شیریں ہو جاتا ہے - چلتے ہوئے دریا ٹھہر جاتے ہیں ٭ جو دعا اس موقع پر مانگی جاتی ہے - وہ ضرور قبول ہوتی ہے ٭ اب جب رمضان شریف میں یا شب برات کے مہینے میں شب قدر منائی جاتی ہے - یعنی رات کے وقت عبادت میں مسلمان مشغول ہوتے ہیں - تو عموماً اس نور اور چمک کے نظارہ کا ہر شخص آرزو مند ہوتا ہے ٭ میں نے خود بعض خواتین کو یہ کہتے سُنا ہے - کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے شب قدر دیکھی ہے - حالانکہ میرے نزدیک یہ خیال بھی سراسر وہم معلوم ہوتا ہے - شب قدر ہرگز کوئی ایسی شے نہیں ہو سکتی - جس کو آنکھوں سے دیکھا جا سکے ٭ وہ صرف ایک خاص رات کا نام ہے - جو اَور راتوں سے افضل ہوتی ہے - اس لئے عبادت کے لئے مخصوص ہوتی ہے ٭

آسمان پر وہ چوڑی سفید لکیر جو کہکشاں کے نام سے موسوم ہے ٭ اس کی نسبت ناواقف مسلمانوں کا خیال ہے - کہ شب معراج میں آنحضرت صلعم جب بُراق پر سوار ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے تھے - تو اس وقت یہ بُراق کے پیروں سے آسمان میں پگ ڈنڈی کی طرح راستہ بن گیا تھا - اس وقت سے یہ صورت چلی آتی ہے ٭ یہ خیال بھی باطل ہے - اس لئے - کہ اوّل تو براق کا اس طرح چلنا کچھ سمجھ میں نہیں آتا - کہ آسمان پر پَیر ہوں پشت زمین کی طرف ہو - اور پھر کہکشاں کا وجود واقعہ معراج سے پیشتر بھی تھا ٭

بالکل اسی طرح بعض مسلمانوں کا عقیدہ ہے - کہ آسمان پر شام کے وقت جو شفق پھولتی ہے - یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حادثہ شہادت کی یادگار ہے ٭ اس وقت سے ہر روز شام کو آسمان خون روتا ہے ٭ یہ خیال بھی بے اصل معلوم ہوتا ہے - اس لئے کہ شفق ایک قدرتی منظر ہے - جو یقیناً ہمیشہ سے اسی طرح ہوتا چلا آتا ہے معلوم نہیں یہ اس قسم کے عقائد کی ابتدا کیونکر ہوتی ہے - اور لوگ کیونکر ان کو تسلیم کرنے لگتے ہیں ٭

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ - از بریلی

بوتلوں پر لیبل

بوتل میں جب کوئی چیز بھر کر رکھی جائے - تو ایک کاغذ کی چٹ پر اس کا نام خوشخط لکھ کر لگا دینا ضروری ہے - تاکہ اندھیرے اُجالے ہر وقت آسانی سے وہ چیز مل جائے - اور زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد اَور بوتلوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر ایسا نہ ہو - کہ پہچان میں نہ آسکے - اور یا تو پہچان نہ ہونے سے پھینکنی پڑے یا غلط استعمال سے نقصان اٹھانا پڑے ٭

اسی کے ساتھ اس بات کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ کہ پرانا لیبل لگی ہوئی جو بوتل خالی ہو۔ اس میں دوسری چیز بھرتے وقت یا تو پرانا لیبل چھڑا دیا جائے۔ ورنہ اسی کے اوپر دوسرا لگا دیا جائے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے گا۔ تو وہی نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔ جو لیبل نہ لگانے کی حالت میں ہوتا۔ بلکہ بعض وقت اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچ جاتا ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ میں نے گڑھل کے پھولوں کا شربت تیار کیا۔ اور حسب معمول سب بوتلوں پر شربت کا لیبل لگا دیا۔ تھوڑے دنوں بعد میں لکھنؤ چلی گئی۔ واپسی پر دیکھا۔ کہ جس الماری میں شربت کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اور بہت سی بوتلیں رکھی ہوئی ہیں۔ مجھ سے کہا گیا۔ کہ اس میں تیزاب کی بوتلیں ہیں۔ جو صابن کے واسطے بنایا تھا۔ بچوں کو چھونے کو منع کر دینا۔ خیر ایک دن میں نے الماری صاف کرنے کو بوتلیں اتاریں۔ تو پیچھے سے شربت کی بوتلیں بھی نکلیں۔ ان کا خوشنما رنگ دیکھ کر میرے لڑکے نے جس کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی۔ پوچھا۔ کہ اماں اس میں کیا ہے؟ میں نے کہا۔ میاں شربت ہے۔ کہنے لگا۔ ذرا سا مجھے بھی پلا دیجئے۔ میں نے چکھانے کے طور پر صرف دو چمچے گلاس میں انڈیلا۔ وہ مجھے کسی قدر پتلا معلوم ہوا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ برسات گزرنے سے یہ کچھ پتلا سا ہو گیا ہے۔ چونکہ بوتل پر لیبل لگا ہوا تھا۔ اس لئے بے دھڑک بچے کو دیدیا۔ اس کا منہ سے لگانا تھا۔ کہ وہ بے اختیار تڑپنے لگا۔ تب تو میں گھبرا گئی۔ اور باہر اس کے والد کو خبر کرائی وہ دوڑے ہوئے آئے۔ اور کہا تم نے غضب کر دیا۔ بچے کو تیزاب پلا دیا۔ یہ چونے اور سجی کا تیزاب ہے۔ جو بالکل سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ میں نے ان کو بوتل کا لیبل دکھایا۔ اور یاد دلایا۔ کہ کچھ عرصہ ہوا۔ میں نے شربت بنا کر رکھا تھا۔ اور یہ اسی کی بوتل ہے۔ اس پر کہنے لگے۔ کہ ہاں تم شربت چھوڑ گئی تھیں۔ مگر تمہارے پیچھے میں نے بوتلیں خالی کر کے ان میں تیزاب بھر دیا۔ اور اسی واسطے تم سے کہدیا تھا۔ کہ الماری میں تیزاب ہے۔ بچوں کو چھونے نہ دینا۔ میں نے کہا۔ بیشک آپ نے کہا ضرور تھا۔ مگر میں نے خیال کیا۔ کہ جو بوتلیں الماری میں زائد رکھی ہوئی ملی ہیں ان میں تیزاب ہوگا۔ یہ مجھے خیال بھی نہیں ہوا۔ کہ شربت کی بوتلوں میں تیزاب بھر دیا گیا ہے خصوصاً اس وجہ سے۔ کہ ان کے لیبل اسی طرح لگے ہوئے ہیں۔ خیر اسی وقت ڈاکٹر کو بلا کر دکھایا بچے کی حالت بہت خراب تھی۔ زبان اور حلق میں گہرے زخم تھے۔ اور اندر نہ معلوم کہاں تک ہوں گے۔

ڈاکٹر صاحب نے پہلے تو کافی مقدار میں کسٹرائیل پلوایا۔ تاکہ تیزاب اس میں حل ہو جائے۔ پھر کئی دن تک گھی پلوایا۔ اور غذا کی جگہ صرف دودھ پلایا گیا تب کہیں اس غریب کی جان بچی۔ یہ اتنا بڑا حادثہ صرف اتنی سی غلطی کی وجہ سے ہوا۔ کہ بوتلوں کے لیبل بدستور رہنے دئے گئے۔ اور دوسری چیز

بھرتے وقت چھڑائے یا بدلے نہیں گئے۔ سب بہنوں کو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ تاکہ کبھی خدانخواستہ میری طرح نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

خاکسار ظفر جہاں

کم سنی
اور بے وقت کی شادی

ہندوستان کی ان تباہ کن بیہودہ رسموں میں جو یہاں کے باشندوں کی جسمانی اور دماغی قوتوں کے انحطاط کا باعث ہو رہی ہیں۔ ایک کم سنی کی شادی ہے۔ جاہل والدین اپنی اولاد کے ساتھ ساری شفقت اسی میں ختم کر دیتے ہیں۔ کہ ان کے ہوش سنبھالتے ہی ان کی منگنی اور بیاہ کی فکر کر لیں۔ لڑکے کے لئے ایک ننھی سی دُلہن۔ اور لڑکی کے لئے ایک چھوٹا سا دولھا تلاش کر لیں۔ مگر وہ عقل کے دشمن یہ نہیں سوچتے کہ یہ شفقت دراصل ان کی اولاد کے لئے۔ بلکہ ان کی آیندہ نسلوں کے لئے زہر قاتل ثابت ہوگی۔

جاہلوں کے علاوہ بعض پڑھے لکھے خاندانوں میں بھی جہاں پُرانی رسموں کی زیادہ پابندی کی جاتی ہے۔ کم سنی کی شادیاں اکثر ہوتی ہیں۔ اور ان کے نقصانات سمجھنے کے باوجود بھی لوگ ان کو بند نہیں کر سکتے۔ یہ طبقہ اور زیادہ افسوسناک حالت میں گرفتار ہے۔ جن قوموں میں ناعمری میں شادیوں کا رواج زیادہ ہے۔ ان کی نسلیں روز بروز کمزور ہوتی جارہی ہیں۔ اور اگر اس کی اصلاح نہ ہوئی۔ اور یہ رواج اسی طرح جاری رہا۔ تو ان قوموں کا نام و نشان بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔

کم عمر میاں بیوی جن کو ان کے والدین کی جہالت قبل از وقت ماں باپ بنا دیتی ہے۔ ایسی ناقص ہستیوں کو دنیا میں لانے کے ذمہ دار ہو جاتے ہیں۔ جو جسمانی حیثیت سے بالکل لاغر اور کمزور ہوتی ہے۔ اکثر ایسے بچے زندہ ہی نہیں رہتے۔ اور پیدا ہوتے ہی موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور اگر بدقسمتی سے زندہ بھی رہتے ہیں۔ تو مختلف قسم کے عوارض میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان کا وجود ان کے ماں باپ کی زندگی کا وبال ہو جاتا ہے۔

مجھے ایک ایسے بچے کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جو کم سن والدین کے رشتہ اتحاد کا نتیجہ تھا۔ اس بچے کا نظام عصبی اتنا ناقص تھا۔ کہ اس کے جسم کا کوئی عضو اپنی اصلی حالت پر قایم نہیں رہ سکتا تھا۔ نہ اس کی گردن قایم رہتی تھی۔ نہ اس کو بٹھایا جا سکتا تھا۔ گویا وہ گوشت کا ایک لوتھڑا تھا جس میں روح ڈال دی گئی تھی۔ اس بچے کو دیکھ کر مجھے بہت عبرت ہوئی۔ لیکن تعجب یہ تھا۔ کہ اس کے گھر والے اس کو ایک عجیب الخلقت چیز سمجھتے تھے۔ اور اس کی بے کسی سے محظوظ ہوتے تھے۔

ہندوستان میں ہزار ہا جانیں ہر سال اس جہالت کا شکار ہوتی ہیں۔ ہزار ہا لڑکیاں اس قسم کی نادانیوں کی وجہ سے مختلف قسم کے نسوانی امراض میں مبتلا ہو

جاتی ہیں۔ اور غیر طبعی موت کی نذر ہو رہی ہیں۔ اگر اس رسم کا انسداد معقول طور پر کر دیا جائے۔ اور قانوناً کم سنی کی شادی کو ممنوع قرار دیا جائے۔ تو کتنی زندگیاں بربادی سے بچ جائیں +

بیدار قومیں جو نوع انسانی کی بقا اور ترقی و بحالی کی فکر میں رہتی ہیں۔ اس کی طرف بے حد توجہ کر رہی ہیں۔ اور ایسے قوانین بنا رہی ہیں۔ جن سے کم سنی کی شادی کا سدباب ہو جائے + خدا کا شکر ہے۔ کہ مسلمانوں میں بمقابلہ اَور قوموں کے کم سنی کی شادی کا دستور کم ہے۔ اور اس کے مُضر اثرات کا احساس بھی انہیں ہو چلا ہے۔ لیکن پھر بھی پورے طور پر اس کا استیصال کرنے کی ضرورت ہے + نہ صرف کم سنی کی شادی سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے بلکہ عمر کے ساتھ حسب وقت کا بھی ان میں لحاظ ہونا چاہئے +

جب تک ان کے بچوں کی جسمانی اور دماغی نشو و نما پورے طور پر تکمیل کو نہ پہنچ جائے۔ اور ضروری تعلیم و تربیت پا کر ان کے لڑکے اپنی معاش پیدا کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ ان کے والدین کے دل میں ان کی شادی کا خیال بھی نہیں آنا چاہئے + صاحب معاش ہو جانے کے بعد اگر والدین اولاد کی شادی کریں گے۔ تو ان کی ذمہ داریوں میں اَور اضافہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اَور ان سے اعانت و امداد ملے گی + اس صورت میں اولاد بھی اطمینان اور آزادی سے زندگی بسر کر سکے گی + یہ خیال ماں باپ کے دل سے نکلنا چاہئے۔ کہ شادی اولاد کے متعلق ان کے فرائض میں سب سے مقدم ہے۔ بلکہ اس کو سب سے آخری فرض سمجھنا چاہئے + (باقی آئندہ)

محمود الحسن صدیقی

شب برات کی آتشبازی

مخدومی مکرمی جناب مولوی صاحب قبلہ۔ آداب عرض + میں یہ عریضہ خدمت عالی میں بھیجتی ہوں۔ اس کے ساتھ پانچ روپے بھی ارسال ہیں۔ جو شب برات کی آتش بازی کے ہیں + میں نے کبھی اخبار میں مضمون نہیں دیا۔ اس لئے اب بھی عریضہ ہی ارسال خدمت ہے + مجملاً مطلب میرا یہ ہے۔ کہ آتش بازی کی بدعت بند کرنے کے متعلق جو آج کل چرچا ہے۔ اس سے تو اکثر بہنیں واقف ہوں گی۔ لیکن اگر یہ ہو جائے۔ کہ تہذیبی حلقے میں یعنی کم از کم اس کی خریدار بہنوں ہی میں آتش بازی ترک ہو جائے۔ تو کیسی خوشی اور کامیابی کی بات اور ہمارے اخبار کی نیک نامی ہو + بچے چونکہ عادی ہوں گے۔ اس لئے دق ضرور کریں گے مگر انہیں پھسلایا جا سکتا ہے۔ آتش بازی کی برائیاں بتا کر اس سے جو نقصان قوم کو پہنچتا ہے۔ اس کے بیان سے۔ اور سب سے اول انعام وغیرہ کا لالچ دے کر باز رکھا جا سکتا ہے۔ اور اگر اس پر بھی ضد بدستور رہے۔ تو تھوڑا سا جبر کیا جا سکتا ہے۔ آخر قوم کے لئے کچھ ایثار بھی ضروری ہے +

میرا چھوٹا بھائی جس کی عمر سوا پانچ برس کی ہے بڑی خوشی اور فخر سے آتش بازی کا ترک کرنا ظاہر کرتا ہے۔ اسی لئے انعام بھی پاتا ہے۔ چنانچہ امسال بھی اسے دو موزوں کتابیں اور ایک خوب صورت ڈبا ملے گا۔ سب بچے ایسا اچھا کام کر کے اپنی مرضی کے مطابق انعام پائیں۔ تو کیسی اچھی بات ہے۔ ہمارے خاندان بھر میں (جس میں خدا کے فضل سے چھ سات کنبے شامل ہیں) انشاء اللہ آتش بازی بالکل نہ چلائی جائے گی۔

تہذیب نسواں کے متعلق کچھ بتانے کی تو چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں ان چار صفحات کے اضافے (بغیر اضافہ چندہ) نے میری طرح کئی بہنوں کے دلوں میں ایک خاص احساس پیدا کر دیا ہوگا۔ دراصل مدعا میرا یہ ہے۔ کہ یہ فضول خرچی کسی صورت میں نہ کی جائے۔ اور اسے بے معاوضہ ایک طرح سے ناجائز ہی سمجھا جائے۔ تو ٹھیک ہو۔ مگر اس اضافہ کے معاوضہ میں بہنیں تھوڑا بہت دینا چاہیں۔ تو وہ تہذیب فنڈ میں دیا جائے۔ چنانچہ یہ روپے بھی جو بھیج رہی ہوں تہذیب فنڈ میں شامل فرمائیں۔ والسلام۔

خاکسار زہرہ خانم بنت شیخ لایق علی صاحب سب جج

منیجر۔ عزیزہ زہرہ کی یہ کوششیں نہایت تعریف کے قابل ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس سال جن جن خاندانوں میں آتش بازی نہ چلائی جائے۔ ان بدعت شکن خاندانوں کی ایک فہرست شائع کی جائے۔

سفر حج

(محترمہ نفیس دلہن)

بعد زیارت ہم سب مسجد نبوی کے ایک زنانہ دالان میں جا کر بیٹھے۔ اس کے دروں میں لکڑی کا کٹہرا لگا ہوا ہے۔ اس پر باریک ململ منڈھی ہوئی ہے اور اس کو قفس کہتے ہیں۔ یہاں بہت سی خواتین سے ملاقات ہوئی۔ پھر تو یہ معمول ہو گیا۔ کہ روزانہ بعد ظہر مسجد نبوی میں حاضر ہوتے۔ اور قفس میں بیٹھتے۔ بعد نماز عصر و مغرب روضۂ پاک پر حاضر ہو کر درود سلام پڑھتے جیسا کہ قاعدہ ہے۔ کسی روز عشاء بھی قفس میں ادا کرتے اور صبح کی نماز بھی۔ تیئیس روز اس مقدس سرزمین پر نہایت خیر و برکت سے گزرے۔ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے منازل پر مدینہ منورہ سے واپس آتے ہوئے قافلے ملتے رہے۔ کوئی روتا تھا۔ کوئی بے قرار ہو کر اپنے اونٹ سے اتر کر ہمارے مردانہ کے اصحاب سے کہتا۔ "رسول اللہ سے ہمارا سلام کہنا۔ اور یہ کہنا۔ کہ پھر بلانا"۔ مسجد نبوی میں روزانہ کوئی نہ کوئی رخصتی سلام عرض کرنے آتا تھا۔ اس وقت ہم کو خیال ہوتا تھا۔ کہ ایک روز ہم پر بھی یہی دن آنے والا ہے۔ چنانچہ آ گیا۔ وہ دن دل پر کیسا سخت تھا۔ کہ الاماں۔ ۲ بجے شام کو چلنا تھا۔ ایک بجے سے والدہ صاحبہ۔ میں۔ اسماء خاتون نماز ظہر ادا کر کے پائیں مبارک میں جالی کے پاس بیٹھ گئے۔ درود شریف پڑھتے اور روتے رہے۔ پونے چار بجے وداعی

سلام کیا۔ اور بادل ناخواستہ رخصت ہوئے۔ باب رحمت کے سامنے ہمارے اونٹ کھڑے تھے۔ ان پر سوار ہوئے۔ باب عنبریہ پر (بلدیہ) چنگی نے روکا مثل سابق اونٹ شمار ہوئے۔ سامان دیکھا گیا۔ سامان چونکہ زیادہ تھا۔ اس واسطے محصول وغیرہ کا قصہ ہوا۔ امیر مدینہ کو ٹیلیفون کیا۔ کہ ہم کو روک لیا ہے۔ جواب فوراً آیا۔ کہ "حیدرآباد کے شیخ الاسلام ہیں۔ ان کو زحمت نہ دو۔ جانے دو"۔ لہذا مغرب کو وہاں سے روانہ ہوئے۔ منزل بمنزل نویں روز سیدھے جدہ پہنچے۔

قاعدہ یہ ہے۔ کہ حجاج بعد حج اپنا مختصر سا سامان ساتھ لے کر باقی سب سامان اپنے مطوف کے سپرد کر جاتے ہیں۔ وہ اس کو بحفاظت جدہ اپنے نائب کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ جب سب زیارت مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر سیدھے جدہ آتے ہیں۔ تو وہ سامان ویسا ہی سربمہر نائب مطوف ان کے حوالے کر دیتا ہے۔ اسی طرح جہاز سے اترتے وقت وہی نائب مکان اور دو وقت کے کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ مکان کا کرایہ دینا ہوتا ہے۔ مگر کھانا وہ اپنی طرف سے کھلاتے ہیں۔ متعدد نائب ہوتے ہیں۔ حاجیوں کو اختیار رہے۔ جس کو مقرر کر لیں۔ پھر وہی نائب اونٹوں کا یا موٹر کا انتظام کر کے مکہ معظمہ روانہ کر دیتا ہے۔ اور وہاں مطوف کو تار دیدیتا ہے۔ کہ حجاج فلاں وقت داخل حرم شریف ہوں گے۔ مطوف آکر سب کو اتار کر اس مکان میں لے جاتے ہیں۔ جو ان کے واسطے پہلے مقرر ہوتا ہے۔ اور دو وقت کھانا لاتے ہیں۔

ہر مطوف کا ایک نائب جدہ میں اور ایک مدینہ طیبہ میں رہتا ہے۔ جو زائرین مدینہ طیبہ جاتے ہیں۔ باب عنبریہ پر ان کا استقبال کرتے ہیں۔ چونکہ ہر مطوف کا نائب جدا ہوتا ہے۔ اس واسطے آنے والوں سے پہلا سوال یہ کرتے ہیں۔ کہ "تمہارا مطوف کون ہے؟" نام بتانے کے بعد پہچان لیتے ہیں۔ کہ یہ ہمارے مطوف کے حجاج ہیں۔ اپنے اپنے حجاج کو لے کر مکانوں میں اتارتے ہیں۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ جدہ تینوں مقام پر کل ضروریات کا اہتمام یہی لوگ کرتے ہیں۔ کہ والا مطوف اور مدینہ والا مزور اور جدہ والا وکیل کہلاتا ہے۔

جدہ پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ہنوز جہاز نہیں آیا ہے پرسوں آئے گا۔ تیسرے روز آیا۔ تین روز قیام کر کے شنبہ کو روانہ ہوا۔ سب مسافر جمعہ کے روز ۹ بجے دن کو سوار ہو گئے۔ خیال یہ تھا۔ کہ گیارہ بجے لنگر اٹھے گا۔ مگر چونکہ جدہ میں مساکین بہ کثرت پڑے ہوئے تھے۔ محافظ حجاج نے گورنمنٹ بمبئی کو تار دیا۔ کہ نو سو مساکین یہاں پڑے ہیں۔ جواب آیا۔ کہ سرکاری طور پر روانہ کر دو۔ اس کے واسطے جہاز ٹھہرا۔ شنبہ کو ۹ بجے تک سب مساکین اور ان کا زاد راہ یعنی چاول کی بوریاں اور گھی کے کنستر جو سرکار سے عطا ہوئے تھے۔ سب آگیا۔ گیارہ بجے دن کو جہاز روانہ ہوا۔ اگرچہ مساکین کو روزانہ تین پاؤ کھچڑی اور ایک چھٹانک گھی ملتا تھا۔ لیکن وہ اسے جمع کرتے۔ اور سکنڈ اور فرسٹ کلاس کے مسافروں کو کھانا دشوار کر دیتے تھے

آغا تو اپنے اپنے کیبنوں میں دروازہ بند کرکے کھانا کھا لیتے۔
مگر نوکروں کی مشکل ہوتی تھی۔ جہاں وہ کھانے بیٹھے۔
اور مساکین حلق پر سوار ہوئے۔ دوران سفر میں ساٹھ
ستر مسکین مر گئے۔ کسی روز دو کسی روز چار۔ جب وہ
مر جاتے تھے۔ تو ہر ایک کی کمر میں آٹھ سَو۔ نو سَو۔ چودہ
سَو روپے کے نوٹ نکلتے تھے۔ جو کپتان کے پاس جمع
ہوتے تھے۔ تعجب ہوتا تھا۔ کہ اس قدر رقم پاس رکھ
کر اور کھچڑی بھی گانٹھ میں باندھ کر بھوکے مرتے تھے۔

تیسرے روز عدن آیا۔ وہاں سے کوئلہ بھر آگیا۔
اور رات کو ۹ بجے روانہ ہوا۔ دو روز بعد مکلا آیا۔ دن بھر
قیام کیا۔ صدر الصدور صاحب کی دعوت سلطان مکلا
نے کی۔ موٹر کشتیاں آئیں۔ وہ اور عزیزی عبدالحی۔
مولوی مقتدیٰ خاں صاحب جو صدر الصدور صاحب
کے عزیز قریب ہیں۔ سلطان مکلا کے مکان پر گئے۔
وہاں سے شہد اور کافی کا تحفہ لائے۔ تھوڑی دیر بعد
پانچ مینڈھے سلطان مکلا کی طرف سے ہدیۃً آئے۔
جو خادم یہ ہدیہ لائے تھے۔ وہ ہنوز جہاز پر تھے۔ کہ
جہاز چل دیا۔ شور مچا۔ کہ آدمی رہ گئے۔ تب جہاز رکا۔ اور
یہ لوگ کشتی میں سوار ہو کر مکلا شہر روانہ ہوئے۔ گیارھویں
روز جہاز کراچی پہنچا۔ ۳ بجے لنگر انداز ہوا۔ صبح گودی میں
لایا گیا۔ اکثر مساکین اور بعض سکنڈ کلاس کے مسافر
کراچی اُتر گئے۔ ۱۲ بجے کراچی سے چلے۔ ایک بجے ابر
آیا۔ ہوا تیز ہوئی۔ مینہ برسنے لگا۔ دریا پہلے جوش پر تھا
مزید براں تیز ہوا اور بارش۔ عجیب پریشانی تھی۔ گھنٹہ
ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد مطلع صاف ہو گیا۔ مگر شملہ سے خبر پہنچی۔
کہ طوفان آنے والا ہے سنبھلو۔ مسافروں میں انتشار
پیدا ہو گیا۔ مگر کپتان اور اس کے ساتھی نہایت
اطمینان سے اس کے انتظامات میں مصروف ہو گئے
تھرڈ کلاس کے مسافرین اور سامان جو اوپر شامیانہ
کے نیچے تھا۔ سب بیچ کے حصے میں پہنچا دیا گیا۔ اور
شامیانہ کھول دیا۔

کراچی سے چلتے ہی جہاز کی وہ چال نہیں رہی
تھی۔ جو جدہ سے کراچی تک تھی۔ ایک رات اسی
طرح گزری۔ صبح جہاز کا رُخ عدن کی طرف کر دیا۔
تاکہ طوفان سے بچ جائے۔ ۲ بجے تک عدن کی
طرف جاتا رہا۔ اور کپتان تار برقی سے برابر دریافت
کرتا رہا۔ کہ طوفان کدھر ہے۔ بعد ۳ بجے کے معلوم
ہوا۔ کہ ایک دوسرا جہاز اس طوفان میں آگیا ہے۔
تب اطمینان ہوا۔ اور بمبئی کی طرف جہاز کو موڑ دیا۔
رات ۹ بجے کے بعد پھر جہاز نے ہلنا شروع کیا۔ اور
اس قدر کہ اِدھر کا سامان اُدھر اور اُدھر کا اِدھر لوٹنے
لگا۔ آدمی بھی بے ارادہ کروٹیں لینے لگے۔ کپتان تمام
شب مشین سے پانی ناپتا رہا۔ کوئلہ کی یہ حالت۔ کہ
۹ میل کا کوئلہ پڑتا تھا۔ اور ۵ میل میں ختم۔ وجہ یہ کہ
ہوا مخالف تھی۔ جہاز کو آگے بڑھنے سے روکتی تھی
عورتیں بچے سب پریشان تھے۔ کپتان نے سب
کی تشفی کی۔ کہ حاجیوں کے جہاز کو نقصان نہیں پہنچا۔
تم مطمئن رہو۔ صبح الحمد للہ سکون رہا۔ ۳ بجے بمبئی
کا ساحل آیا۔ چونکہ رات میں جہاز گودی میں نہیں
لایا جاتا۔ اس واسطے گودی سے دور کھڑا رہا۔ صبح

۸ بجے گودی میں آیا۔ اور سب مع الخیر خشکی پر اُترے
الحمدللہ علیٰ احسانہ۔ بمبئی پر برادر عزیز مولوی عبید اللہ
پروفیسر جامعہ عثمانیہ اور برخوردار محمد عبید الرحمٰن خاں
سلمہم پہنچ گئے تھے۔ دو روز بمبئی میں قیام و آرام
کرکے ایک حصہ علی گڑھ اور دوسرا حیدرآباد روانہ
ہوگیا۔ خوشی خوشی اپنے اپنے مقام پر سب پہنچے۔
اور سفر بفضلہٖ خیر و خوبی سے ختم ہوگیا۔

دوران قیام میں اکثر خواتین حجاز سے ملنے کا اتفاق
ہوتا رہا۔ حسن اخلاق کی کیا تعریف کروں۔ خُلق احمدی
کا نمونہ ہیں۔ جب کسی کے گھر کے دروازہ میں قدم
رکھیں گی۔ سلام۔ پھر دعا۔ سب کے نام بنام خیریت
دریافت کرنا۔ اور خوش ہو کر دعائیں دینا۔ یہ دعائیں
کس قدر موثر ہوتی ہیں۔ کہ دل میں چُبھ جاتی ہیں۔ اگر
ہم کسی کے گھر جاتے۔ تو دور ہی سے اہلاً و سہلاً و مرحبا
کا شور ہو جاتا۔ پھر چاء اور قہوہ کی تواضع۔ اس پر اصرار
ایک خاتون نے مجھ سے کہا۔ کہ "کیا تم میرے گھر
آؤ گی؟" میں نے کہا۔ بالراس والعین یعنی سر آنکھوں
سے۔ جواباً کہا۔ اللہ یُسلّمکِ الراس والعین یعنی
اللہ تمہارے سر اور آنکھوں کو سلامت رکھے۔

پیاس کے وقت پانی مانگنے کا کیا اچھا طریقہ ہے۔
یوں نہیں کہتیں۔ کہ تھوڑا سا پانی پلادو۔ بلکہ اس
طرح۔ اللہ یُبارک فیکم اسقینی قلیل ماء یعنی خدا تم
کو برکت دے۔ تھوڑا سا پانی مجھے پلادو۔ اسی طرح
پی کر دعا دیتی ہیں۔

کھانے پر تواضع کی جائے۔ تو کیسا اچھا جواب
دیتی ہیں۔ ہنیئاً بالشفاء والعافیہ بجاہ النبی۔ یعنی خوشی
سے کھاؤ۔ شفا اور عافیت کے ساتھ نبی صلعم کی برکت
سے۔ بیمار کو انتہائی محبت سے پوچھتی ہیں۔ اللہ یُسلّمکِ
ایش وجع۔ یعنی اللہ تم کو سلامت رکھے۔ کیا تکلیف
ہے۔ کیفیت سن کر تشفی کرتی ہیں۔ لاتخافو اللہ یشفیکم
ببرکت النبی۔ یعنی مت گھبراؤ اللہ نبی صلعم کی برکت
سے شفا دے گا۔

حضور سرور عالم صلعم کی ذات اقدس کے ساتھ
محبت کا یہ عالم۔ کہ جب ان کے کان میں نام نامی
پہنچے گا۔ فوراً درود شریف پڑھنے لگیں گی۔ مدینہ طیبہ
کے سفر میں میں نے دیکھا۔ بدو آپس میں لڑتے ہیں
تو ہزار کوئی سمجھائے۔ مگر وہ اپنی جہالت کی وجہ سے
ایک بات نہیں سنتے۔ شور مچائے جاتے ہیں۔ مگر
جب کوئی اس ہنگامے میں جاکر باواز بلند یہ کہدے
کہ صلو علی النبی۔ فوراً سب کے سب درود پڑھنے لگتے
ہیں۔ اور لڑائی ختم ہو جاتی ہے۔

چار چار برس کے بچوں سے میں نے امتحاناً کہا
کہ تم ہمارے ساتھ ہندوستان چلو گے؟ کہا۔ لا
مدینہ طیب فیہا النبی۔ یعنی نہیں۔ مدینہ اچھا ہے۔
اس میں نبی صلعم ہیں۔ میں نے آزمائش کو کہا۔ کہ
کہاں ہیں نبی صلعم؟ تو ننھے ننھے ہاتھ روضۂ مبارک
کی طرف اُٹھا کر بتایا۔ کہ فی وسط الحرم۔ یعنی حرم شریف
کے اندر ہیں۔

مدینہ طیبہ میں زیادہ ملنے ملانے کا اتفاق ہوا۔
میں نے جتنی عورتیں اور بچے دیکھے۔ سب خوبصورت

گورے گورے ملتا ہے۔ کہ مردوں کے چہرے بھی نورانی ہوتے ہیں۔ کیوں نہ ہوں؟ وہ سرزمین بقعۂ نور ہے۔ بلکہ نور علیٰ نور۔ ہر بچہ چالیس روز کا روضہ مبارک میں غلاف شریف کے اندر ایک منٹ کے واسطے رکھ دیا جاتا ہے۔ بعدہ نکال کر اول تو خدام اس کا منہ چوم لیتے ہیں۔ پھر سب اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ یہ داخلہ ہی اہل مدینہ کی نورانیت کا باعث ہے۔ (باقی آیندہ)

رسم تعزیت میں اصلاح

تہذیب مورخہ ۱۵ جنوری میں بہن زاہدہ خاتون صاحبہ کا مضمون بعنوان "ایک سخت بے رحمی" نظر سے گزرا۔ واقعی اگر نظر غور سے دیکھا جائے۔ تو ہم کو کیا۔ بلکہ مردوں کو بھی رسم عیادت و تعزیت ادا کرنا نہیں آتی۔ ہمارے طریق تعزیت میں بہت سی رسوم ایسی ہیں۔ جو ترک ہونی چاہئیں۔ اور چند ایسی مناسب و ضروری ہیں جن کا قایم رہنا لازمی ہے۔

میں بخوف طوالت بیہودہ قابل ترک رسوم کا یہاں ذکر کرنا فضول سمجھتی ہوں۔ بلکہ صرف انہیں کا ذکر کرنا چاہتی ہیں جن کا قایم رکھنا ضروری ہے۔ جو بہنیں ان کے علاوہ کسی اَور بات کا اضافہ کرنا چاہیں۔ وہ اس سے آگاہ فرمائیں۔

۱۔ طریقہ مروجہ اس حد تک تو صحیح اور قابل قایم رکھنے کے ہے۔ کہ جب اس قسم کے حادثے کی اطلاع اپنے اعزا یا احباب کی ملے۔ تو فوراً گھر کا کوئی بزرگ میت والے گھر پہنچے۔ اس وقت کی سواری کے دام جو اپنے پاس سے دئے جاتے ہیں۔ ان کا دینا موقع کی حالت کے لحاظ سے بہت مناسب ہے۔

۲۔ وہاں جا کر بے کار بیٹھنا فضول ہے۔ بلکہ ان بے چاروں کے کام میں ہاتھ بٹانا بھی ضروری ہے۔

۳۔ بعد تجہیز و تکفین دو ایک روز تک اعزا کا اپنے اپنے یہاں سے کھانا پکوا کر بھیجنا بھی ضروری اور ہمدردی میں داخل ہے۔ یہ کھانا ایرے غیرے لوگوں کو مطلق نہ کھانا چاہئے۔ کیونکہ یہ تو ہوتا ہی ہے میت کے گھر والوں کے لئے۔ کہ وہ بے چاری ایسے وقت میں کہاں ہنڈیا چولھا سنبھالیں گی؟

۴۔ بعد ازاں ان کی نذر و نیاز جو دہ دستور کے مطابق کرتے ہیں۔ ہونے دیں۔ کیونکہ کسی اپنے عزیز کی موت پر کچھ نہ کرنا ایسے لوگوں کو بہت بُرا اور معیوب معلوم ہوتا ہے۔ مستحق لوگوں کو کھلا کر میت کو ثواب پہنچائیں۔ تو اس میں کیا برائی ہے ہاں اس میں بھی برادری کنبے والوں کی دعوت وغیرہ کا رنگ نہ ہو۔

تعزیت کے لئے ہر نئی آنے والی عورت کا گلے مل کر رونا واقعی غم کو اَور تازہ کرتا ہے۔ صبر و استقلال وغیرہ کی ہدایت ہونی چاہئے۔

اتنی اصلاح کی ہمارے طبقے میں بے حد ضرورت ہے۔ اور افسوس ہے۔ کہ اس کی طرف کسی کو توجہ نہیں۔ اور یہ باتیں ایسی ہیں۔ کہ ان

میں ہم مستورات ہی اگر چاہیں۔ تو بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ مردوں کی امداد اور صلاح مشورہ کی اس قسم کے معاملات میں مطلق ضرورت نہیں۔

اہلیہ سید احمد سبزواری

ٹشیو پیپر اُس چمک دار کاغذ کو کہتے ہیں۔ جو بہت ہی مہین ہوتا ہے بمبئی میں تو اس کے خریدنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ بہتیرے ریشم زرد اور میوہ کی ٹوکریوں کے ہمراہ لپٹے آتے ہیں۔ اکثر رسالوں کے سر ورق پر بھی لگے رہتے ہیں۔

ناواقف ڈرائنگ بہنوں کے لئے یہ کسی طرح آلات ڈرائنگ سے کم نہیں۔ کسی کتاب یا ریشم پر کی بیل اگر نقل کرنی ہو۔ تو اس کاغذ کو اس کے اُوپر رکھ کر پنسل بطور نقش پھیریں۔ بعد اختتام احتیاطاً دیکھ لیں۔ کہ کہیں کوئی پتی یا پھول رہ تو نہیں گیا۔ ورنہ نقشہ ناتمام رہ جائے گا۔ اسی طریقے سے تہذیب کی بیلیں نقل کر کے پھر بذریعہ کاربانک پیپر ریشم یا کپڑے پر اُتر سکتی ہیں۔ اگر کاغذ پر سے نقشہ صاف نمایاں نہ ہو۔ تو خفیف سی چکنائی (مثلاً ناریل کا تیل یا گھی) مل کر تھوڑی دیر خشک ہونے دیں۔ پھر نقشہ بعینہٖ ہی نظر آئے گا۔

کرول ایمبرائڈری۔ زردوزی۔ سلمہ ستارہ کا کام عموماً مخمل پر پسند کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ سوال کیا جائے گا۔ کہ مخمل پر بغیر ٹرانسفر Briggo Transfer اور چھاپوں کے کس طرح نقشہ کشی ہو؟

پیاری تہذیبی بہنو۔ میں اپنا ذاتی تجربہ بتلاتی ہوں۔ امید ہے۔ یہ آسان طریق بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ طریق مذکورہ بالا سے ٹشیو پیپر کی لکھی ہوئی بیل مخمل پر پن سے اٹکا دیں۔ اور سوئی اور تاگے سے چھوٹے چھوٹے ٹانکے اسی قسم کے لگا لیں۔
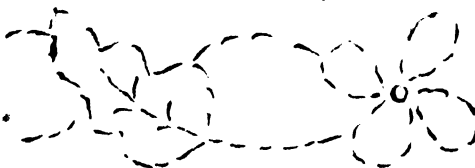
ٹانکے لگا لینے کے بعد کاغذ کو قینچی کی نوک سے کھرچ کر

ٹانکوں کے نیچے سے نکال ڈالیں۔ بیل کی پھول
پتیاں بڑے سائز کی ہوں۔ تو جن بہنوں کو سنگر مشین
کی سلائی میں کافی مہارت ہے۔ وہ آسانی سے بہت
جلد نقشہ اُتار لیں گی۔ ہاتھ سے سینا آخر دقت طلب ہے۔
جالی ململ۔ جسور جٹ۔ مہین ریشم وغیرہ پر بیل بنانا
از حد سہل ہے۔ صرف نیچے (پنسل کی لکھی ہوئی کو پہلے
سیاہی سے لکھ کر) بیل رکھ کر لکھ لیں۔

نوٹ۔ اس کام کے لئے جہان نمبر نپسلیں تاج محل
Shah Feber Taj mahal H.B.
اور ٹور Tower H.B. بہت اچھی ہوتی ہیں۔

خاکسار خدیجہ بائی

پیام
حضور نواب بیگم صاحبہ بھوپال

علیاحضرت سرکار عالیہ نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ
سابق فرمانروائے بھوپال کا پیغام تہذیب کی گزشتہ
اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ ہم نے اس کے ابتدائی
حصے کے متعلق اپنے خیالات بھی ظاہر کر دئے ہیں۔
اور حضور ممدوحہ کی توجہ اس ضروری امر کی طرف مبذول
کرائی ہے۔ کہ خواتین کو ایجوکیشنل کانفرنس سے جو اہل
اسلام ہند کی سب سے بڑی علمی جمعیت ہے۔ استفادہ
کا خاطر خواہ موقع دیا جائے۔ حضور ممدوحہ کی اس کوشش
سے ملک کو دُہرا نفع حاصل ہوگا۔ خواتین کو ان عالمانہ
تقریروں کے سُننے کا موقع ملے گا۔ جو ان کے فرزندوں
کی تعلیم و تربیت کے متعلق ماہران تعلیم اس مجمع کے
روبرو کرتے ہیں۔ اور ان کو اس امر کا تفصیلی علم ہوگا۔
کہ مسائل تعلیم میں کیا مشکلات واقع ہو رہی ہیں۔
گورنمنٹ اس باب میں ہمیں کیا کچھ مدد دے رہی
ہے۔ ترقی تعلیم کی شرح رفتار کیا ہے۔ ہماری ترقی
تعلیم کو ہنود کی ترقی تعلیم سے کیا نسبت ہے۔ یہ
سب باتیں خواتین قوم پر ظاہر ہونی نہایت ضروری ہیں۔

دوسرا بڑا فائدہ جو خواتین کی موجودگی سے خود
کانفرنس کو پہنچے گا۔ وہ یہ ہے۔ کہ صنف لطیف کی
موجودگی اس جمعیت کو اپنی تقریروں اور بحث مباحثہ
میں زیادہ سنجیدہ اور زیادہ محتاط بنا دے گی۔ عام
طور پر ہماری صحبتیں خواہ علمی بھی ہوں۔ تب بھی بعض اوقات
ان میں بحثیں کچھ اس ڈھنگ سے چھڑ جاتی ہیں۔ جو ان
کے شایان شان معلوم نہیں ہوتیں۔ لیکن ہماری
بیٹیوں۔ بہنوں۔ اور بیبیوں کی شمولیت اس مجلس
کو یقیناً مودب۔ باوقار اور مفید بنا دے گی۔ اور لوگوں
کو سلیقہ اور تمیز سے اور مناسب محل بات کرنے کا ڈھنگ
آجائے گا۔ خیال کرنا چاہیے۔ کہ قوم کے لئے یہ کس
قدر نفع عظیم کی بات ہے۔ جو حضور ممدوحہ کی تھوڑی
سی توجہ سے قوم کو حاصل ہو سکتی ہے۔

حضور ممدوحہ نے اپنے پیام میں زیادہ زور نفاذ
تعلیم پر دیا ہے۔ اور اس میں بھی زیادہ زور جزو مذہب
پر۔ مگر جو کچھ آپ نے فرمایا۔ اس میں اجمال اس قدر
ہے۔ کہ اس سے کچھ رہنمائی نہیں ہوتی۔ علی گڑھ کے
مسلم گرلز اسکول میں دینی تعلیم خاطر خواہ دی جا رہی

ہے، خاطر خواہ کے یہ معنی نہیں۔ کہ مذہبی تعلیم اس سے زیادہ نہیں دی جا سکتی۔ بلکہ یہ مطلب ہے۔ کہ یونیورسٹی کے امتحانوں کے ساتھ تعلیم دین کا اس سے زیادہ بار لڑکیوں پر ڈالنا ان کی صحت اور دیگر مضامین کی تعلیم پر نقصان دہ اثر ڈالے گا۔ ہاں اگر لڑکیوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا بھی مد نظر ہو۔ جو تعلیم دین میں پوری اور کامل مہارت رکھتی ہوں۔ تو اس کا ذکر کسی قدر تفصیل سے ہوتا۔ تو زیادہ مناسب تھا۔

رہا نصاب تعلیم غیر دینی۔ اور یہ خیال۔ کہ اس میں مذہبی خیالات کی خاطر خواہ آمیزش نہیں ہے تو یہ صورت حالات اُس وقت مضر ہوتی۔ جبکہ مذہبی تعلیم کے لئے جُدا نصاب نہ ہوتا۔ اور جب وہ موجود ہے تو اتنی سی فروگزاشت سے مجھے کوئی نقصان نظر نہیں آتا۔

تاہم جس قسم کا نصاب حضور ممدوحہ کے خیال مبارک میں ہے۔ یا تعلیم دین کا ایک جدا نصاب درجہ تکمیل ایک ایسا کام ہرگز نہیں ہے جس سے کوئی بالو آتی یا رنج کی وجہ ہو۔ جہاں مختلف مقامات اور مراکز مذہبی تعلیم سے حضور ممدوحہ کی مراسلتیں ہوئیں۔ وہاں اگر اس عاجز کو بھی یاد رکھا جاتا۔ تو خاکسار اس کار خدمت کے ادا کرنے کے لئے تیار پایا جاتا۔ حضور ممدوحہ جب مسلم لیڈیز ہال کا سنگ بنیاد رکھنے لاہور تشریف لائی تھیں۔ تو خاکسار کو شرف باریابی بخشا تھا۔ اور اس موقع پر ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ گفتگو تعلیم نسواں کے متعلق ہوئی تھی۔ اور بالآخر حضور ممدوحہ نے اس عاجز کو بھوپال آنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ خاکسار نے عرض کیا تھا۔ کہ جس وقت بھی مجھے یاد فرمایا جائے۔ میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہوں۔ مگر تشریف لے جانے کے بعد حضور عالیہ کو شاید اس کام کے لئے موقع مناسب نہیں ملا۔ کیونکہ بہت سے انتظار کے بعد جب خود اس خاکسار کی طرف سے یاد دہانی اور سلسلہ جنبانی ہوئی۔ تو اس وقت بھی یہی فرمایا گیا۔ کہ مہمات امور کی مصروفیتوں سے ابھی تک اطمینان اور یکسوئی حاصل نہیں ہوئی۔

اندریں صورت پیام کے یہ الفاظ جو جمعیت قومی کے روبرو بیان کئے گئے۔ کہ "نہ صرف جدید تعلیم کے حامیوں نے یہ مجرمانہ غفلت کی ہے۔ بلکہ قدیم تعلیم کے حامی بھی اس الزام سے بری نہیں رہ سکتے" کس قدر سخت اور ان لوگوں کے لئے حوصلہ شکن تھے۔ جو تعلیم نسواں کے کام میں خاموشی اور استقلال سے مصروف ہیں۔ اور انہوں نے اس مقصد کے لئے اپنے بس کی کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی ہے۔

خاکسار سید ممتاز علی

چھالوں کی دوا

تہذیب کے گزشتہ پرچوں میں کسی بہن نے اپنے دو سال کے بھائی کے لئے آبلوں کی دوا دریافت

کی ہے، میرا جی بہت کڑھتا۔ خدا اس نامراد مرض سے سب کو بچاتے، میرے بچوں کو اور چھوٹے بھائی کو اب سے دُور یہ مرض پڑا تھا۔ اور چھ مہینہ سے پیشتر صدہا دواؤں سے بھی نہیں گیا تھا۔ اس مرض کو عورتیں پرچھانواں کہتی ہیں۔ اور اس کی کئی قسمیں ہیں، یہ ہمیشہ کان کے پیچھے گردن کے نیچے۔ اور سر کے اوپر سے شروع ہوا کرتا ہے + میں اس کے دو مجرب علاج لکھتی ہوں :۔

۱۔ سب سے بہتر اس کا یہ علاج ہے چھٹانک بھر گھی اور ۶ ماشہ کافور لے کر گھی کو اوّل خوب گرم کیا جائے۔ اور اس کے اُوپر کافور پیس کر ڈالا جائے بعد از اں باسی پانی مٹی کے برتن میں قریب دو تین سیر کے رکھ لیا جائے۔ اور پکتا ہوا گھی اور کافور اس پانی میں بگھار دیا جائے۔ اور تھوڑی دیر اس کو ٹھنڈی جگہ رکھ دیں، پانی کے اُوپر جو گھی کی پپڑی بندھ جائے گی۔ اسے اُتار کر کسی کٹوری میں رکھ لی جائے۔ اور باقی پانی کو بھی احتیاط سے رکھئے، اگر گرمی ہو۔ تو بچے کو جہاں جہاں پھُنسیاں نکلتی ہیں۔ دھو دیجئے۔ اور اگر سردی ہو تو کپڑا اتر کر کے زخموں پر پھیر دیجئے۔ اس کے بعد یہ گھی کا مرہم لگائیے۔ بلکہ تمام جسم ہی پر مل دیجئے، اس سے موجودہ پھنسیاں اچھی ہو جائیں گی۔ اور انشاء اللہ تازہ پھنسیاں بھی نکلنی بند ہو جائیں گی +

۲۔ ایک اَور مجرب آزمودہ علاج ایک حکیم صاحب کا بتایا ہوا ہے۔ وہ ذیل میں درج کرتی ہوں :۔

موم ۲ تولہ۔ روغن گل ۲ تولہ۔ سنگ جراحت ۶ ماشہ + سنگ جراحت کو باریک پیس لیا جائے۔ پھر گل روغن میں موم ڈال کر پکائیے + جب موم تیل میں حل جائے۔ تو فوراً نیچے اُتار کر سنگ جراحت اس میں ڈال دیجئے۔ اور جلد جلد چلاتے رہئے تاکہ سنگ جراحت خوب حل ہو جائے۔ یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو کر جم جائے۔ اور مثل مرہم کے ہو جائے۔ پھر اس کو بدستور استعمال کیجئے۔ انشاء اللہ بہت جلد شفا ہو گی +

مسز ضیاء الحسن

محفلِ تہذیب

حضرت قبلہ سید ممتاز علی صاحب مدظلہ۔

سلام علیکم۔ میری برادر زادی سیدہ خانم بنت شیخ فضل مالک صاحب میونسپل کمشنر سرگودھا بعارضہ انفلوانزا چند روز سے سخت بیمار ہے۔ ازراہ غلام نوازی دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ عزیز بچی کو صحت عطا فرمائے۔ نیز تہذیبی بہنوں کی خدمت میں بھی عرض ہے۔ کہ عزیزہ کی صحت کے لئے دُعا کر کے ممنون احسان فرمائیں +

نیازمند بنت ڈاکٹر عبدالکریم مالک خیراتی مطب بلاک ۱۶ سرگودھا

منیجر۔ بہنیں از راہ عنایت مریضہ کے لئے بعد نماز ضرور دعا کریں۔ میں بھی کروں گا۔ ڈاکٹر عبد الکریم صاحب نہایت ہمدرد و مخیر بزرگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد ان کی پریشانی دور فرمائے +

بخدمت جناب مولوی صاحب تسلیم + بعد السلام علیکم کے واضح ہو۔ کہ جن بہن کے عزیز کو سفید داغ کا مرض ہو گیا ہے۔ اگر وہ بہن مجھ سے ذیل کے پتہ پر بذریعہ ڈاک خط و کتابت کریں تو میں انشاء اللہ ان کو نہایت مجرب دوا مفت ارسال کروں۔ یہ مرض میرے ابا جان کو بھی ایک دفعہ ہو گیا تھا۔ صرف دو عدد شیشیاں استعمال کرنے سے بالکل فائدہ ہو گیا۔ والسلام

پتہ۔ بمقام خاص موکل تحصیل چونیاں ضلع لاہور۔ اقبال بیگم بنت سردار صاحب سردار کرم الٰہی صاحب رئیس موکل۔ براستہ کل موکل

جناب منیجر صاحب زاد عنایتکم۔ السلام علیکم + قریب ۶ ماہ کے میری ہمشیرہ کھانسی و بخار کے مرض میں مبتلا ہیں۔ سر دست یونانی علاج ہو رہا ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی کمی مرض میں نہیں پائی گئی۔ بلکہ مرض ترقی پر ہے۔ مہربانی فرما کر اگر کوئی بہن یا بھائی کھانسی کا مجرب نسخہ جانتے ہوں۔ تو تحریر فرمائیں۔ نیز مریضہ کے حق میں دعائے خیر کریں +

۲۔ سُرخ بال سیاہ کرنے کا یہ نسخہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔ کہ ایک دن ناغہ کر کے یا بلا ناغہ آملہ سے سر دھونے سے بال سیاہ ہو جاتے ہیں +

محمد زبیر انصاری۔ غازی پور

جناب منیجر صاحب۔ تسلیم۔ ممتاز احمد صاحب فاروقی کے مفید عام ہمدردانہ مضمون بعنوان زکام و کھانسی کو دیکھ کر ان کی ہمدردی قوم کا شکریہ تہ دل سے ادا کیا جاتا ہے۔ اور ان کے اخلاق سے مطلب براری کی اُمید کر کے دریافت کیا جاتا ہے۔ کہ مہربانی فرما کر اس سے مطلع فرمائیں۔ کہ Craomulsion کا رنگ و بو کیسا ہے۔ اور رقیق ہے۔ یا سنگین زیادہ شیریں ہے یا کم۔ کیونکہ اس کے دستیاب ہونے میں دقت پیش آتی ہے + ایک خریدار تہذیب

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم + گزارش ہے۔ کہ براہ مہربانی تہذیب میں درج کر دیں۔ کہ فوٹو پر آملہ کے تیل کے گر جانے سے دھبہ پڑ گیا ہے۔ جو بہت بدنما معلوم ہوتا ہے۔ لہذا التماس ہے۔ کہ کوئی تہذیبی بہن یا بھائی اپنی آزمودہ ترکیب بتائیں۔ جس سے یہ دھبہ بھی دُور ہو جائے۔ اور فوٹو بھی خراب نہ ہو۔ زیادہ آداب

ایک ضرورت مند

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

عرب عورتوں کا مطالبۂ حقوق

تحریک آزادیٔ نسواں اگرچہ بہت پرانی نہیں۔ تاہم حیرت انگیز رفتار سے عالمگیر بنتی جا رہی ہے مصر اور ترکی کی خواتین کے مطالبۂ حقوق کی خبریں اخباروں میں نکل چکی ہیں۔ اب اطلاع ملی ہے۔ کہ عرب عورتوں نے بھی غفلت کی نیند سے کروٹ لی ہے۔ اور وہ مردوں سے اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ سب سے پہلے وہ پردے کے متعلق غیر ضروری قیود کو دور کرنا چاہتی ہیں۔ اور اس کے بعد حق نامزدگی حاصل کرنے پر مصر ہیں +

عام طور پر خیال ہے۔ کہ جو یہودی مغرب سے فلسطین گئے ہیں۔ اور وہاں مستقل سکونت اختیار کر رہے ہیں۔ انہوں نے وہاں ان مغربی خیالات کی اشاعت کی ہے جس کا ایک نتیجہ تحریک آزادیٔ نسواں بھی ہے:

اب تک تو فلسطین کی عورتیں مذہبی رہنماؤں سے اس بات کی اجازت مانگ رہی ہیں۔ کہ ان کو پردے کی قید سے آزاد کیا جائے۔ لیکن وہ تہیہ کئے بیٹھی ہیں کہ اگر انہیں اجازت نہ ملی۔ تو ترک عورتوں کی طرح وہ خود پردے کو خیرباد کہ دیں گی۔ اور کھلے منہ باہر نکلنے لگیں گی یا خواتین مصر کی پیروی شروع کر دیں گی جو عام طور پر ایک باریک سا نقاب پہن کر باہر آتی جاتی ہیں۔ یہ نقاب ناک کے نیچے باندھا جاتا ہے:

ان ہی دنوں عرب کے ایک اخبار میں عورتوں کی ایک اپیل شائع ہوئی ہے۔ جس سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ کہ وہ معاشرتی اور سیاسی آزادی حاصل کرنے کی بہت آرزومند ہو رہی ہیں + اس اپیل میں لکھا ہے "ہمیں حرم کی ہتک آمیز تنہائی میں سے نکالو۔ اور ہمارے چہروں پر سے قابل نفرت سیاہ نقاب دور کر دو۔ آزاد قوم کے آزاد افراد کی طرح ہمیں بھی ترقی کے موقع دو۔ اور ہمیں اجازت عنایت کرو۔ کہ قومی نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر جد و جہد کریں + پھر اپنی احسان مندی کے اظہار میں ہم اپنے جواہرات قربان کر دیں گی۔ اور اپنے زیورات اور بیش قیمت ہیرے خوشی خوشی دے کر عرب کا قومی بنک قائم کریں گی":

جیوری میں عورتیں

کچھ عرصے سے انگلستان کی عدالتوں کی جیوری میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل کی جانے لگی ہیں۔ جو مرد ججوں کے ساتھ مقدمات کی سماعت کرتی اور ان کے متعلق فیصلے میں اپنی رائے دیتی ہیں:

پچھلے دنوں ایک اسی قسم کی عدالت میں ایک

مقدمہ پیش ہوا۔ جس کے واقعات اس قسم کے تھے کہ عورت کے روبرو ان کا بیان کرنا کچھ مناسب نہ معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ مرد ججوں نے عورت جج سے درخواست کی۔ کہ وُہ اس مقدمے کو نہ سُنے۔ اور عدالت سے رخصت ہو جائے تو مناسب ہو:۔

اس پر اخبارات میں خوب مضامین نکلے۔ جس میں کسی نے تو یہ رائے دی۔ کہ عورت جج کو ہر قسم کے مقدمات کی سماعت کرنی چاہئے۔ اور کسی نے اس خیال کی مخالفت کی + اب ایک زنانہ جلسے میں ایک اس مطلب کا رزولیوشن پاس کیا گیا ہے۔ کہ ہر مقدمے میں مرد ججوں کے ساتھ عورت جج کی موجودگی لازمی قرار دی جانی چاہئے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر علاقے میں عورتوں کی پولیس بھی مقرر ہونی چاہئے:۔

ایک خاتون نے اس جلسے میں کہا "عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ مرد جج عورت جج کو اس لئے عدالت سے اٹھا دیتے ہیں۔ کہ دنیا میں جو مہیب اور خوفناک واقعات پیش آرہے ہیں۔ ان سے عورت کے نازک قلب اور دماغ کو صدمہ نہ پہنچ جائے لیکن میری رائے میں اس کی ایک اَور وجہ بھی ہے۔ اور وُہ یہ ہے۔ کہ مرد نہیں چاہتے کہ عورتوں کے روبرو یہ بیان ہو۔ کہ ان کے ہم صنف دنیا میں کیسی قابل شرم حرکات کا ارتکاب کر رہے ہیں + اگر مردوں کو یقین ہو جائے۔ کہ جج عورتیں ان کے مقدمات کی سماعت کریں گی۔ اور ان کے جرائم کا حال سُنیں گی۔ تو غالباً انہیں شرم و حیا کے مارے کم جرائم کے ارتکاب کی جرأت پڑے:۔

ایک دوسری خاتون نے کہا۔ ہم یہ چاہتی ہیں کہ دنیا کی تاریک ترین سڑکیں ایسی بن جائیں۔ کہ بچے اور عورتیں ان پر سے بے تکلفی سے گزر سکیں اس لئے ضروری ہے۔ کہ جرائم کی سزا دینے میں بھی عورتوں کا حصّہ ہو۔ اور پولیس میں بھی عورتوں کا تقرر کیا جائے:۔

تاجر شہزادیاں

اب سے دو سال پیشتر صرف دو خواتین لندن کے ایوان تجارت کی ممبر تھیں۔ لیکن آج ان کی تعداد ایک سو دس تک پہنچ چکی ہے + ان میں بعض عورتیں اپنے کاروبار میں دس دس ہزار پونڈ سالانہ کماتی ہیں۔ اور ایسی عورتیں تو اکثر ہیں۔ جن کی آمدنی دو ہزار پونڈ سالانہ کے قریب ہے + اسی وجہ سے یہ عورتیں تاجر شہزادیوں کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں:۔

موجودہ زمانے میں عورتیں تقریباً ہر کاروبار اور تجارت میں مردوں کی رقیب بن گئی ہیں پچھلے چند سالوں میں یہ خیال عام تھا۔ کہ عورتیں مختلف کاموں میں مردوں کی نائب یا معاون کے فرائض کامیابی سے ادا کر سکتی ہیں۔ لیکن اب کچھ عرصے سے یہ رائے بنتی جا رہی ہے۔ کہ وُہ بڑے سے بڑے عہدے اور اہم سے اہم ذمہ داری کے فرائض نہایت خوبی و عمدگی سے پورے کرنے کے قابل ہیں +

اس سلسلے میں ایک یہ بات نہایت عجیب اور

نمایاں ہے۔ کہ جتنی عورتیں کسی بہت بڑے کاروبار میں حصہ لے رہی ہیں۔ وہ سب کی سب کنواری ہیں ایک دو خواتین ایسی بھی ہیں۔ جو شادی شدہ ہیں۔ اور کاروبار بھی چلا رہی ہیں۔ لیکن عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے۔ کہ ان کی شادی نہیں ہوئی۔

اس بات سے بعض انگریزی اخبارات یہ نتیجہ نکال رہے ہیں۔ کہ جو عورتیں شادی شدہ اور بچوں کی مائیں ہیں۔ وہ گھروں کے باہر کوئی اہم خدمت کامیابی سے ادا نہیں کر سکتیں۔ خیر یہ تو بحث طلب مسئلہ ہے۔ لیکن اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ ولایت کی عورتوں نے یہ واضح طور پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ نے ان میں بھی مردوں ہی کی سی ہمت اور قابلیت ودیعت فرمائی ہے۔

عورتیں اور ایجادات

جب سے انگلستان میں ہڑتال ہوئی تھی اختراع و ایجاد کا کام سست ہو گیا تھا۔ لیکن اب پھر نئے سرے سے سرگرمی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ طرح طرح کی ایجادیں کر کے پیٹنٹ کرواتے ہیں۔ تاکہ ان کی محنت سے دوسرے لوگ فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ جب کوئی نئی ایجاد پیٹنٹ ہو جاتی ہے۔ تو کارخانے دار اسے بنانے کا ٹھیکہ لے لیتے ہیں۔ اور کثیر تعداد میں تیار کر کے فروخت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ امر دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ کہ انگلستان کی خواتین بھی اختراع و ایجاد میں نہایت قابل قدر خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

کئی سال ہوئے لارڈ ایسکوتھ اور کئی دوسرے حضرات نے مل کر موجدوں کی سہولت کے لئے ایک نہایت فائدہ مند کارخانے کی بنیاد رکھی تھی ایسے موجد جنہیں طرح طرح کی ایجادات کے خیال تو آتے ہیں۔ لیکن جو تجربہ اور موقع حاصل نہ ہونے کی وجہ سے انہیں عملی جامہ نہیں پہنا سکتے۔ وہ اس کارخانے کے ممبر بن جاتے ہیں۔ اور یہاں کاریگروں کی امداد سے حسب خواہش تجربات کرتے رہتے ہیں۔

کئی عورتیں بھی اس کارخانے کی ممبر ہیں۔ اور دن رات ایجاد و اختراع کے فکروں میں محو رہتی ہیں۔ انہوں نے زیادہ تر ایسی ایجادیں کی ہیں۔ جن سے خانہ داری کے کاموں میں امداد ملتی اور محنت اور وقت کی بچت ہوتی ہے۔

بادشاہ سلامت اور بال

ایک انگریزی اخبار نے لکھا ہے۔ کہ جن لڑکیوں اور عورتوں نے اب تک اپنے گیسو سنبھال کر رکھے ہیں۔ انہیں شاید یہ سن کر خوشی ہو۔ کہ ہمارے بادشاہ سلامت بھی لمبے بالوں ہی کو پسند کرتے ہیں۔ ان کو ترشے ہوئے بالوں سے بے حد نفرت ہے۔ اور اگر کسی ایسی خاتون کو ان کے روبرو جانا پڑتا ہے جس کے بال ترشے ہوئے ہوں۔ تو وہ ان کی خوشی کا خیال کر کے اپنے بالوں کو اچھی طرح چھپا لیتی ہے

شاہی خاندان میں صرف دو شہزادیاں ایسی ہیں۔ جنھوں نے بال ترشوا رکھے ہیں۔ اور وہ ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتی ہیں۔ کہ بادشاہ سلامت کی نظر اُن کے بالوں پر نہ پڑنے پائے ؀

گڑیوں کا قبرستان

جاپانی مرد اور عورتیں اپنے بچّوں کی تعلیم و تربیت میں خاص توجہ کرنے کے لئے مشہور ہیں۔ وہاں بچّوں سے کس قدر محبت و اُلفت کی جاتی ہے یہ اسی امر سے ظاہر ہے کہ جاپان میں کئی تہوار محض بچّوں کی تفریح و دلچسپی کے لئے منائے جاتے ہیں ؀

اسی سلسلے میں ایک انگریزی اخبار میں ایک نئی بات نظر سے گزری۔ جو غالباً دلچسپی سے پڑھی جائے گی ؀

جاپانی بچّوں کے ہر مدرسے کے ساتھ جو کھیلنے کا میدان ہوتا ہے۔ اس میں ایک گڑیوں کا قبرستان بھی بنایا جاتا ہے۔ جب کسی بچّے کی گڑیا ٹوٹ جاتی ہے۔ یا پرانی ہو جاتی ہے۔ تو اسے قبرستان میں دفنا دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ دفنانے کی رسم نہایت متانت سے اور مذہبی رنگ میں ادا کی جاتی ہے۔ مدرسے کے اُستاد اور اُستانیاں مدرسے کے دوسرے بچّوں کے ساتھ اس رسم میں شریک ہوتے ہیں۔ اور گڑیا کو دفنانے کے بعد اس کی یاد میں میوہ اور پھول بچوں میں تقسیم کرتے ہیں ؀

رسم کو خواہ کوئی اچھا کہے یا بُرا۔ لیکن یہ اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ کہ جاپانیوں کو بچّے کی خوشنودی کا کس قدر خیال رہتا ہے۔ اور ان کی دلبستگی کے لئے بزرگ کس طرح ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں ؀

خانہ داری کی امریکن ماہر

امریکہ سے ایک خاتون مسز کرسٹین فریڈرک جو امور خانہ داری میں بہت مہارت رکھتی ہیں عنقریب انگلستان پہنچنے والی ہیں۔ اور وہاں ایک زنانہ انجمن کے جلسوں میں وہ خانہ داری پر کئی نہایت فائدہ مند لکچر دینے کا ارادہ رکھتی ہیں ؀

امریکہ میں عام طور پر تمام عورتیں اپنے گھروں کا کام اپنے ہی ہاتھ سے کرتی ہیں۔ اور اگر امداد لیتی ہیں۔ تو صرف اتنی۔ کہ بہت سے گھروں کا ایک مشترک ملازم آیا۔ اور چند کاموں میں ہاتھ بٹا گیا۔ وہاں صاحب خانہ کے تمام کام خود کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ ملازموں کی بے انتہا قلت ہے۔ اور گھر چلانے کا اس کے سوا اور کوئی طریق نہیں ہے۔ لیکن وہاں کی عورتوں نے خانہ داری کو ایک فن بنا لیا ہے اور امریکن گھروں میں ہر چیز ایسے سلیقے سے رکھی جاتی ہے۔ کہ ہر عورت نہایت کم وقت میں اپنا کام سرانجام دے لیتی ہے۔ جو کھانا دوسرے ملکوں میں پینتالیس منٹ میں تیار ہوتا ہے۔ وہ امریکہ میں بیس منٹ میں تیار ہو جاتا ہے ؀

خبریں اور نوٹ

اخبار ندا الشعیب کو اطلاع ملی ہے۔ کہ اس سال ترکی سے زیادہ حاجیوں کے حجاز جانے کی توقع نہیں ہے + بہت سے لوگ مقامات مقدسہ کے انہدام کی کاروائی کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اور بعض لوگ جن کا مذہبی عقیدہ یہ نہیں۔ وہ بھی اس اضطراب انگیز موقع پر حج کے لئے جانا پسند نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ جس وقت تک حجاز کی حالت درست نہ ہو جائے حج کو جانے سے گھر رہنا بہتر ہے ؛

ٹائمز کے نامہ نگار قسطنطنیہ کا بیان ہے۔ کہ جب ترکی کے خزانہ شاہی کے دروازے عوام کے لئے کھولے جائیں گے۔ تو حقیقی معنوں میں علاؤالدین کی کہانی کے طلسمی غار کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا + اس خزانے میں وہ تمام بے بہا اور نادر اشیا موجود ہیں۔ جو گذشتہ چار صدیوں کے دوران میں جمع کی گئی ہیں۔ نیز ایران و مشرقی ممالک سے حاصل کیا ہوا مال غنیمت بھی موجود ہے + اس میں چار سلاطین کے تخت بھی ہیں۔ جن میں سے ایک لعل و جواہر سے مزین ہے۔ سلطان کی وردی ہے جو بیش قیمت جواہرات سے مرصع اور حیرت انگیز نقوش اور گلکاریوں کا نمونہ ہے + اس کے علاوہ دوسرے جواہرات و اسلحہ بھی ایسے ہیں۔ جو دیکھنے والے کو محو حیرت کر دیں گے +

حکومت ترکی شاہی حرم کی بھی نمائش کر رہی ہے جسے گذشتہ پانسو سال میں مختلف سلاطین نے بنایا ہے۔ اور جو کمروں کی بھول بھلیاں معلوم ہوتی ہے +

مصر کے ایک مشہور محب وطن مسٹر فہمی کو سر لی سٹیک انگریز گورنر جنرل سوڈان کے قتل کرنے کے الزام میں پھانسی کی سزا ملی + مسٹر فہمی خندہ پیشانی کے ساتھ پھانسی کے تختے پر چڑھے + اسی قتل کے سلسلے میں پچھلے سال آٹھ شخص پھانسی پا چکے ہیں +

کسی شخص نے مرزا حسن خان صدر پارلیمنٹ ایران پر گولی چلائی۔ اور ان کو اور ان کے سکرٹری کو مجروح کر دیا + جمہور نے گولی چلانے والے پر حملہ کر دیا۔ اور وہ گرفتار کر لیا گیا ؛

لندن ۔ ۲۱ جنوری ۔ ایک ہیرا جس کا نام ہ اٹیر گسن ہے۔ آج ۸۰۰۰ پونڈ میں فروخت ہو گیا + چند سال قبل سویڈن میں اس کی پچاس ہزار پونڈ قیمت کی گئی تھی + پہلے یہ گولڈن ڈائمنڈ کے نام سے مشہور تھا + یہ ہیرا انگلستان اور ہندوستان کے متعدد آدمیوں کے ہاتھ میں سے گزر چکا ہے + اس ہیرے کا سودا ۱۵ سیکنڈ کے اندر اندر ہو گیا ؛

لورپول میں گلیڈسٹون ڈوک کی پہلی نمائش ہوئیں۔ جون اور جولائی تک یہ بالکل مکمل ہو جائے گا یہ دنیا بھر میں جہازوں کی سب سے بڑی قیام گاہ ہے اس میں بڑے سے بڑے جہاز بھی ٹھہریں گے +

لارڈ ریڈنگ سابق وائسرائے ہند نے ایک اخبار جاری کیا ہے۔ جس کے اعزاز میں ان کو پریس کلب میں ضیافت دی گئی ؛

لندن ۔ ۲۰ جنوری ۔ شمالی انگلستان اور سکاٹ لینڈ

میں آندھی کا سخت طوفان آیا۔ جس سے بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ بازاروں میں کھپریلوں۔ چمنیوں اور برتنوں کے ٹکڑوں کی بارش ہو رہی تھی۔ جس سے بے شمار لوگوں کو خفیف چوٹیں آئیں۔ پیدل چلنا ناممکن ہو گیا تھا۔ گاڑیاں لڑھک رہی تھیں چھتیں صحیح و سالم اڑ گئیں۔ ریلوں کے انجن تھم گئے۔ اور ٹیلیگراف کے تار برباد ہو گئے اموات کی تعداد چودہ معلوم ہوئی ہے۔ مجروح بہت زیادہ ہیں۔ آندھی کی رفتار سو میل فی گھنٹہ تھی۔

لندن میں انفلوئنزا کی وبا زور و شور سے پھیل رہی ہے۔ جس کی وجہ سے کئی مقدمات ملتوی اور مدارس بند کر دیئے گئے ہیں۔

قوم پرست حکومت چین نے اعلان کیا ہے۔ کہ جب تک چین کو مکمل خود مختاری حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک چین و برطانیہ میں صلح نہیں ہو سکتی ہے۔

جاپان نے انگریزوں کی تجویز پر چین کی موجودہ صورت حالات کے متعلق کوئی فوجی کارروائی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ان کی رائے میں جاپانی رعایا کی جان و مال کی حفاظت کے لئے وہ بحری قوت کافی ہے۔ جو اس وقت جاپان کی طرف سے چین میں تعینات ہے۔

آسٹریلیا کی مجلس وزارت نے مسئلہ چین پر بحث کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا۔ کہ اس وقت آسٹریلیا کا چینی معاملات میں دخل دینا غیر ضروری ہے۔

وزیر خارجہ امریکہ چین میں امریکن پالیسی کے متعلق اپنا بیان شائع کرنے والے ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ فی الحال ریاست ہائے متحدہ امریکہ برطانیہ کی تقلید نہ کرے گی۔

لندن کی خبروں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ انگریزی جنگی جہاز چین روانہ ہو رہے ہیں۔

ہانکاؤ۔ ۲۴ جنوری۔ آج جو بیان مسٹر یوجین چن نے یہاں دیا۔ اس میں یہ بات ظاہر کر دی۔ کہ وہ دول خارجہ سے اقتصادی مساوات اور باہمی احترام کی بنا پر سلسلہ گفت و شنید جاری کرنے پر آمادہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ چین پر جو بین الاقوامی تسلط قائم ہے۔ اس کی وجہ سے اہل چین اپنے جائز حق آزادی سے محروم ہو گئے ہیں۔

نئی دہلی۔ ۲۴ جنوری۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ہندوستان سے جو فوج چین روانہ ہو رہی ہے اس کی روانگی کا یہ مقصد ہے۔ کہ چین میں جو برطانوی رعایا رہتی ہے۔ اس کی جان و مال کی حفاظت کرے۔ تیاریاں تو کئی روز سے ہو رہی تھیں۔ لیکن روانگی کے احکام ابھی موصول ہوئے ہیں۔

مجلس عاملہ کانگریس کے جلسے میں چین کے معاملات بھی زیر بحث آئے۔ کمیٹی نے ایک تجویز اس مفہوم کی پاس کی۔ کہ ہندوستان سے کوئی فوج چین روانہ نہ کی جائے۔

ملکہ باغ دہلی میں ۲۸ جنوری کو پنڈت موتی لال نہرو کی صدارت میں ایک جلسہ عام ہوا۔ جس میں اہل چین کی قومی امنگوں اور آرزوؤں کے ساتھ اظہار ہمدردی کی قرارداد منظور کی گئی۔ اور باشندگان ہند کی خواہشات کے برعکس اور مجالس وضع قوانین ہند کے مشورہ

کے بغیر ہندوستانی افواج کو چین روانہ کرنے پر ملامت کی گئی + پنڈت جی نے کہا کہ یہ جلسہ برطانیہ کے خلاف مظاہرہ نہیں بلکہ ہندوستانی افواج کے بھیجے جانے پر اظہار ناراضگی کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ مسٹر سری نواس آئنگر صدر کانگرس نے قرارداد کی تحریک پیش کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا۔ کہ ملک میں پلیٹ فارم اور اخبارات کے ذریعے جس رائے کا اظہار کیا گیا ہے وہ متفقہ طور پر حکومت کے اس فیصلے کے خلاف ہے۔ مولانا محمد علی نے تجویز کی کہ حکومت کے اس فیصلے کے خلاف عملی مظاہرہ کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا جائے۔ کہ جب ریل گاڑیاں چین کی طرف جانے والی فوجوں کو لے کر پٹڑی پر سے گزریں۔ تو ان کے سامنے لیٹ جانا چاہئے ؛

گورنر بنگال نے سر عبدالرحیم کو بنگال کا وزیر منتخب کیا تھا۔ مگر چونکہ آپ وزارت قائم کرنے کے سلسلے میں اپنے کسی ہندو ساتھی کو وزیر منتخب کرنے میں ناکام رہے۔ اس لئے آپ کو مستعفی ہونا پڑا + اب مسٹر اے کے غزنوی اور بی چکرورتی وزرا مقرر ہوئے ہیں ؛

میسرز اے۔ کے غزنوی کا مسٹر چکرورتی کے ساتھ وزارت قائم کرنا کلکتہ کے بہت سے مسلمان طالب علموں کو ناگوار گزرا ہے۔ اور وہ مظاہروں کے ذریعے کوشش کر رہے ہیں۔ کہ مسٹر غزنوی کو مستعفی ہونے پر آمادہ کر دیں ؛

مسٹر مکندی لال نے صوبجات متحدہ کی کونسل میں ایک ریزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے جس کی غرض یہ ہو گی۔ کہ کونسل میں خواتین پر سے انتخاب کے متعلق جملہ قیود دُور کر دی جائیں ؛

شریمتی ماتھولکشمی بلامقابلہ مدراس کونسل کی نائب صدر منتخب ہو گئی ہیں ؛

ڈاکٹر مونجے نے کالجوں میں لازمی فوجی تعلیم رائج کرنے کے متعلق اسمبلی میں ایک رزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔

ہز ہائی نس سر آغا خان اور چند دیگر سربرآوردہ مسلمانوں کی سرپرستی میں سرونٹس آف اسلام سوسائٹی قائم کی گئی ہے۔ اس انجمن کو سیاسیات سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ یہ تمام کوششیں تعلیمی ترقی کے لئے کرے گی ؛

بمبئی۔ ۲۴ جنوری۔ بمبئی میں مسٹر سکلاتوالہ کو بمبئی میں اڈریس دیا گیا۔ اور ساتھ چھ ہزار پانچ سو روپے کی تھیلی پیش کی گئی + آپ نے اپنی تقریر میں علاوہ دوسری باتوں کے مسلمانوں سے کہا۔ کہ ان کو بین اسلامک تحریک میں حصے لے کر کانگرس کو مضبوط کرنا چاہئے ؛

سوامی شردھانند کے قتل کے مقدمے میں ملزم عبدالرشید نے اب تک خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ لیکن ۲۴ جنوری کو وہ خود بخود عدالت میں کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے بیان کیا۔ کہ میں نے اب تک اس وجہ سے سوالات کا جواب نہ دیا تھا۔ کہ خوراک تبدیل ہو جانے کے باعث میری طبیعت ناساز تھی۔ اور میرے منہ میں کف بھرا رہتا تھا + میں بولنا چاہتا تھا۔ لیکن نوبت نہ آنے پاتی تھی کہ مجھے کٹہرے سے ہٹا دیا جاتا تھا + یہی بات عدالت سشن میں ہوئی تھی۔ بیمار ہونے کے

علاوہ میں ہچکچاتا بھی تھا۔ اور فوراً سوال کئے جانے پر جواب نہ دے سکتا تھا۔ کیونکہ میں عموماً خوف زدہ رہتا تھا۔

ملزم سے عدالت نے قتل کے واقعہ کے متعلق سوال کیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ میں نے سوامی شردھانند کو قتل نہیں کیا ہے۔ اس نے یہ بیان دیا۔ کہ میں ۲۳ دسمبر کو ریلوے اسٹیشن کی طرف سے آرہا تھا جب سوامی شردھانند کے مکان کے پاس سے گزرا۔ تو میں نے لوگوں کو سڑک پر دوڑتے ہوئے دیکھا۔ یہ دیکھ کر میں مکان کی سیڑھیوں کے قریب کھڑا ہوگیا۔ وہاں سے کسی نے مجھے اوپر بلا لیا۔ میں اوپر گیا اور کمرے میں داخل ہوا۔ جس آدمی نے مجھے پکارا تھا۔ وہ میرے ساتھ تھا۔ وہاں تین یا چار اشخاص نے مجھے پکڑ لیا۔ میرا منہ بند کر دیا۔ اور مجھے گرا دیا۔ انہوں نے میرا سر دیوار کے ساتھ مارا۔ جس سے میرے ہوش حواس بگڑ گئے۔ اس کے بعد میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہوا۔

لاہور۔ ۲۹ جنوری۔ عبدالرشید کو جس پر سوامی شردھانند کے قتل کے الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔ دہلی سے لاہور کے پاگل خانے میں بھیج دیا گیا۔ میاں میر کے ریلوے اسٹیشن پر اسے ریل سے اتار کر سنٹرل جیل اور وہاں سے پاگل خانے لے گئے۔ اس کی حرکات کا چند روز مشاہدہ کرنے کے بعد اس کا طبی معائنہ کیا جائے گا۔

دہلی۔ ۲۹ جنوری۔ چودھری راجہ رام وغیرہ تین ہندوؤں پر سوامی شردھانند کے قتل کے دوسرے دن ایک مسلمان کا خون کرنے کے الزام میں جو مقدمہ چلایا گیا تھا۔ آج سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا لیکن ۸ فروری تک ملتوی کر دیا گیا۔

حیدر آباد سندھ میں پولیس اور سی۔ آئی۔ ڈی کی مسلسل اور سخت کوششوں سے سندھ کے مختلف حصوں میں کئی ایسے آدمی گرفتار کئے گئے ہیں۔ جو شمالی اور وسطی ہندوستان کے علاقوں سے اور دہلی۔ اجمیر۔ کچھ۔ مارواڑ اور گجرات سے لڑکیوں کو بھگا لاتے۔ اور یہاں ان کو فروخت کر ڈالتے تھے۔ یہ تجارت کئی برس سے جاری ہے۔ اور ہندو اور مسلمان دونوں یہ تجارت کرتے تھے۔ یہاں عورتوں کی آبادی کم ہے۔ اس لئے فروخت ہونے کے بعد ان لڑکیوں سے شادی کر لی جاتی تھی۔

کلکتہ۔ ۱۲ جنوری۔ مسٹر بی چکرورتی کے ساتھ آنریبل مسٹر غزنوی کے وزارت قبول کر لینے پر بنگال میں جو شورش شروع ہوئی ہے۔ وہ خطرناک صورت اختیار کرتی جاتی ہے۔ ایسوشی ایٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر غزنوی کے نام دھمکی کی چٹھیاں آئی ہیں کہ اگر انہوں نے وزارت سے استعفےٰ نہ دیا۔ تو انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ یہ چٹھیاں پولیس کے حوالے کر دی گئی ہیں۔ جو اس معاملے میں تفتیش کر رہی ہے۔

ہفتہ وار اخبار جو
محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۳۰	لاہور ہفتہ ۱۲ فروری سنہ ۱۹۲۷ء	نمبر ۷

تہذیب نسواں

لاہور - ۹ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۵ھ

فہرست مضامین

ہماری صحت	فاطمہ بیگم	۱۱۷
بین الاقوامی انجمن نسواں	گیتی آرا	۱۲۰
کم سنی	محمود الحسن	۱۲۲
تمدن حجاز	نفیس دلہن	۱۲۴
بچپن کی تربیت	رضویہ خاتون	۱۲۷
مادری زبان یا اردو	ظفر جہاں	۱۲۹
انجمن تہذیب بریلی	خدیجۃ الکبریٰ	۱۳۰
منتخب اشعار	خورشید محمد خاں	۱۳۱
محفل تہذیب	متفرق	۱۳۱
ولایتی معلومات	×	۱۳۳

..سٹرن ریلوے پر ۱۱ سے ۲۳ فروری تک پسنجر ٹرینوں کے ذریعے موٹر کاروں
کے دہلی تک کے واپسی ٹکٹ پورے اور دسویں حصّے کرائے پر دئے جائیں گے۔ لیکن
شرط یہ ہے۔ کہ سفر کا فاصلہ سو میل سے زیادہ ہو، واپسی کا سفر شروع کرنے کو یہ ٹکٹ
۲۸ فروری ۱۹۲۷ء تک کام دے سکیں گے۔

این۔ ڈبلیو ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس
لاہور۔ مورخہ ۲۷۔ جنوری ۱۹۲۷ء

وی۔ ایچ بولنتھ
برائے ایجنٹ

خواتین کے لئے مسرت بخش

اکسیر ستارہ

(ہاتھ چابی مارک)

پینے کی دوا ہے۔ جو مستورات کی مخصوص شکایات کے لئے نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔ جہاں یورپ و امریکہ کی ایجاد کردہ دوائیں ناکام رہیں اکسیر ستارہ نے اپنا پورا اثر دکھا کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ دوا دوسری قسم کی دواؤں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس دوا کو منگوا کر تجربہ کرنے پر آپ کو خاطر خواہ تسلی و تشفی ہو جائے گی۔ قیمت فی بوتل عہ

پتہ

بڑا دواخانہ ۵۲ مغل اسٹریٹ رنگون۔ برما

اختر النساء بیگم

ایک تعلیم یافتہ سگھڑ لڑکی کا قصہ۔ جو اپنے باپ کی بے پروائی اور سوتیلی ماں کی دشمنی سے بُری جگہ بیاہی گئی۔ اور سخت مصیبتیں جھیلیں۔ آخر اپنی روشن خیالی اور تعلیم کی مدد سے سب مشکلات پر فتح پائی۔ نہایت موثر اور دلچسپ قصہ ہے۔ شروع کرکے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا از محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ قیمت عہ۔ رعایتی قیمت عہ

ملنے کا پتہ

دفتر تہذیب نسواں لاہور

ہماری صحت

جہاں تک میں دیکھتی ہوں۔ آج کل کے لڑکے لڑکیاں خواہ وُہ کسی قوم کے ہوں۔ سب کے سب کمزور نازک دُبلے پتلے ہی ہیں۔ اور ایسے ہی مُسلمان لڑکے لڑکیاں بھی۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر نہایت تعجب اور سُن کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ جب کوئی مقرر یا مضمون نگار مسلمان لڑکیوں کی صحت کے بارے میں کچھ کہتے یا لکھتے ہیں تو یہ کہ۔ پردہ کی پابندیوں کی وجہ سے ہماری لڑکیوں کی صحتیں بگڑتی جا رہی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ہماری کمزوری اور آئے دن کی بیماریوں کے اسباب بہت کچھ ہیں۔ صرف پردے کے رواج کو بدنام کرنے سے کیا حاصل؟ کیونکہ ہماری شرع شریعت میں اتنے سخت پردے کا حکم ہی نہیں ہے۔ جس سے ہماری صحتیں ہی بگڑ جائیں۔ پھر پردے کا نام بدنام کرنے سے کیا حاصل؟

مینجر۔ بدنام شریعت کو نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ملک کے رواج کو کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے رواج کو شریعت سمجھ رکھا ہے۔ وُہ اس کی بدنامی سے بھی ڈرتے ہیں۔

ہماری دادیاں اور نانیاں بھی تو پردہ نشین ہیں۔ پھر کیوں وُہ اچھی طاقتور چُست و چالاک ہیں۔ اور موجودہ نئی نسل کے افراد نہیں۔ حالانکہ اُس زمانے کا پردہ موجودہ پردے سے کئی گنا سخت تھا۔ میری نظر میں ہماری اس موجودہ کمزوری اور بیماری کے اسباب ہماری موجودہ طرز معاشرت ہے۔ پہلے آدمی ماماٸیں نوکر رکھنے کے باوجود خانہ داری کے بہت سارے کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے۔ میری نانی صاحبہ کہتی ہیں۔ کہ ان کی والدہ بڑی مال دار زمیندار تھیں اور ان کی اکیس اولادیں تھیں۔ اتنے بچوں والی خاتون ہو کر بھی ایام پیری تک کنوئیں سے پانی کھینچتی تھیں۔ جس سے کافی ورزش ہو جاتی تھی۔ ایسے ہی میری دادی صاحبہ معظمہ بھی جو نہایت معمّر تقریباً اسّی۔ بیاسی سالہ بزرگ ہیں۔ اور ہر روز صبح سویرے فریضۂ سحری کے بعد اپنے مویشی کھیتوں۔ باغیچوں کی نگہداشت کیا کرتی ہیں۔ اسی ورزش اور محنت کی عادی ہونے کی وجہ سے اب تک اس ضعیفی کے عالم میں بھی نہایت چاق و چوبند ہیں۔ ایسے ہی میرے دادا صاحب مرحوم بھی تادم مرگ تندرست تھے۔ موجودہ نسل کی کمزوری کے بہت سے اسباب ہیں۔ جن میں سے چند ایک لکھتی ہوں۔

۱۔ موجودہ نسل کے لوگ اگر وہ غریب ہوں۔ تو دل کھول کر محنت نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے ان کو پیٹ بھر غذا میسر نہیں آتی۔ اور اگر خوش حال ہوں۔ تو اتنی محنت نہیں کرتے۔ جس سے اُن کو کھانا ہضم ہو۔ اور خوب کُھل کر بھوک لگے۔

۲۔ شہروں کی گنجان آبادیوں کی وجہ سے مکانوں میں جگہ کی تنگی۔ تازہ ہوا۔ روشنی اور دھوپ کا

میسر نہ ہونے سے مکانوں میں صفائی نہیں رہتی۔ جس کی وجہ مکان ڈانسوں۔ مچھروں۔ مکھیوں وغیرہ کا مخزن بنا رہتا ہے۔ اور اس کے رہنے والے مختلف بیماریوں کا شکار :۔

۳۔ بچپن یعنی روز پیدایش ہی سے پرورش کی خامیاں۔ خاندانی و متعدی امراض +

۴۔ صبح سویرے نہ اُٹھنا۔ چونکہ شہری لوگ رات گئے تک مختلف کاروباری کاموں اور دلچسپی کے کام تھیٹروں۔ تماشوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اس لئے راتوں کو جلد نہیں سوتے۔ اس لئے صبح سویرے بیدار بھی نہیں ہوتے۔ جس کی وجہ سے تمام دن طبیعت بدمزہ رہتی ہے +

۵۔ ہونہار بچوں کو پڑھائی اور اسکول کی حاضری کی وجہ سے وقت پر کھانا اور آرام بھی میسر نہیں ہوتا جس کی وجہ ان کی نشو و نما میں نمایاں فرق ہوتا رہتا ہے +

۶۔ دماغی محنت کی کثرت۔ اور جسمانی محنت کی کمی +

مندرجہ بالا اسباب اور اسی طرح کی دیگر وجوہات سے ہماری موجودہ نسلیں خلقتاً کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے۔ کہ ان اسباب کے انسداد کی تجاویز سوچیں + مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے۔ کہ مسلمانوں میں صفائی اور وقت کی پابندی قریب قریب معدوم ہے۔ حالانکہ عمدہ صحت کے لئے صفائی اور وقت کی پابندی لازم و ملزوم ہیں۔ ہمیں چاہئے۔ کہ ان دونوں باتوں کی عادت ڈالیں۔ اور بچوں کو خصوصاً لڑکیوں کو شروع ہی صفائی کی طرف راغب رکھیں +

سب سے پہلے ہمارے گھر پاک صاف ہوا دار روشن رکھے جانے چاہئیں۔ خواہ وُہ کتنے ہی چھوٹے کیوں نہ ہوں + اس کے بعد جسم و لباس اور کھانے پینے کے برتنوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔ کیونکہ ہماری ان رہائشی اور استعمالی چیزوں کا ہماری صحت پر بہت اثر ہوتا ہے + میں نے اکثر گھروں کے برتن اتنے میلے کچیلے چکنے دیکھے ہیں۔ کہ ان کو دیکھنے سے متلی ہونے لگتی ہے۔ اور ایسے ہی مکان اور دیگر اسباب بھی بالکل ناصاف رہتے ہیں + ہم لڑکیوں کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے مکانوں چیزوں کی اور جسم و لباس کی صفائی کا پورا خیال رکھیں۔ کیونکہ صفائی کے بغیر ہر چیز بدنما بھونڈی اور گندی دکھائی دیتی ہے۔ مکان کے احاطے اور موریوں کو ہر روز صاف کرایا جائے۔ کیونکہ ہمارا تمام وقت اپنے گھروں میں ہی گذرتا ہے +

بچوں کو صبح سویرے بیدار ہونے اور فریضۂ سحری بجالانے کا عادی کردیں۔ ایسے ہی دُوسرے فرائض بھی وقت پر ادا کراتے رہیں۔ اس سے بچے شروع ہی سے وقت کے پابند ہو جائیں گے یہاں تک کہ شیر خوار بچوں کا ہر ایک کام بھی وقت پر کریں۔ ان کو وقت پر غذا دیں۔ وقت

پر نہلائیں۔ وقت پر سُلائیں ﴿

ہماری جسمانی کمزوری کا ایک سب سے بڑا سبب یہ بھی ہے۔ کہ ہماری موجودہ تعلیم وتربیت میں ہمارے دماغوں پر زور پڑتا ہے۔ اور کم فرصتی کی وجہ سے طالب علم کافی ورزش نہیں کرنے پاتے۔ اس وجہ سے ہمارے دماغ طاقت ور بن رہے ہیں۔ اور جسم کمزور۔ یہ ایک لازمی نتیجہ ہے ہماری جسمانی کمزوری کا۔ انسان اوائل عمر ہی میں نشو ونما پاتا ہے۔ اور تحصیل علم کا بھی یہی زمانہ ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ علمی ترقی کے ساتھ ساتھ جسمانی ترقی کا بھی پُورا خیال رکھیں۔ کیونکہ تندرستی ہی میسر نہ ہو۔ تو علم دولت ہُنر سب بیکار ہیں۔ کیونکہ دنیاوی چیزوں کا لُطف بھی ہم تندرستی ہی سے اٹھا سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ اپنے گھروں میں اپنے اپنے حسب حیثیت وحسب حال ورزش کی عادت ڈالیں ﴿

ورزش کی بہت سی قسموں کا بیان تو تہذیب میں آچکا ہے۔ مگر مجھے (Skipping) رسی اچھال کر کُودنا نہایت پسند ہے۔ اور میں اسی کی عادی ہوں۔ صرف پندرہ منٹ کُودنے سے کافی ورزش ہو جاتی ہے۔ افسوس مسلمان لڑکیاں ورزش کی بالکل عادی نہیں ہیں۔ حالانکہ صحت کے لئے یہ نہایت ضروری امر ہے ﴿

اگر ہم وقت کے پابند بنیں۔ اور ہائی جین کے مطابق صفائی اور ورزش کا پورا خیال رکھیں۔ تو ہماری صحتیں بفضل خدا ٹھیک رہیں گی۔ حفظان صحت کے تمام اصول فراموش کر کے صرف پردے کے رواج کو روندنے سے کیا حاصل؟

مینیجر۔ حفظ صحت پر لکھنے والے صرف پردے کے رواج کو روکنا ہرگز کافی نہیں بتاتے ایسا کون بے وقوف ہے۔ کہ سب اصول صحت فراموش کر دے۔ اور صرف پردہ ترک کرانے پر سارا زور دے ﴿

ہمارے بنگلہ کے مقابل ایک ہائی اسکول ہے۔ جہاں کی طالبات کو میں ہر روز دیکھتی ہوں کہ میری ہم عمر غیر اقوام کی لڑکیاں جو بے پردہ و آزاد ہیں۔ مجھ سے کئی گنی کمزور دُبلی پتلی ہیں۔ اور میں بفضل خدا پردہ نشین ہو کر بھی ہر طرح تندرست چُست و چالاک ہوں۔ اب بھلا فرمائیے۔ کہ پردہ کی وجہ سے ہماری صحتیں بگڑ رہی ہیں۔ یا قانون قدرت کی خلاف ورزیوں سے

مینیجر۔ رواجی پردہ بھی قانون قدرت کے خلاف ورزی ہے۔ وُہ دُبلی لڑکیاں اگر پردے میں ہوتیں۔ تو اس سے بھی بدتر ہوتیں۔ اور تم اگر رواجی پردے میں نہ ہوتیں۔ تو تمہاری صحت اَور بھی بہتر ہوتی ﴿

ہماری صحتیں بگڑنے کے اور بہت سے اسباب ہیں۔ جن کا نا تجربہ کاری کی وجہ سے میں تفصیلاً ذکر نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ایسا کرنا چھوٹا منہ بڑی بات کی مصداق ہو گا۔

جن بہنوں کے عزیزوں میں کوئی صاحب ڈاکٹر ہوں۔ وُہ ان کی مدد اور مشورے سے اس پر قلم اُٹھائیں:۔

خاکسار فاطمہ بیگم بنت کے محمد حسین صاحب
سوپرنٹنڈنٹ پولیس بنگلور

بین الاقوامی انجمن نسواں

(از محترمہ گیتی آرا بشیر احمد)

ہماری سر برآوردہ یورپین اور امریکن بہنوں نے جو میدان علم و ترقی میں ہم سے بازی لے گئی ہیں۔ اور جو تہذیب حاضرہ کی بھاگ دوڑ میں ہم سے کوسوں آگے نظر آتی ہیں۔ ۱۸۸۸ء میں ایک انجمن نسواں کی بنیاد ڈالی۔ اور اسے بین الاقوامی انجمن نسواں کے نام سے موسوم کیا + یہ انجمن ہر ملک ہر قوم اور ہر مذہب کی عورتوں کے لئے قائم کی گئی تھی + اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ دنیا بھر کی عورتوں کو اس ایک رشتہ سے منسلک کر دیا جائے + اس انجمن کا اصولِ کار یہ قرار دیا گیا۔ کہ "زندگی میں دوسروں کے ساتھ وہ برتاؤ کرو۔ جو تم چاہتے ہو۔ کہ دوسرے تمہارے ساتھ کریں"۔ غرض یہ بین قومی انجمن نسواں دنیا بھر کی عورتوں کے کار و تنظیم کی وہ انجمن ہے جس کی بنیاد آج سے سینتیس سال ہوئے رکھی گئی۔ اور جو ہر مذہب اور ہر قوم کی عورتوں کی نمایندگی کرتی ہے۔ خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے میں اپنے اپنے مقصد حیات کو پورا کر رہی ہوں لیکن جو بنی نوع انسان کی بہبودی کے لئے مذکورہ بالا سنہری اصول پر کاربند ہوں +

اس انجمن کے ماتحت اس وقت سینتیس "۳۷" انجمنیں کام کر رہی ہیں۔ یعنی سینتیس مختلف ممالک میں اس کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں پھر ان ملکی انجمنوں کی مختلف صوبوں اور شہروں میں چھوٹی چھوٹی شاخیں ہیں۔ اور یہ صوبجاتی اور شہری انجمنیں مختلف کاموں کی جماعتوں پر مشتمل ہیں + بین الاقوامی انجمن نسواں ایک درخت کا تنا ہے۔ جس کی اس وقت سینتیس شاخیں ہیں۔ اور ان چھوٹی شاخوں میں پھر اور ننھی ننھی شاخیں ہیں + اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ یہ انجمنیں تین کروڑ عورتوں کی نمایندگی سرانجام دے رہی ہیں + بین قومی انجمن نسواں کے مقاصد یہ ہیں +۔

۱۔ دنیا بھر میں زندگی کے ہر شعبے میں کام کرنے والی عورتوں کے درمیان باہمی اتحاد، ہمدردی اور اعتماد پیدا کیا جائے +

۲۔ مختلف ممالک میں عورتوں کی انجمنوں کے درمیان، ذریعۂ خط وکتابت بہم پہنچایا جائے +

۳۔ دنیا کے ہر حصے کی عورتوں کے لئے باہم ملنے کے موقعے ڈھونڈے جائیں۔ تاکہ وُہ مل جُل کر اپنے اپنے گھر۔ خاندان اور ملک کی

بہبودی کے ذریعے سوچیں۔ اور اس انجمن کے اصولِ کار پر دیہاتی۔ شہری اور معاشرتی ملقے میں عمل درآمد کرنے کی ترکیبیں اختیار کریں +

اس انجمن کا حلقۂ عمل کسی خاص مقصد کے لئے محدود نہیں۔ بلکہ یہ انجمن اپنے خواہرانہ حلقے میں کام کرنے والی ہر عورت کو شامل کرتی ہے۔ اور ہر شعبۂ کار میں مدد دینے کو تیار ہے۔ "دوسروں کے ساتھ وہ برتاؤ کرو جو تم چاہتے ہو۔ کہ دوسرے تمہارے ساتھ کریں"! اس جادو بھرے اصول کا سے سب دلوں کا باہم وابستہ کر دیا۔ تاکہ عورتیں یگانگت و یک جہتی سے بنی نوع انسان کی بہتری کے جدوجہد کریں +

اس انجمن کی عام پالیسی حسب ذیل اصولوں میں ظاہر ہے:-

یہ انجمن کسی ایک یا خاص مقصد کے لئے قائم نہیں کی گئی۔ اور ہر اس قسم کے مذہبی و سیاسی پروگرام سے مبرا ہے۔ جو دو ممالک کے رشتۂ تعلق پر برا اثر ڈالے +

اس انجمن کو اپنی چھوٹی شاخوں پر اس سے زیادہ کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ وہ انہیں صلاح و مشورہ دے۔ اور ان سے اک ہمدردانہ سلوک رکھے۔ ہر چھوٹی انجمن کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے دائرۂ نسواں میں جس وضع کار کو بہترین سمجھے اس پر عمل درآمد کرے۔ مرکزی انجمن کو ان کے کام میں دخل دینے کا اختیار حاصل نہیں +

ہر چھوٹی انجمن کو نمائندگی کا حق حاصل ہے۔ اور ہر موقع پر انتخاب کے ذریعے سے اپنا نمائندہ بھیج سکتی ہے۔ ہر چھوٹی اور بڑی شاخ کو نمائندگی میں برابری دی گئی ہے +

اس کے علاوہ تمام وہ نسوانی انجمنیں (جن میں سب نسوانی کلب۔ کمیٹیاں اور مختلف نسوانی جماعتیں شامل ہیں) جو پہلے سے اپنے اپنے شہروں میں کوئی نہ کوئی مفید کام معین کئے ہوئے نسوانی دنیا کو فائدہ پہنچا رہی ہیں۔ اس نئی انجمن نسوانی سے وابستہ کر دی گئی ہیں۔ اور ہر قسم کے رضاکار اور سرکاری یا غیر سرکاری ملازم عورتوں کو اسی بڑے سلسلے میں منسلک کر لیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ دنیا کی تمام عورتیں ایک ہی وسیع مشترک حلقے میں شامل ہو کر اپنے صنف کی بہبودی کا بالخصوص اور نوع انسان کی بہتری کے لئے بالعموم جد وجہد کریں +

۱۸۹۹ء میں بین الاقوامی انجمن نسواں کا اجلاس لندن میں منعقد ہوا۔ اور اس میں ملکوں کے امن وامان کے لئے "بین الاقوامی مصالحت" کی تجویز بہ اتفاق رائے منظور ہوئی۔ اور ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ جو اس مصالحت کے کار خیر کو ہر طرح امداد پہنچائے۔ گذشتہ جنگ عظیم کے ہولناک واقعات جن سے شہر قصبے۔ اور گھر برباد و تباہ ہو کر رہ گئے۔ اور دنیا بھر میں اک ماتم برپا ہو گیا۔ ہزاروں لاکھوں بچے یتیم۔ عورتیں بیوہ

اور خاندان برباد ہو گئے۔ وہ نوجوان جن کو ماؤں نے خون جگر بہا کر پالا۔ بیوگی کی مصیبتیں کاٹیں لیکن محنت و مشقت کر کے اپنے نونہال کی پرورش اور تعلیم پر جان و مال قربان کیا۔ تاکہ وہ جوان ہو کر ماں کی ڈھارس اور اس کا سہارا بنے گا۔ آہ وہی نوجوان توپ کے ایک گولے سے ہزاروں کی تعداد میں شکار ہوئے۔ اور میدان جنگ میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گئے + یہ وحشت ناک واقعات اور دنیا کی یہ تباہی دیکھ کر مردوں نے اس عالمگیر جنگ کے اختتام پر جینوا میں لیگ اقوام کی بنیاد ڈالی لیکن اس سے بتیس سال پہلے عورتوں نے مختلف قوموں کے حسد و مقابلہ کا بازار گرم دیکھ کر باہمی حسن سلوک پیدا کرنے کے لئے اس نسوانی انجمن کو قائم کیا۔ بے شک یہ عورتوں ہی کا کام تھا۔ کیونکہ نہ ہوتا۔ عام سپاہی اور کسان سے لے کر مدبران ملک اور بادشاہ تک۔ الغرض ہر شخص جو حیات خدائے لایزال کے ہاتھوں باغ زندگی میں پھلنے پھولنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اسی عورت کی گود میں پرورش پاتا ہے + وہ ماں ہی ہے۔ جو اسے یوم پیدائش سے امن و امان کا دیوتا بنا سکتی ہے اور ہر طرح کے ملکی و قومی جنگ و جدال کے خیالات سے پاک کر سکتی ہے + اگر ہر ماں اپنی محبت کی فضا میں راست بازی اور سلامتی کی ہواؤں کے خوش گوار جھونکوں سے اپنے لخت جگر کو امن و صلح کی لوریاں سنا کر ماں کی درد بھری آواز سے اسے اتحاد اور باہمی الفت و ہمدردی کے جھولے میں پرورش کرے۔ تو صفحۂ ہستی سے یہ خون ریزیاں مٹ جائیں + چنانچہ انہیں خیالات کو مدنظر رکھ کر یہ نسوانی انجمن بین الاقوامی لیگ میں نمائندگی کی دعوے دار ہوئی۔ اور اب

Madam Chaponiere Chaix

جینوا میں اپنی جنس کی نمایندگی کے اہم اور نازک فرائض سرانجام دے رہی ہیں + باقی آئندہ

کم سنی

اور بے وقت کی شادی

عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ شادی کی جلدی لڑکی والے مچاتے ہیں۔ جہاں لڑکی اصطلاحی طور پر سیانی ہوئی اس کی شادی کا غل مچنے لگا۔ لڑکی کے والدین اکثر اس عجلت میں لڑکی کے لئے بر کا ناموزوں اور غلط انتخاب کر لیتے ہیں۔ مگر انہیں اس کی پروا نہیں ہوتی۔ وہ تو اپنے اُس بار سے سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ جو اس لڑکی کی موجودگی سے سمجھا جاتا ہے + اگر اتفاق سے انتخاب بھی اچھا ہو گیا اور لڑکا خوبی قسمت سے ہونہار اور قابل مل گیا۔ تو منگنی کرتے ہی اس کی شادی میں جلدی کر کے قبل از وقت اس پر خانگی ذمہ داریاں ڈال دی جاتی ہیں۔ جن سے فکرمند ہو کر وہ اپنے سلسلہ تعلیم کو چھوڑ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور ترقی

کے تمام ولولوں کو خیر باد کہہ کر عموماً معمولی سی ملازمت پر قناعت کر لیتا ہے۔ لیکن والدین کی جاہلانہ ضد پوری ہو کر رہتی ہے۔

اگر لڑکے کی طرف سے اس میں اُور التوا کیا جائے۔ تو نسبت توڑ دینے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ اور بعض اوقات ایسی نسبتیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔ جن میں فریقین ایک عرصے کی نامزدگی کے باعث ایک دوسرے کے نام اور ذکر سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ ایسے واقعات کس قدر افسوس ناک ہیں۔ مگر والدین اپنی عجلت کے سامنے نہ ان کے جذبات کا احساس کرتے ہیں نہ ان کے مفاد کا۔

میرے ایک تعلیم یافتہ دوست کی نسبت محض اس بنیاد پر فسخ کر دی گئی۔ کہ وہ گریجوئٹ ہونے کے بعد بھی اپنی تعلیم کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔ اور تعلیم سے پہلے شادی کے لئے آمادہ نہ تھے۔ اُدھر لڑکی کی والدہ اُس کی شادی کے لئے بے حد مضطرب تھیں۔ نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ ایک بہت ہی معمولی استعداد کے لڑکے سے اُس کی شادی کر دی گئی۔ جس کو قابلیت اور اہلیت کے اعتبار سے اس کے پہلے منسوب سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔

اب وہ لڑکی نہایت مسرت سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ اور اس کا محروم منسوب ایک کامیاب وکیل ہے۔ اور اپنی رفیقہ حیات کے ساتھ شادمانی اور اطمینان سے گزار رہا ہے۔ دنیا میں امتیاز اور آسایش و راحت کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہر انسان کا مقصد ہوتا ہے۔

اگر والدین اپنی اولاد کے لئے بس ایسی زندگی چاہتے ہیں۔ تو ان کو اپنی اولاد کی منگنی اور بیاہ میں ہرگز فضول عجلت سے کام نہیں لینا چاہئے۔ یا اگر ضرورتاً وہ منگنی کرنے پر مجبور بھی ہوں۔ تو لڑکے کی تعلیم کی تکمیل اور سب سے بہتر یہ کہ اس کے برسرکار ہو جانے کا تو ضرور انتظار کرنا چاہئے۔

اس عرصے میں لڑکی کے والدین اس کو اپنے اوپر بارگراں نہ سمجھیں۔ بلکہ حسب توفیق اس کی تعلیم و تربیت کرتے رہیں۔ منگنی اور شادی کے درمیان کا زمانہ اگر اس کو مفید بنایا جائے۔ تو بہت کارآمد ہو سکتا ہے۔

لڑکیوں کا میکہ ان کے لئے بمنزلہ ایک درس گاہ کے ہے۔ جس قدر زیادہ عرصے تک وُہ اس درس گاہ میں رہیں گی۔ ان کے لئے مفید ہوگا۔ مگر یہ اسی صورت میں کہ ان کے والدین بھی صحیح تربیت دینے کے اہل ہوں۔ اور ان کے گھروں میں ایسی اخلاقی فضا موجود ہو۔ جس سے لڑکیاں پاکیزہ خصائل لے کر نکلیں اور اپنے شوہروں کی صحیح رفاقت کر سکیں۔

شرفا کے طبقوں میں جہاں اس زمانے میں بھی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنی زندگی کے

اس ضروری مرحلے کے متعلق اپنے لبوں پر مُہر سکوت لگائے رہتے ہیں۔ اور جہاں ان کی قسمت کے فیصلے تمام و کمال ان کے والدین کے اختیار میں ہیں۔ ان باتوں کا لحاظ رکھنا لازمی ہے۔ میں توقع کرتا ہوں۔ کہ اَور نامہ نگار ان تہذیب بھی اس مسئلہ پر اظہار خیال کریں گے

محمود الحسن صدیقی بی اے علیگ

تمدُّن حجاز

(محترمہ نفیس دُلہن)

حجازی تمدن کی بابت میری معلومات نہایت محدود ہیں۔ مکّہ مکرّمہ کا قیام کم و بیش چالیس روز رہا۔ اور مدینہ طیبہ کا ۲۳ دن۔ اس میں بھی دوسری مصروفیتیں۔ جو کچھ نگاہ کے سامنے آیا دیکھ لیا۔ تلاش قطعاً نہ تھی۔ اس لئے زیادہ وسیع خاکہ پیش نہیں کیا جاسکتا۔ حجاز کا تمدن ایک مجموعہ تمدنوں کا معلوم ہوتا ہے۔

کئی سو برس ترکوں کی حکومت رہی۔ موسم حج تمام ممالک اسلامی کے ساکنین کو اس پاک بقعہ میں جمع کر دیتا ہے۔ مکہ مکرّمہ اور مدینہ منورہ میں آفاقی کثرت سے آباد ہیں۔ ان تمام امور کا نتیجہ لازم یہ ہے۔ کہ یہ مجموعی صورت تمدن پر بھی موثر ہے۔

حجازی تمدن میں شان ہے۔ وقار ہے۔ ترتیب ہے۔ صفائی ہے۔ اور اس کو ہر حالت میں محفوظ رکھتے ہیں۔ بمبئی کی مسافر خانوں میں مختلف ممالک کے مسافر ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ باقاعدہ اہل عرب اور ان کے بعد ایرانی سمجھے جاتے ہیں اور سب سے بدتر ہندوستانی۔ یہی حال جہاز میں ہوتا ہے۔ عرب کا سامان شاندار صاف اور باقاعدہ رکھا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک چھوٹا سا قالین بچھا ہوا۔ اس پر نشست۔ ضروریات کی چیزیں ترتیب سے قالین کی اطراف پر رکھی ہوئی۔ ہندوستان کا سامان ابتر و پریشان۔ اور اکثر میلا۔ کوئی اپنی گھڑی پر چڑھا بیٹھا ہے۔ تو کوئی صندوق پر۔ کھا پکا کر برتن ایک طرف ڈال دیئے۔ جب دوسرے وقت کھانا پکے گا تب صاف کریں گے۔ دو صندوق ملا کر اس پر دراز ہو گئے۔

مکہ مکرّمہ اور مدینہ طیبہ میں عموماً مکان کئی کئی منزل کے ہوتے ہیں۔ ان میں دو باتوں کا اہتمام بہت زیادہ ہے۔ ہوا اور روشنی۔ اسی واسطے دریچے اور کھڑکیاں بڑی بڑی اور مسلسل ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ کھل بھی جائیں۔ اور بند بھی ہو جائیں قالین نفیس بچھے ہوتے ہیں۔ برسوں کے استعمالی۔ مگر کسی پر داغ دھبّہ کا نام نہیں۔

دیواروں سے ملی ہوئی (دکّے) اونچی نشست گاہیں مسلسل دونوں طرف بلکہ تین طرف ہوتی ہیں۔ خوش نما کپڑے سے یہ دکّے منڈھے

ہوتے ہیں۔ زمین سے اندازاً دو فٹ ان کے اوپر
دیوار سے متصل تکیے لگے ہوتے ہیں۔ یہ بھی مسلسل
ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں جیسا کہ یہاں ہوتا ہے۔ کہ چاندنی
پر صدر میں ایک قالین بچھا دیا۔ اس پر ایک تکیہ رکھ
دیا۔ ظاہر ہے۔ کہ اس پر ایک یا دو آدمی بیٹھ سکیں گے
باقی بلا تکیہ کے۔ دکوں پر نشست خوش نما ہوتی ہے
سب شان کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ قالین خالی رہتے
ہیں۔ سلیقہ استعمال ایسا ہے۔ کہ دکے اور تکیے برسوں
صاف نظر آتے ہیں۔ اور قالین تو پشتوں تک
برتنے کے بعد بھی صاف و پاک رہتے ہیں۔ ہراج
(نیلام) میں جو سامان آتا ہے وہ بھی ایسا کہ خریدار
بے تکلف اس کو پر تکلف خیال کر کے خریدے
اور برتے۔ مرمت یا صفائی کے فکر میں نہ پڑے۔
مکانوں میں سامان آرائش کم نظر آیا۔ کہیں کہیں
سنگ مرمر کی میز دیکھی۔

مہمان جب آئے گا۔ تو صاحب خانہ کشادہ روئی
اور انبساط خاطر سے خیر مقدم کرے گا۔ مصافحہ کے
بعد جوش کے ساتھ خیریت پوچھے گا۔ مردوں میں
مرد مہمان کا جبہ یا عباء اپنے ہاتھ سے اتار کر ایک
طرف رکھے گا۔ عورتوں میں عورت یعنی مالک خانہ
مہمان کا برقعہ اپنے ہاتھ اتار کر رکھے گی پھر دکے
پر بٹھاتی ہیں۔ چاء۔ پانی۔ شربت پیش کرتی ہیں
یہ دور برابر جاری رہتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا
فنجان پیش کرتے رہتے ہیں۔ صاحب خانہ کے
حرکات و سکنات شان ضیافت غرض جملہ باتوں
سے سلیقہ تمیز عیاں ہوتا ہے۔

چاء نہایت نفیس بنی ہوئی۔ ظروف چاء مصفا
و مجلا۔ حالانکہ صبح سے سوتے وقت تک یہ سلسلہ
قائم رہتا ہے۔ خود بھی پیتے رہتے ہیں۔ اور کوئی نہ
کوئی آتا ہی رہتا ہے۔ کسی وقت آئے۔ چاء ضرور
پلائیں گے۔ مدینہ شریف میں ایسے موقعوں پر
تولیے ایسے صاف و پاک ہوتے ہیں۔ کہ دیکھ کر
دل خوش ہوتا ہے۔ گھر کی بیویاں ان پر ریشم کا
کام بنا کر زیادہ پُر لطف اور قیمتی بنا دیتی ہیں۔
چاء عموماً شیشے کے فنجانوں میں سادہ پی جاتی
ہے۔ بغیر دودھ کے۔ اس واسطے اس کا رنگ
بھی باصرہ نواز رہتا ہے۔ سیاہ چاء کا سرخ۔ اور
سبز کا زرد۔

جہاں مہمان کو بٹھاتے ہیں۔ اس کو گاعہ کہتے
ہیں۔ مدینہ طیبہ میں یہ اہتمام دیکھا۔ کہ ہر صبح کو
سامان نکال کر سنگین فرش پانی سے دھوتے
ہیں۔ زینے بھی دھو کر کپڑے سے خشک کرتے
ہیں۔ ملنے ملانے والوں کے آنے سے پہلے یہ
سب کچھ ہو چکتا ہے۔ مکان کے اندر قدم رکھتے
ہی پاکیزگی۔ صفائی کے تاثیر سے دل کو فرحت
ہوتی ہے۔ مزید برآن صاحب خانہ کا تپاک
اور اہتمام مدارات یہ سب امور مل کر ایسا اثر
ڈالتے ہیں۔ کہ ان کا فراموش کرنا ممکن نہیں چھوٹی
چھوٹی چاء کے فنجان سلیقہ سے پیش کرتے
ہیں۔ یکے بعد دیگرے۔ اور خود ادب سے ایک

طرف کھڑے ہوجاتے ہیں۔ صاف شفاف تولیے
شانے پر پڑے ہوئے۔ ایک فنجان کے بعد دوسرے
پر اصرار کرتے ہیں۔ ختم مدارات پر تولیہ ہاتھ منہ
صاف کرنے کو پیش کرتی ہیں۔ ایک اور بات
دیکھی۔ کہ چاء کی کشتی میں ایک صاف تشتری
میں رومال بھگو کر نچوڑ کر خوش نما طرز پر رکھ
دیتے ہیں۔ تاکہ چاء پی کر چکنی تر کر کے منہ صاف
کرلیا جائے۔

کھانا سادہ کھاتے ہیں۔ مرچ بہت تھوڑی۔
علیٰ ہذا القیاس گھی۔ مگر اجزاء طعام عمدہ ہوتے ہیں
گوشت عموماً عمدہ کھاتے ہیں۔ گوشت کی ذاتی خوبی
مصالحوں کے تکلف سے اس کو بے نیاز کر دیتی ہے
ترکاریاں ہمیشہ استعمال کرتے ہیں۔ بھنڈی۔ شلجم چقندر
کدو وغیرہ۔ لیمو۔ پودینہ۔ سبز دھنیا ضرور استعمال کرتے
ہیں۔ روٹی سے زیادہ چاول کا رواج ہے۔ میوہ ہر
کھانے کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ عموماً خربوزہ۔ تربوز۔

لباس صاف اور باوقار رکھتے ہیں۔ جب باہر
جائیں گے۔ لباس ایسا صاف ہوگا۔ گویا ابھی استری
کیا گیا ہے۔ یہی حال خواتین کا ہے۔ جب کہیں
جاکر گھر واپس آئیں گی۔ اپنے کپڑے بدل کر یا تو خود
فوراً استری کریں گی۔ یا خادمہ کو حکم دیں گی۔ کہ وہ
استری کر کے الماری میں رکھ دے۔

بڑی دل کش چیز حجازی تمدن میں اسلامی شان
ہے۔ حج سے پہلے تو حج نصیب ہونے کی دعا دیتے
رہتے ہیں۔ اس واسطے کہ بعض حج کا دن آنے
سے پہلے مر جاتے ہیں۔ بعد حج مقبول ہونے کی۔
اور زیارت مدینہ نصیب ہونے کی دعائیں۔ مدینہ
پہنچنے پر اہل مدینہ کی زیارت قبول ہونے۔ حضرت
سرور عالم کی خوشنودی حاصل ہونے کی دعائیں
دیتے ہیں۔

مدینہ منورہ جاتے ہوئے راستے میں منزل قریب
آنے پر بدوؤں کے بچے صدر الصدور صاحب کے
اونٹ کے سامنے قطار قطار الٹے چلتے یعنی اپنا منہ
اونٹ کی طرف کر کے اور کہتے یا حاجی حجکُ مقبولٌ
عِندَ اللہِ و عِندَ الرسول۔ یعنی اے حاجی تیرا حج خدا
و رسول کے نزدیک مقبول ہو۔ ان کا ہم آواز ہو کر
ترنم سے کہنا نہایت پرلطف ہوتا ہے۔ واپسی
پر بھی بچے کہتے تھے۔ یا حاجی زیارت رسول مقبول
ویؤدیکم بلادکم بالعافیہ۔ یعنی زیارت مقبول ہو۔
اور تم اپنے اپنے شہروں کو عافیت سے پہنچو۔ سچ
تو یہ ہے۔ کہ یہی دعائیں حاجیوں کو مع الخیر وطن
واپس لاتی ہیں۔

اہل مدینہ کی بات بات سے جوار نبی کا ادب
اور عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک چھوٹا سا بچہ کوئی
چھ سال کا۔ صدر الصدور صاحب کے پاس آیا۔ جو
ایک بڑے علمی خاندان کا فرد تھا۔ اس کے والد
ہندوستان میں صدر الصدور صاحب کے خاندان
میں چند روز سے مقیم ہیں۔ بچے نے سلام اور
دست بوسی کے بعد اثنائے کلام میں روضہ مبارک
کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اَتوسّلُ بہذا النبی سائل

اَبُوَیہ عندنا۔ یعنی میں تم کو اس نبی کا واسطہ دیتا ہوں
میرے باپ کو یہاں بھیج دیجئے ٭

واپسی کے بعد جدہ کے بازار میں نادر اور
نفیس انگور بک رہے تھے۔ تاجر صدا لگا رہا
تھا۔ صلوٰۃ علی جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ گویا
انگور بیچنے کی آواز تھی۔ ایک مسلمان یہ انگور کھا
کر دل میں کیسا سرور محسوس کرے گا۔ اسی کے
دل سے پوچھنا چاہیئے ٭

دنیا کی نفاست وہاں کے برتنے کے لئے ہے
ایران کے قالین۔ روس کی سماوار۔ چین کی
چاء۔ زنجبار کا عنبر۔ ہند کا عود۔ علیٰ ہٰذا القیاس
ایک بدو کی جھونپڑی میں جاکر چاء پی لیجئے۔ وُہی
صفائی ستھرائی نظر آئے گی۔ جو بڑے محل میں ہوگی ٭

حوالی مدینہ کے خالص سادات حسینی کے کوئی
پچاس گھروں میں صدر الصدور صاحب کو جانے
اور ملنے کا اتفاق ہوا۔ ہر ایک گھر اپنی شان میں بالا
تھا۔ شرفاء مدینہ کا یہ اہتمام رہتا ہے۔ کہ تاجر لوگ
جو اکثر بدو یا تکروری ہوتے ہیں۔ حجاج کو دھوکہ
دے کر زیادہ دام وصول نہ کریں۔ اور ناقص
چیز نہ دے دیں ٭

بدوؤں کی جھونپڑیوں کو بھی صاف دیکھا۔
جو دو چار ٹوٹی پھوٹی چیزیں تھیں۔ وہ سب قرینہ
سے رکھی پائیں۔ ایک طرف ایک حصہ چاء بنانے
کو مخصوص۔ تھوڑی سی جگہ آگ سلگانے کو۔ کل
سامان چائے کا ترتیب سے رکھا ہوا ٭

رابغ پر ایک بدوانی عائشہ کی جھونپڑی
میں قیام کیا۔ اس کا وقار اور سلیقہ۔ ہماری
آسائش اور ضروریات کا جس طریقہ سے اس
نے اہتمام کیا۔ اس سے اس کی شان نمایاں
تھی ٭ اس پر سادگی قابل ذکر ہے۔ کہ دو روز
اس کے ہاں قیام رہا۔ فی آدمی دو قرش کرایہ تھا
ہم سات آدمی تھے۔ جملہ کرایہ دو روز کا ۲۸ قرش
ہوئے ٭ ایک مجیدی میں قرش کی ہوتی ہے
انعام کا خیال کرکے دو مجیدیاں دے دیں ٭
اس نے واپس کر دیں۔ اور کہا قرش گن کر
دو۔ لہٰذا خردہ منگوایا گیا ٭ ایک ایک آدمی کے
دو دو قرش جُدا جُدا کرکے دیئے تب لئے ٭
قرش جو بچے۔ وہ انعام کے طور پر دیئے
گئے۔ ان کو لے کر صدر الصدور صاحب کو جو
دعا اس نے دی۔ وہ دل میں سما جانے والی تھی
یعنی عطے ربی یبارک فیک یا حبیبی۔ یعنی خدا تجھ
کو برکت دے اے میرے حبیب ایاتی آئندہ

بچپن کی تربیت

لیڈی پگیٹ (Lady Paget) صاحبہ
کا مندرجہ بالا عنوان پر پانیر میں ایک مضمون
شائع ہوا ہے۔ جس میں وہ فرماتی ہیں کہ:۔
"اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے ہمیشہ
خوش و خرم رہیں۔ تو ہمیں تین باتوں کا دھیان

رکھنا چاہیئے۔ اوّل طاقت و تندرستی۔ دوم دماغی
تربیت کہ بچہ بڑا ہو کر کاروباری زندگی بخوبی
انجام دے سکے۔ اور پُر امن و قانع زندگی بسر
کر سکے۔ سوم اخلاقی و روحانی تعلیم۔ کہ بچہ وسیع
الخیال ہو کر دوسروں کے لئے قابل تقلید
مثال ہو۔ اور دوسروں کی ہمدردی و مدد کر سکے۔

اچھی صحت کا بڑا انحصار بچپن کی تربیت کھان
ولباس کی صفائی و موزونیت پر ہوتا ہے۔ لیکن
سب سے زیادہ قابل لحاظ مذہبی اخلاق ہے۔ تمام
بچوں کو کام کرنا سکھانا چاہیئے۔ بچوں کو کھیلنے کودنے
دو۔ مگر بیکار کہیں نہ بیٹھنے دو۔ بیکاری بہت ہی
برائیوں کی جڑ ہے۔ میں اوّل لڑکوں کو لیتی ہوں
جوں ہی وہ ذرا ہوش سنبھالیں۔ اُن سے چھوٹے
چھوٹے کام لینا چاہئیں۔ مثلاً باغ میں درخت
لگانا اور کیاریاں بنانا۔ روش درست کرنا۔ چھوٹے
چھوٹے پیام ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا۔
گھر کی چیزوں کی صفائی و مرمت۔ اگر گھر میں مویشی
ہوں۔ تو ان کی دیکھ بھال۔ پھر بزرگوں کو اس
بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ لڑکے کو کس کام
میں دلچسپی ہے۔ اور جس کام میں دلچسپی ہو۔
خواہ وہ کیسا ہی ادنی کام بڑھئی۔ مالی۔ راج۔ موچی
وغیرہ کا کیوں نہ ہو۔ اسے ابتدائی عمر میں مدرسے
جانے سے قبل سیکھنے کا موقع دینا چاہیئے۔ کیونکہ
جب لڑکے مدرسے جانے لگتے ہیں۔ تو انہیں
چند ایک عرصے تک دماغی کام کرنا ہوتا ہے۔
بچپن کی تربیت سے انہیں تمام عمر یاد رہتا ہے
کہ جو کام پُوری توجہ سے کیا جائے۔ اس میں
کامیابی ہوتی ہے۔ اور جب بچپن ہی سے نہیں
عادت ڈالی جاتی ہے۔ تو عادت پختہ ہو جاتی ہے۔
میرے دادا نپولین اعظم کے پُر آشوب زمانے
میں ایک ممتاز فوجی ملازم تھے۔ انہوں نے
اپنی اولاد میں سے ہر ایک کو جب کہ وُہ بالکل
بچّے ہی تھے۔ کسی نہ کسی کام سیکھنے پر مجبور کیا۔
اور کہا کہ اب خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ہر حالت
میں اپنے بل بوتے پر اپنی بسر اوقات کر سکتے
ہیں۔

یہ ایک ایسی مفید بات ہے۔ جس کے پورے
فائدے بغیر وقت پڑے والدین کے ذہن نشین
نہیں ہو سکتے۔ بچہ جس قدر زیادہ دستکاری میں
ماہر کیا جائے گا۔ مصیبت پڑنے پر اُسی قدر
زیادہ مفید رہے گا۔ دستکاری ہی بُرے
وقت پر آڑے آتی ہے۔ دماغی و علمی قابلیت افضل
ہے۔ لیکن اس کے اظہار کا وقت پُر امن زمانہ
ہے۔ علاوہ ازیں صرف کسی ایک فن کا ماہر
کامل بھی کافی نہیں ہے۔ ممکن ہے۔ کہ جس چیز
کے آپ ماہر ہوں۔ اس وقت اس کی ضرورت
نہ ہو۔ ایسی حالت میں ایک فن کا جاننے والا
مُصیبت میں پڑ جاتا ہے۔ تمام اچھے کاموں
میں اوّل دماغ سے۔ پھر ہاتھ سے واسطہ پڑتا
ہے۔ بچوں کے عقل و ذہن کی تیزی کے لئے

اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے۔ کہ انہیں ہر کام سکھایا جائے؛

لڑکیوں کو مدرسے میں داخلے سے قبل امور خانہ داری کی تعلیم اور گھر کے کاموں میں دلچسپی لینا سکھانا چاہئے۔ اور خصوصاً کھانا پکانا کپڑے دھونا۔ استری کرنا۔ اور کپڑوں کا کتر بیونت + انہیں یہ محسوس کرنا چاہئے۔ کہ ان کاموں کا بخوبی انجام دینا ان کے لئے باعث فخر وعزت ہے۔ اور سست وکاہل رہنا بے عزتی ہے۔ یہ خیال کہ میری لڑکیاں مدرسے میں تعلیم پاتی ہیں۔ اور استانیوں کا فرض ہے۔ کہ وہ انہیں سب کام سکھائیں۔ مجھے کچھ سکھانے کی ضرورت نہیں ہے غلط ہے+ اس غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اس وقت بہت سی لڑکیاں امور خانہ داری سے ناواقف محض ہیں۔ اور وہ گھر کے کاموں سے نفرت کرتی ہیں+ گھر کا کوئی کام ایسا نہیں ہے۔ جو ذلیل ہو یا بخوبی کرنے کے لائق نہ ہو+ چھوٹے سے چھوٹا کام کرنا زیادہ اچھا ہے پُرلطف تر حسن بیکاری سے۔ میں ہمیشہ ہر کام کرنے کی کوشش کرتی ہوں اور سب جتنے کام سیکھتی جاتی ہوں۔ اتنا ہی ہر نئے کام کا سیکھنا سہل ہو جاتا ہے+ یہ بات شاید عجیب معلوم ہو۔ کہ میں چوراسی برس کی عمر میں نئے کام سیکھنے کی خواہش کرتی ہوں۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ کسی بات کا سیکھنا رائگان نہیں جاتا۔ یہ سب دماغ میں جمع رہتا ہے۔ اور روح کو بلند کرتا ہے؛

پس میری معزز بہنو! اپنے کاموں میں ہمیشہ خوشی وستعدی سے منہمک رہو۔ تاکہ بچے جو تمہارے گرد وپیش ہیں۔ وہ بھی باعزت زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں۔ اور آپ بھی خوش وتندرست رہیں + فی زمانہ نئی تعلیم وتربیت یافتہ بہنیں خانہ داری کے چھوٹے چھوٹے کاموں کو ذلیل وبے وقعت سمجھ کر نوکروں پر ڈال رہی ہیں۔ لیکن بہت جلد وہ زمانہ آرہا ہے۔ کہ ہندوستان میں ہر ایک بہن کو نوکر رکھنے کی وسعت نہ ہوگی+ ابھی یہ حال ہے۔ کہ دس اور بارہ روپیہ ماہوار اور کھانے پر اچھی نوکرانیاں ملتی ہیں۔ اور اُن کے بھی دماغ عرش معلّے پر ہیں۔ تو آگے کا خدا حافظ ہے+ ایسی حالت میں نوکروں پر اپنا تمام کام ڈال دینا کہاں تک ٹھیک ہے۔ اور اپنے ہاتھ پاؤں کو زنگ آلود کرنا اور صحت کو بگاڑ لینا عقلمند آدمی کا کام نہیں ہے+ انسانی زندگی جب ہی کامیاب ہو سکتی ہے۔ کہ انسان ہر وقت مستعد باخبر اور باعمل ہو۔ بقول شاعر۔

کامران منزل عقبے پہ وہی پہنچیں گے۔
جو رہے وادی دنیا میں سبک گام عمل

خاکسار رضویہ خاتون

مادری زبان یا اُردو

تہذیب مورخہ ۲۵ دسمبر ۲۶ء میں تعلیم نسواں

دہلی (کانفرنس اصلاحات) کے زیر عنوان جو بحث درج
تھی۔ اور جس پر محترمہ سلطانہ بیگم صاحبہ نے دوسری
بہنوں کی رائے دریافت کی ہے۔ اس پر بعد بحث
مباحثہ کے ہمارے ہاں تو یہ رائے قرار پائی۔ کہ
چونکہ بعض صوبوں کی زبانیں اُردو سے بالکل
مختلف ہیں۔ اور وہاں کے باشندوں کے لئے
اردو بالکل اجنبی زبان ہے۔ اس لئے اگر بچوں
کو شروع سے اردو پڑھائی جائے گی۔ تو ان کے
ننھے دماغوں پر دوہرا بار پڑے گا۔ یعنی ایک تو
کتاب کے مضمون کا سمجھنا۔ دوسرے غیر زبان کا
سیکھنا۔ اس صورت میں تعلیم ان کے لئے وبال
جان بن جائے گی۔ اور ان کی ترقی میں سد راہ ہوگی
اس لئے ضرورت ہے کہ ابتدائی تعلیم مادری زبان میں
حاصل کریں۔ البتہ زبان ثانی اردو ہی ہونی چاہئے
اور درجہ پنجم سے مڈل تک ہر مسلمان لڑکی کے لئے
لازمی رکھی جائے مختصر یہ ہے۔ کہ میں محترمہ رضویہ خاتون
صاحبہ کی رائے سے جو انہوں نے تہذیب مورخہ
۱۵ جنوری ۲۷ء میں بعنوان "اردو زبان" لکھی
ہے۔ لفظ بلفظ متفق ہوں۔ اور صرف ہمشیرہ صاحبہ
موصوفہ کی پُرزور تائید پر اس مضمون کو ختم کرتی
ہوں۔ کیونکہ جو کچھ مجھے کہنا تھا۔ وہ سب وہ کہہ چکی
ہیں۔ اور اُسی کو دُہرانا اخبار کے کالم ضایع کرنا ہے

خاکسار ظفر جہاں

انجمن تہذیب بریلی

ہماری انجمن تہذیب کا دسواں اجلاس بیگم
عبداللہ جان صاحبہ کے مکان پر ۹ جنوری کو منعقد
ہوا۔ حسب معمول پچاس ساٹھ خواتین شریک جلسہ
تھیں۔ جلسے میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ کہ جن صوبوں
کے مسلمانوں کی مادری زبان اُردو نہیں ہے۔ ان
کو ابتدائی تعلیم اپنی مادری زبان میں پانی چاہئے
یا اُردو میں۔ اس بحث پر ایک تو میں نے اپنا
مضمون پڑھا تھا۔ اور ایک بیگم عبدالرشید صاحبہ
نے سنایا تھا۔ اور پھر زبانی گفتگو ہوتی رہی۔ اور
بالاتفاق یہ طے ہوا۔ کہ ابتدائی تعلیم تو مادری زبان
ہی میں ہونا مفید ہوگا۔ البتہ صیغہ مڈل میں لڑکیوں
کو بطور زبان ثانی کے اُردو سیکھنے کی ضرور کوشش
کرنا چاہئے۔

اس جلسے میں تبلیغ فنڈ کے لئے حسب ذیل
چندہ جمع ہوا۔ (۱) بیگم عبداللہ جان صاحبہ سکرٹری
انجمن صہ (۲) بیگم عبدالرشید صاحبہ عہ (۳) بیگم
وصی الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر عا (۴) بیگم محمد عبداللہ
صاحب ٹیلر ماسٹر عا (۵) مسز حمید صاحبہ عا (۶) بیگم
تبیع الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانجات عا۔
بیگم سید احمد صاحب عا (۸) بیگم ظہور الدین صاحب
۶ (۹) اُستانی شہزادی بیگم صاحبہ ۴ر (۱۰) اُستانی قیصر جہاں
صاحبہ ۲ر (۱۱) مسز محمد امیر صاحبہ ۴ر (۱۲) عزیزہ
رضیہ سلطانہ عہ (۱۳) عزیزہ زہرہ بیگم۔ جلیل فاطمہ

ہیں انتقال ہوا ہے۔ اس کی ایک سو بیس نمبر منگنیاں ہوئیں لیکن ایک مرتبہ بھی شادی نہیں ہوئی ✤

ملکہ اٹلی کے پاس ایک رومال ہے۔ جو بہت خوب صورت قیمتی اور تین سو سال کا پُرانا ہے ✤ لیکن اتنا پُرانا ہونے کے باوجود بالکل عمدہ حالت میں ہے ✤ فن زر دوزی کی قدیم یادگار ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت کا اندازہ چھپتر ہزار روپیہ کیا گیا ہے۔ مگر امریکہ کے دو کروڑ پتیوں نے اس سے دگنی قیمت کو لینا چاہا لیکن نہیں دیا گیا ✤

ہسپانیہ کے دہقانوں کا عقیدہ ہے۔ کہ جس پانی میں شادی کی انگوٹھی کو غوطہ دیا جائے۔ وہ ضعف بصر کے لئے مفید ہے ✤

۱۴ مارچ کو دہلی کے سشن جج مسٹر جانسن نے سوامی شردھانند کے قتل کے مقدمے کا فیصلہ سُنا دیا۔ اور عبدالرشید کو شردھانند کے قتل کا مجرم قرار دے کر اس کے لئے سزائے موت تجویز کی ✤ جج صاحب نے اپنے فیصلے کے دوران میں لکھا ہے۔ کہ استغاثہ کے چشم دید گواہ دھرم سنگھ کی شہادت بے لاگ ہے۔ اور استغاثہ کے دوسرے گواہوں کے بیان سے مطابقت رکھتی ہے ✤ ملزم کے وکیل نے استغاثے کی داستان کو جھٹلانے کے لئے کچھ نہیں کہا۔ صرف ایسے خیال کا اظہار کیا۔ جیسے پولیس کے انتظار میں ایک خاص قسم کا سین جان بوجھ کر تیار کیا گیا تھا۔ ملزم کے وکیل کی یہ دلیل ناقابل قبول ہے۔ اور ملزم کے خلاف زبردست شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ملزم کے سوا کسی اور شخص نے مقتول کو قتل نہیں کیا ✤ چار اسیسروں میں سے تین کی رائے ہے۔ کہ مجرم نے جرم کا ارتکاب کیا۔ چوتھے کا خیال ہے۔ کہ ثابت نہیں ہوا ✤ اسیسروں کی اکثریت سے مجھے اتفاق ہے۔ کہ عبدالرشید نے مقتول پر ضرور گولی چلائی۔ اور ضرور اسے مار ڈالا ✤

عبدالرشید کے پاگل ہونے کے متعلق صفائی کی شہادتیں آپس میں مطابقت نہیں رکھتیں۔ اور کچھ تھوڑا بہت تطابق نظر آتا ہے۔ تو اس سے کسی معقول شخص کو قائل نہیں کیا جا سکتا ✤ لاہور کے دماغی امراض کے ڈاکٹر کی شہادت قطعی ہے۔ کہ ملزم مجنون نہیں ✤ دو اسیسروں نے ارتکاب جرم کے وقت ملزم کو صحیح الدماغ ظاہر کیا ہے ✤ تیسرے نے اظہار رائے سے انکار کر دیا ہے ✤ چوتھا یہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ اگر اس نے جرم کا ارتکاب کیا ہوگا۔ تو وہ اس وقت صحیح الدماغ ہوگا ✤ میں اسیسروں کی اکثریت ساتھ متفق ہوں۔ اور یہ سمجھ کر کا ارتکاب کیا۔ اور وہ جرم تھا۔ جرم زیر دفعہ ۳۰۲ قرار دیتا ہوں ✤ چونکہ کسی قسم

والے حالات نہیں۔ اس لئے قتل عمد کا ارتکاب کیا گیا۔ اور نہایت بے رحمی سے ایسے شخص پر کیا گیا جسے ملزم نے تلاش کیا۔ اور بستر علالت پر لیٹے ہوئے نہایت بے چارگی کی حالت میں پایا۔ میں حکم دیتا ہوں۔ کہ عبدالرشید کو گردن کے بل پھانسی کے تختے پر اس وقت تک لٹکایا جائے۔ کہ وہ مر جائے۔ یہ فیصلہ عدالت العالیہ کی تصدیق کا محتاج ہے۔

اس فیصلے کے خلاف ملزم عبدالرشید کی طرف سے ہائی کورٹ لاہور میں اپیل کی جائے گی۔

مسٹر رام نرائن سب جج دہلی کی عدالت سے ۵ اور ۶ مارچ کی درمیانی رات کو مختلف مقدموں کی چار سو مسلیں چوری ہو گئیں۔ اب تک کوئی چور نہیں پکڑا گیا۔

۸ مارچ کو رنگون کے ایک بیرسٹر ایس ایس مکرجی انسین جاتے ہوئے ادکن اسٹیشن کے قریب ایک مقامی ٹرین کے نیچے آکر مر گئے۔

اسمبلی کے بنگالی مسلمان ارکان نے ضلع باریسال میں مسلمانوں پر گولی چلانے کے متعلق سر الگزینڈر مڈیمان وزیر داخلہ سے ملاقات کی۔ اور معاملہ [illegible]ت کے غور کے لئے پیش کیا۔ وزیر داخلہ نے یقین دلایا۔ کہ ان کی عرضداشت [illegible]ور کیا جائے گا۔

[illegible] ایک ہندوستانی عیسائی [illegible]ل کرنے کے لئے جعلی

وصیت نامہ بنانے اور جھوٹی شہادتیں بہم پہنچانے کا جرم عائد کر کے دو سال قید با مشقت کی سزا دی تھی۔ اب ملزم نے عدالت عالیہ میں اپیل کیا ہے۔ سر علی امام پیروکار ہوں گے۔

ڈسٹرکٹ جج آگرہ نے کالی چرن مصنف دچتر جیون کی اپیل مسترد کر دی۔ اور عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رکھا۔

اسمبلی کے سابق صدر سر فریڈرک وائٹ ولایت میں ہندوستانی عورتوں کی تعلیم کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں۔

۴ مارچ کو حضور وائسرائے اور لیڈی ارون مع اسٹاف بھوپال پہنچے۔ ہز ہائنس نواب صاحب بھوپال۔ ایجنٹ گورنر جنرل۔ پولٹیکل ایجنٹ اور سرداران ریاست نے آپ کا خیر مقدم کیا۔

سکرٹری انجمن تبلیغ احمدیہ آگرے سے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ موضع ساندھن کے ۷۵ مرتدین دوبارہ مشرف باسلام ہوئے۔

۱۳ مارچ کو ایک یوروپین خاتون مسز براؤن اور ان کی نوجوان لڑکی نے مولوی عبداللہ صاحب سکرٹری انجمن تبلیغ اسلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ خاتون موصوفہ کی عمر ۴۰ سال۔ اور ان کی بیٹی کی عمر ۱۴ سال ہے۔

حکومت پنجاب نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ یکم مئی ۱۹۲۷ء سے ہوشیارپور میں انٹرمیڈیٹ درجے کا ایک گورنمنٹ کالج کھولا جائے۔

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

امریکہ میں خانہ داری

پچیس سال ہونے آئے - امریکہ میں ایک بہت بڑا صنعتی انقلاب شروع ہوا تھا۔ جس نے تمام ملک کی معاشرت پر بڑا اثر ڈالا تھا۔ صنعتی ترقی کے ساتھ جب ملک کو معقول مالی فائدہ حاصل ہونے لگا۔ تو بڑے بڑے کارخانے کھل گئے۔ اور کارخانے کے مالکوں نے مزدوروں کو بھی زیادہ اُجرتیں دینی شروع کر دیں۔ معقول مزدوری کے خیال سے آبادی کے کثیر حصے نے کارخانوں میں ملازمت کر لی - لڑکیاں اور عورتیں تک گھروں سے نکل کر کارخانوں میں چلی گئیں۔ تمول کی افراط اور بے کاری کی قلت ہو گئی۔ جیبیں روپوں سے پُر تھیں۔ لیکن خدمت گار عنقا ہو چکے تھے۔ ادھر کارخانوں کی ملازمت کے باعث خود عورتوں کو اپنے خانہ داری کے فرائض ادا کرنے کے لئے پہلے کی طرح زیادہ وقت میسر نہ تھا۔ چنانچہ ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ کسی طرح خانہ داری کے فرائض بہت کم وقت میں بطریق احسن سرانجام ہو جایا کریں۔ اس صورت حالات میں امریکن عورتوں نے امور خانہ داری میں جو ترقی کی۔ اور جس طرح اسے ایک جدید فن بنا دیا۔ اس کا مفصل حال مسز کرسٹین فریڈرک نے کنگز کالج لندن میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا:

انہوں نے کہا۔ امریکن عورت نے خانہ داری میں سائنس سے امداد حاصل کرنی شروع کی۔ اور پانچ طریقوں سے اس بارگراں کو ہلکا بنانا شروع کر دیا:

سب سے پہلے انہوں نے بجلی سے فائدہ اُٹھایا۔ امریکہ میں وہ دن گزر گئے۔ جب سگھڑ بیویاں صبح سویرے اُٹھ کر پانچ چھ لیمپوں کی چمنیاں صاف کرتیں۔ اور ان کی بتیاں تراشا کرتی تھیں۔ وہ دن بھی جا چکے۔ جب انگیٹھیوں میں سے راکھ نکالی جایا کرتی تھی۔ اور کیتلیوں میں پانی گرم ہوتا تھا۔ اور ہر غسل خانے میں گرم پانی پہنچایا جاتا تھا۔ اب ان تمام ضرورتوں کو بجلی پورا کرتی ہے۔ ہر ایسے گھر میں جہاں مصروفیت زیادہ رہتی ہے۔ بجلی لگی ہے۔ جس سے روشنی ہوتی ہے۔ کمرے گرم کئے جاتے ہیں۔ اور پانی گرم کیا جاتا ہے۔ خود میرے گھر میں بجلی کا انتظام ہے۔ اور اس سے کام لینے میں ہر روز چوبیس گھنٹے میں میرے پینتالیس منٹ صرف ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ تمام کام جن کے سرانجام دینے میں بیویوں کا

ساڑھے فی صدی وقت صرف ہوتا تھا۔ اب بڑی آسانی سے بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔

دوسرا کام جس میں بہت زیادہ وقت صرف ہوتا۔ اور جس سے صحت کو طرح طرح کے نقصان پہنچا کرتے تھے۔ گھر کی صفائی تھا۔ مکان کے فرش کو اور قالینوں کو جب صاف کیا جاتا تھا۔ تو گرد و غبار کا ایک بادل اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ جس میں طرح طرح کے زندہ جراثیم اڑتے۔ گھر کے لوگوں کے سانس میں جاتے اور انہیں بیمار ڈال دیتے تھے۔ اس کام کے لئے ایسے آلے ایجاد کئے گئے ہیں۔ جن کے استعمال سے کم محنت اور کم وقت صرف ہوتا ہے۔ اور نتائج خاطر خواہ نکلتے ہیں۔ ایک آلے کا نام "ویکوم کلینر" ہے۔ اس آلہ کے ایک حصے میں خلا ہوتا ہے۔ جس گرد آلود چیز پر آلہ استعمال کیا جائے۔ یہ اس کی ساری گرد کو کھینچ کر اس خلا میں جمع کر دیتا ہے۔ یہ آلہ ہے تو مفید۔ مگر اس کی قیمت زیادہ ہے۔ اور ہر عورت اسے نہیں خرید سکتی۔ لیکن اسی مقصد کے لئے اب ایک سستی چیز عام ہو گئی ہے۔ یہ ایک خاص طرح کی جھاڑنیں ہیں۔ ان میں بعض ایسی ادویات رچائی جاتی ہیں۔ جو گرد کو اڑنے نہیں دیتیں۔ بلکہ جذب کر لیتی ہیں۔

اسی طرح برتن صاف کرنے کے لئے ایسے چہ بچے ایجاد ہو گئے ہیں۔ جن میں برتن دھل دھلا کر خود صاف ہو جاتے ہیں۔ ایسے خاندان کے لئے جس میں دو تین لوگ ہوں۔ مناسب چہ بچہ پچیس چھبیس روپے میں مل جاتا ہے۔ کپڑے دھونے کے لئے مختلف مشینیں بن گئی ہیں جتنے کپڑے دھونے کے لئے پہلے چار گھنٹے کی محنت صرف ہوتی تھی۔ اب ڈیڑھ گھنٹے میں خوب اچھی طرح دھل دھلا کر اجلے نکل آتے ہیں۔

تیسرے امریکن عورتوں نے غذا کا معقول علم حاصل کر کے کھانا پکانے کی محنت کو بہت کم کر لیا ہے۔ کھانا تیار کرنے میں سب سے اہم بات یہ ہے۔ کہ پکانے والی کو واضح طور پر معلوم ہو۔ کہ کس غذا میں کتنی غذائیت ہے۔ مردوں میں مدت سے یہ خیال عام ہو چکا ہے۔ کہ جب تک دسترخوان پر چار پانچ قسم کے کھانے نہ آئیں اور انہیں خوب ڈٹ کر نہ کھایا جائے جسم کی نشو و نما نہیں ہو سکتی۔ یہ خیال غلط ہے جسمانی نشو و نما کا انحصار طرح طرح کے کھانوں اور ان کی مقدار پر نہیں۔ بلکہ اس امر پر ہے۔ کہ کھانوں میں غذائیت کتنی ہے۔ اکثر اوقات درجن بھر کھانے اتنا فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ جتنا ایک تھوڑی سی سیدھی سادی غذا پہنچاتی ہے۔ چنانچہ گھنٹوں تک سر چولھے میں دینے سے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ مناسب یہ ہے۔ کہ غذا کے متعلق صحیح علم حاصل کر کے۔ اور پھر ان کے ذائقے اور ایک دوسرے سے ان کی مطابقت کا خیال رکھ کر ان کی خریداری کی جائے۔ چنانچہ ہر امریکن یونیورسٹی میں "خانگی اقتصادیات" کے نام

شفیق فاطمہ۔ شایستہ بانو۔ خجستہ بانو ۵ ر (۱۸) خاکسار
خدیجۃ الکبرےٰ عہ/
میزان کل عہ ۱۵/۲۰ ۱۔
اس رقم میں سے گاڑیوں کا کرایہ عہ/ اور
فیس منی آرڈر ۴/۔ کل عہ/ وضع کرکے باقی لعہ/
نقد منیجر صاحب تہذیب نسواں کی خدمت میں
بذریعہ منی آرڈر بھیج دیئے گئے۔

منیجر۔ عرصے سے تبلیغ فنڈ کا حساب شایع نہیں
ہو سکا۔ عنقریب شایع کیا جائے گا۔

خاکسار خدیجۃ الکبرےٰ مشیر مال انجمن بریلی

منتخب اشعار

میں بھی چمن ہوں اے خدا مجھ کو بھی نو بہار دے۔
لذت خار غم مٹا۔ کام مرا سنوار دے۔
سب تو چلیں ہیں منہ تکوں میری تو لاج ہے تجھے۔
سرزنش خزاں گھٹا۔ لذتِ صد بہار دے۔

یاد حق آٹھ پہر اے دل ناشاد رہے۔
تاکہ مرنے پہ یہ نام تجھے یاد رہے۔
دل وہی دل ہے کہ جس دل میں تری یاد رہے
ہے وہی گھر جو ترے ذکر سے آباد رہے۔

جوانی کٹ چکی ہے عمر تھوڑی رہ گئی غافل
قضا سر پر ہے یوں غافل نہ رہ یاد الہی سے

مرسلہ شریف محمد خان

پھولتے پھلتے نہ دیکھا ہم نے نخل آرزو
دن بدن باغِ تمنا کو خزاں دیکھا کئے

محفل تہذیب

جناب قبلہ مولوی صاحب آداب۔ ابھی تہذیب
پہنچا۔ فاطمہ صاحبہ کا خط پڑھ کر دل کی عجیب کیفیت
ہوئی۔ میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ یہ ضرور سچا واقعہ
ہے۔ لہٰذا سچی اسلامی ہمدردی کی وجہ سے میں حقیر
رقم مبلغ ۵ روپے ماہوار انشاء اللہ تعالےٰ اپنی
زندگی تک اُن کی خدمت میں پیش کرتی رہوں
گی۔ نیز اخبار تہذیب نسواں بھی میری طرف سے
اُن کے نام جاری فرما دیجئے۔ ایسے مفید اخبار
سے وہ صرف ناداری کی وجہ سے کیوں محروم
رہیں؟ آپ کا جواب آنے پر انشاء اللہ تعالےٰ
روپیہ بھیجا جائے گا۔

خاکسار مسز سردار خاں معرفت ایس خان
اسسٹنٹ ڈی۔ ٹی۔ ایس۔ ایزٹ نگر بریلی

مکرمی جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم۔
۲۹ جنوری کے تہذیب میں مصری رحمٰن بیگم صاحبہ
نے جس مریض کی بابت تحریر فرمایا ہے۔ اس کے
لئے چار روپے کی حقیر رقم ارسال خدمت ہے۔
براہ نوازش آپ اُن کے پاس بھیج دیں۔ اور
مہربانی فرما کر بہن مصری رحمٰن بیگم کا مکمل پتہ خاکسار

کو لکھیں۔ میں مریض کی بابت بہن صاحب سے کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں، میرے چچا صاحب حکیم ہیں۔ اور بہت مجرب دوائیاں تیار کرتے ہیں۔ میں نے مریض کا حال اُن کو سُنایا۔ انہوں نے کہا ہے۔ کہ میں بہت عمدہ اور مجرب دوائیاں مریض کو بھیجوں گا۔ خاکسار مسز عثمان علی صاحب ایم اے لندن پرنسپل ہائی سکول میرپور سندھ

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم۔ میں نے تہذیب نسواں میں ایک خط بعنوان "خدا کے واسطے کا کام" پڑھا تھا۔ اس نے میرے دل پر بہت گہرا اثر کیا۔ میں نے دل میں یہ تہیہ کر لیا۔ کہ اگر ہو سکے۔ تو بیچارے مصیبت زدہ بھائی کی ضرور مدد کرنی چاہئے۔ گو کہ میرے اس کام کے مخالف بہت تھے۔ لیکن تاہم میں نے بڑے جد و جہد سے مبلغ سات روپے جمع کئے۔ یہ ناچیز رقم میری طرف سے اس بیچارے آفت رسیدہ بھائی کی خدمت میں پیش کر دیں۔ خدا ان کے حال زار پر رحم فرمائے۔ خاکسار اختر الرضاء از چکوال

مکرمی جناب منیجر صاحب۔ آداب میں نے کسی اشتہار میں دیکھ کر بیل بوٹے کاڑھنے والی مشین منگوائی ہے۔ اس کے چلانے کی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آتی۔ لہذا اگر کوئی تہذیبی بہن قبول فرمائیں۔ تو میں مفت نذر کر دوں گی۔ میری اس ناچیز تحریر کو محفل تہذیب میں جگہ دے کر سرفراز فرمائیں۔ جن بہن صاحبہ کو ضرورت ہو پتہ ذیل سے مشین طلب فرمائیں۔ میں انشاء اللہ فوراً روانہ کر دوں گی۔ عریضہ مسز محمد شفیع

یہ مضامین درج کئے جائیں گے:۔

محفلوں میں بچے	آر کے
ترقی تہذیب	آر کے
قسمیں اور گالیاں	ذکیہ خاتون
کیا آپ اچھی ماں ہیں؟	زاہدہ خاتون
بھیڑیوں کے پرورش کردہ انسان	خورشید محمد خان
جدید ٹرکی	رضویہ خاتون
بچپن کی تربیت	"
دوسخنے	آصفہ خاتون
بچوں کا منہ ڈھانکنا	ظفر جہان
سادھو کا فریب	محمد اسمٰعیل خان
ذرا سی توجہ درکار ہے	امت الوحی
بہنوں کو خوش خبری	زبیدہ خانم

یہ مضامین درج نہیں ہوں گے:۔

بچوں کی تعلیم۔ موت۔ ایک غلط فہمی کا ازالہ۔ رنج و غم کے فواید۔ یو۔ پ کی زن پرستی پر نذر صاحبہ کے خیالات۔ آنسوؤں کی مالا۔ پنڈورا کا بکس یعنی گریک لوگوں کا عقیدہ ۔

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

تربیت اولاد پر جدید خیالات

تربیت اولاد کے متعلق مغرب میں جو جدید خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ گھروں اور مدرسوں میں ان کا بہت چرچا ہو رہا ہے۔ اور ان کے محاسن ومعائب پر مباحث عام ہیں + ان جدید خیالات کا لب لباب یہ ہے۔ کہ تعلیم و تربیت میں بچے پر کوئی خارجی دباؤ نہیں ڈالنا چاہئے۔ بلکہ یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کے دل میں خود بخود اپنی اصلاح و ترقی کا احساس پیدا ہو۔ چنانچہ ماہرین تعلیم کے مدنظر یہ بات رہتی ہے۔ کہ بچے کا اٹھان ہی ایسے حالات میں ہو۔ کہ بری عادت اس میں نہ پڑنے پائے + اچھی مثال مناسب طور پر اس کے سامنے پیش کر کے اسے خود صحیح راستہ منتخب کرنے کو آزاد چھوڑ دیا جائے۔ اور اسی طرح تبدریج اس کے دل و دماغ کی نشو و نما ہوتی رہے + مار پیٹ۔ جبر اور قوت کا تربیت اطفال میں ذرا دخل نہیں ہونا چاہئے + بچے اور اس کے معلم میں خواہ وہ والدین ہوں یا کوئی اور شخص۔ کسی قسم کی کش مکش ہونا نہایت مضر ہے + اس کو چاہئے۔ کہ وہ اپنے معلمی کے فرض کو سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو بچہ بھی سمجھے۔ اور بچے کی فطرت اور اس کے رجحانات کا پورا پورا خیال کرتے ہوئے اس کی مناسب رہنمائی کرے +

ظاہر ہے کہ مار پیٹ اور جبر و تعدی کے پرانے طریق کی نسبت اس نئے طریق پر عمل پیرا ہونا بہت دشوار ہے۔ اور اس کے لئے ضرورت ہے۔ کہ صرف جماعت کمرہ یا ماں کی گود ہی بچے کی درس گاہ نہ ہو۔ بلکہ اس کا دن رات جس جگہ گزرتا ہے۔ اس سب کو ایسا بنایا جائے۔ کہ بچہ اس سے سبق حاصل کر سکے + گھر بھر میں اطاعت۔ ایثار اور دوسرے اعلیٰ اخلاق کا دور دورہ ہو۔ اور بچہ ان حالات میں رہ کر خود بخود ان اوصاف کو اختیار کرتا چلا جائے +

اگر گھر میں اس قسم کا انتظام ہو۔ اور خاندان بھر کے آدمی اپنی آئندہ نسل کی بہبودی و بہتری میں سرگرمی سے کوشاں ہوں۔ تو اس طرح بچے کی عادات نہایت مناسب طور پر نشو و نما پائیں۔ اور اسے اپنے اوپر اس قسم کا قابو حاصل ہو۔ جو قوانین و اصول جبراً اس کے دماغ میں ٹھونسنے سے کسی طرح پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اور پھر بعد میں بھی جب ماں باپ کا قابو اس پر سے اٹھ جائے گا۔ تو اعلے اخلاق خود اختیار کرنے کے باعث

اس کی طبیعت میں اس قدر راسخ ہو چکے ہوں گے۔ کہ بعد میں بھی اس کے بگڑ جانے کا احتمال نہ رہے گا۔

عورتوں کا پہلا اخبار

دو سو سال ہوئے ڈبلن کے ایک پبلشر اور پرنٹر نے ۷ اجنوری ۱۹۲۷ء میں عورتوں کے لئے پہلا ہفتہ وار اخبار شایع کیا۔ اس سے پہلے بھی انگلستان میں دو ایک رسائل شایع ہوئے تھے۔ لیکن ان کے مضامین کچھ اس قسم کے تھے۔ کہ انہیں خصوصیت سے عورتوں کا رسالہ نہ کہا جا سکتا تھا۔ مثلاً ان میں کچھ سوسائٹی کی افواہیں درج ہوتی تھیں۔ کچھ ریاضی کے سوالات۔ بعض ایسی ہی متفرق چیزیں لیکن یہ رسالہ جس کا نام "لیڈیز جرنل" تھا خاص طور پر عورتوں کی دلچسپی اور فائدے کے لئے شائع کیا گیا تھا۔

اس کے بانی اور اڈیٹر مسٹر ڈبلیو وسمونٹ ایک نوجوان پبلشر تھے۔ انہوں نے ایک گیتوں کی کتاب شایع کرنے کے لئے بعض لوگوں سے کچھ رقم وصول کر لی تھی۔ لیکن بعد میں بوجوہات اس کتاب کو شایع نہ کر سکے۔ جن لوگوں سے روپیہ لیا تھا۔ انہیں کچھ دینا بھی تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس قسم کا رسالہ جاری کر دینا مناسب سمجھا۔ یہ رسالہ ڈائریوں کے چھوٹے سائز پر شایع ہوتا تھا۔ اور بآسانی جیب میں رکھ لیا جا سکتا تھا۔ اس میں عورتوں کی تعلیم پر اور ان کی تفریح و دلچسپی کے دوسرے موضوعوں پر مضامین شایع ہوتے تھے۔ اور مراسلات کو بھی جگہ دی جاتی تھی۔

بائیں ہفتے تک یہ دلچسپ ننھا اخبار چلتا رہا۔ پھر اپنے پبلشر کی فوری موت کی وجہ سے بند ہو گیا۔ اگرچہ اس کی اشاعت اچھی خاصی ہو گئی تھی اور عام طور پر لوگوں نے اس میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی۔ لیکن حالات ایسے پیش آ گئے کہ کوئی شخص اسے جاری نہ رکھ سکا۔ اس کے چند سال بعد انگلستان کے دوسرے پبلشروں نے اس کام کی طرف توجہ کی۔ اور مسٹر وسمونٹ ہی کے انداز پر کئی اخبارات و رسائل عورتوں کے لئے جاری کر دیئے۔ جو وقت کے ساتھ سُدھرتے چلے گئے۔ اور اپنی دلچسپیوں میں نت نئی خوبیاں پیدا کرتے رہے۔ لیکن زنانہ اخبار و رسائل کے آغاز کا سہرا نوجوان اور روشن خیال آئرش ہی کے سر ہے۔

مچھروں کے لئے مشین

سب کو معلوم ہے۔ کہ موسمی بخار مچھروں کے کاٹنے سے پھیلتا ہے۔ مچھر کھڑے پانی میں پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ حفظ ماتقدم کی جتنی تدابیر تجویز کی جاتی ہیں۔ ان میں بتایا جاتا ہے۔ کہ یا تو آس پاس کہیں پانی جمع ہی نہ ہونے دیا جائے۔ اور اگر اس کا انتظام پوری طرح نہ ہو سکے۔ تو

پانی کو ایسا بنا دیا جائے۔ کہ اس میں مچھر پیدا نہ ہو سکیں + اس غرض کے لئے عام طور پر یہ تجویز کیا جاتا ہے۔ کہ پانی میں مٹی کا تیل ڈال دیا جائے۔ لیکن بڑے بڑے تالابوں میں مٹی کا تیل اس طرح ڈالنا کہ وہ ہر طرف اچھی طرح پھیل جائے تقریباً ناممکن ہے۔ چنانچہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں فوجی ڈاکٹر نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جس سے تیل پانی میں بخوبی پھیل سکتا ہے + آلہ کیا ہے۔ ایک پیپا ہے۔ جس کے نچلے حصے میں تو ریت بھری ہوتی ہے۔ اور اوپر کے حصے میں تیل + ریت اس لئے بھری جاتی ہے۔ کہ پیپا تہ میں آسانی سے بیٹھ جائے + اس پیپے میں ایسا انتظام رکھا گیا ہے۔ کہ تیل اس میں سے رس کر نکلتا رہتا ہے۔ اور تمام تالاب میں پھیل جاتا ہے ؛

یہ آلہ امریکہ میں تجربات کے بعد بہت پسند کیا گیا ہے۔ عنقریب یہ پیٹنٹ ہو جائے گا۔ پھر اس نمونے پر بڑی تعداد میں آلے بن کر بکنے کے لئے بازار میں آجائیں گے ؛

ایک عورت کی حکومت ختم

امریکہ میں ایک بہت بڑی ریاست ٹکساس ہے جہاں کی پریزیڈنٹ دو سال ہوئے ایک خاتون مسز فرگوسن منتخب ہوئی تھیں + گذشتہ ماہ کے وسط میں ان کی صدارت کی مدت ختم ہو گئی۔ اور ان کی جگہ ایک نئے صدر نے لے لی ہے ؛

مسز فرگوسن سے پیشتر ان کا شوہر ٹکساس کا گورنر رہ چکا تھا۔ لیکن اس پر بعض اس قسم کے الزامات عائد ہوئے۔ کہ اس کا پھر اس منصب جلیلہ کے لئے منتخب ہونا از روئے قانون ناممکن ہو گیا۔ لیکن چونکہ وہ شخص گورنری کے امتیازات اب بھی حاصل کرنے پر تلا بیٹھا تھا۔ اس لئے اس نے ۲۴ء میں اپنی بیوی کو امیدوار بنا دیا۔ اور سمجھ لیا۔ کہ بیوی کے گورنر بن جانے پر حکومت گویا اپنے ہی ہاتھ میں آجائے گی ؛

مسز فرگوسن کی عمر پچاس سال کے قریب ہے + گورنر بننے سے پہلے ان کی سب سے بڑی تفریح تربیت اولاد اور خانہ داری تھی۔ اور انہیں تمام ریاست میں سب سے بہتر باورچن ہونے پر فخر تھا ؛

ان کے گورنر بن جانے کے بعد حکومت کا انتظام گویا شوہر کے ہاتھ میں تھا + اس کی بعض بے قاعدیوں اور بے ایمانیوں پر ہر طرف سے آوازے کئے جانے لگے + ایک شخص نے جو اب گورنر مقرر ہوا ہے۔ بعض معاملات کو روشنی میں لانا شروع کر دیا۔ اور اس کی کوششوں سے میاں بیوی دونوں کے دونوں بدنام ہو گئے ؛

مسز فرگوسن بے انتہا نرم دل ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے عہد حکومت میں قریب قریب تین ہزار قیدیوں کو قید سے رہا

کیا ہے *

اکثر اخبارات ان کے عہد حکومت پر اعتراض کر رہے ہیں۔ لیکن بعض یہ بھی لکھ رہے ہیں۔ کہ یاد رکھنا چاہئے۔ وہ عورت تھی۔ ان کے منصب کا اقتضا ان کی فطرت پر غالب نہ آ سکتا تھا۔ اور انہوں نے جو کچھ بھی کیا۔ وُہ کسی عورت کی نظر میں گناہ قرار نہیں دیا جا سکتا ہے *

مصطفےٰ کمال پاشا کی نئی شادی

ترکی اخبار جمہور سے یہ معلوم ہُوا ہے۔ کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا دوسری شادی کا ارادہ کر رہے ہیں * انہوں نے اپنی پہلی بیوی لطیفہ خانم کو اس وجہ سے طلاق دے دی تھی۔ کہ وہ سیاسی امور میں دخل دیا کرتی تھیں۔ اور یہ امر پاشا کو گوارا نہ تھا۔ اب نئی دُلھن نے یہ اقرار کیا ہے۔ کہ وہ سیاسیات سے کچھ واسطہ نہ رکھیں گی *

مجوزہ بیوی کا نام ناہید خاتون ہے۔ اور یہ لطیفہ خانم کی ہم وطن اور ہم سبق ہیں لطیفہ خانم کے حسن میں تو تورانی خط و خال کی جھلک تھی۔ ناہید خاتون کا ناک نقشہ قفقازی عورتوں کا سا ہے۔ اور انہیں بے حد حسین و جمیل بیان کیا جاتا ہے *

ناہید خاتون کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ سمرنا کے ایک نہایت متمول سوداگر کی بیٹی ہیں۔ اعلےٰ تعلیم پا چکی ہیں۔ اور ان کے متعلق سب سے نمایاں بات یہ ہے۔ کہ وہ دوسری تعلیم یافتہ خواتین کی طرح مغرب پر فریفتہ نہیں بلکہ انہیں مشرقی طور طریقوں اور ایشیائیت سے بے حد اُنس ہے *

ابھی تک اخبارات میں اس خبر کے متعلق کوئی مستند بیان شایع نہیں ہُوا۔ لیکن سُنا ہے۔ کہ ناہید خاتون نے اپنی سہیلیوں پر اس رشتہ کا افشائے راز کر دیا ہے *

مادام حیدری

تحریک آزادی نسواں اب تک ایران پر بہت تھوڑا اثر ڈال سکی ہے۔ اور وہاں کی عورتیں تعلیم و ترقی کے منازل نسبتاً کم طے کرنے پائی ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ایران قابل و عالم عورتوں سے بالکل خالی ہے۔ نئے خیالات اور ترقی جدید کی رَو کا اثر وہاں بھی ہو رہا ہے۔ چنانچہ ابھی پچھلے دنوں معلوم ہُوا تھا۔ کہ مادام حیدری محکمہ امور عامہ کے وزیر کی سکرٹری مقرر ہوئی ہیں۔ اور اب حال میں یہ اطلاع ملی ہے۔ کہ وہ ایک سرکاری کمیشن کی ممبر بھی منتخب کی گئی ہیں۔ یہ خاتون اعلےٰ درجے کی تعلیم یافتہ ہیں۔ اور کئی ممالک کا سفر بھی کر چکی ہیں *

خبریں اور نوٹ

ترکی حکومت نے ۵۰ ہزار پونڈ مسجد ایا صوفیہ کی مرمت کے لئے منظور کئے تھے۔ اور امریکہ کے دولت مندوں کی ایک جماعت نے اس کام میں ترکوں کو مالی اور صنعتی امداد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر ترکوں نے اس وعدے کو اپنی قومی توہین سمجھا۔ اور اس کے یہ معنی نکالے۔ کہ گویا ترک اپنی مذہبی عمارتوں کی تعمیر و مرمت کی بھی توفیق نہیں رکھتے۔ اس لئے غالباً یہ خیال مسترد کر دیا جائے۔ لیکن بعض لوگ امداد قبول کر لینے پر بھی آمادہ ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ دوسرے ملکوں کے سرمائے اور ماہرین فنون کی خدمات قبول کر لینے میں کوئی توہین نہیں۔ بلکہ اسلامی فتح و سطوت کی اس قدیم یادگار کی مرمت کے لئے دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے بھی امداد قبول کرنی چاہیئے؛

ترکی میں ناچ گھر بند ہو رہے ہیں۔ اور سینما اور تھیٹروں پر بھی پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ طالب علموں کو ان مقامات میں جانے کی اجازت ہرگز نہیں دی جاتی۔ کم عمروں کے لئے نئی مناسب فلمیں تیار ہو رہی ہیں۔

یورپی سیاسیات کی اندرونی کارروائیوں کا صحیح حال معلوم کرنے کے لئے ترکی حکومت نے اپنی تمام سفیروں کو انگورہ طلب کیا تھا۔ جس میں سے کچھ آ چکے اور کچھ آ رہے ہیں۔ وزیر خارجہ رُشدی بے نے مجلس ملیہ کے امور خارجہ کی مجلس کے سامنے اس ہفتے یورپ کی عام سیاسی حالت پر ایک بیان پیش کیا؛

مجلس ملیہ انگورہ کے سامنے ایک قرار داد پیش ہوئی ہے۔ جس کی رو سے ایک تو بچوں کو نشہ آور چیزوں اور تمباکو نوشی سے روکا گیا ہے دوسرے لڑکوں کے ہاتھوں ان مشروبات اور تمباکو کی فروخت بند کی گئی ہے۔ تیسرے یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی بچہ شراب پیئے ہوئے یا تمباکو نوشی کرتے ہوئے گرفتار ہوگا۔ تو اس کو گرفتار کر کے سرپرستوں کے پاس لے جائیں گے اور اس کے پاس سے جو مشروبات یا تمباکو برآمد ہوگا وہ بھی ان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ چوتھے جو شخص بچوں کے ہاتھ تمباکو یا شراب فروخت کرے گا۔ وہ ۵ پونڈ ترکی سے ۵۰ پونڈ تک کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ اور دوبارہ ایسا کرنے پر اُسے دو ماہ قید کی سزا ملے گی۔ مشروبات میں داخل وہ تمام چیزیں ہیں جن میں الکحل پڑتی ہے۔ اور بچے سے مراد ۱۶ سال تک کے لڑکے ہیں۔

ترکی میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ابتدائی تعلیم مفت اور لازمی قرار دے دی گئی ہے۔ گذشتہ سال قسطنطنیہ میں ڈھائی سو ابتدائی مدارس تھے۔ لیکن اس سال ان کی تعداد سوا تین سو تک پہنچ چکی ہے۔ اور ان میں دو لاکھ سے اوپر

لڑکے اور بیس ہزار سے اوپر لڑکیاں تعلیم پا رہی ہیں۔ اور انہیں تعلیم دینے کے لئے ۱۲۱۲ اُستاد ملازم ہیں ؛

استنبول۔ ۲۸ جنوری۔ مسلم ایڈووکیٹ کے ہندوستانی نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ نے یہ اطلاع روانہ کی ہے۔ کہ بعض مقامی اخبارات نے دوسرے اخباروں سے یہ خبر نقل کی ہے۔ کہ غازی انور پاشا ابھی تک زندہ ہیں۔ اور رضا شاہ پہلوی کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ خبر دینے والوں سے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ہم غازی انور پاشا سے ان کی شہادت کی خبر شایع ہونے کے بعد کم از کم دو دفعہ ملاقات کر چکے ہوں گے ؛

طہران میں غیر ممالک کے ساتھ لاسلکی نامہ و پیام کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے ؛

طہران۔ ۲۰ جنوری۔ مجلس وزارت مستعفی ہو گئی کیونکہ انڈیپنڈنٹ پارٹی بھی مخالف حکومت جماعت سے متحد ہو گئی تھی۔ اور انہوں نے حکومت کو اس بات کا نوٹس دیا۔ کہ وہ جواب دے۔ کہ ابھی تک روس و ایران کے درمیان معاہدہ جات اور دیگر مسائل کا تصفیہ کیوں نہیں ہوا ؛

اعلحضرت شاہ افغانستان کے صاحبزادے اور صاحبزادی صاحبہ اعلحضرت کے خسر کی معیت میں برنڈزی پہنچ گئے ہیں، وہ پیرس جا رہے ہیں جہاں شہزادہ مذکور تعلیم حاصل کریں گے ؛

روس کی فوجیں چینیوں کی امداد کے لیے بڑھ بڑھ رہی ہیں، اندازہ کیا گیا ہے کہ حکومت سوویٹ (روس) کی پچاس ہزار فوج مانچوریا کی سرحد پر جمع ہے، حکومت کانٹن (چین) اور حکومت ماسکو (روس) کے درمیان خفیہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے ؛

بالشویکوں نے اعلان کیا ہے۔ کہ ہمارا مفاد چین میں صرف اس قدر ہے کہ ہمیں احرار چین کے مقاصد سے دلی ہمدردی ہے ؛

ہانکو چین کی ہندوستانی پولس اور وہاں کے پہرے دار چینی قوم پرستوں سے مل گئے ہیں ؛

بحری ڈاکوؤں نے ہانگ کانگ کے قریب ایک برطانی اسٹیمر پر حملہ کیا۔ اور غیر ملکیوں کو گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لے گئے ؛

برطانی وزیر خارجہ سر آسٹن چیمبرلین نے ایک تقریر کے دوران میں چین کے بعض مطالبات تسلیم کر لینے پر آمادگی ظاہر کی ؛

رگبی۔ ۲ فروری۔ مسٹر یوجین چن نے برطانوی تجاویز کے اس مسودے پر جس میں ہنکاؤ کی برطانی مراعات کے مستقبل کی تصریح کی گئی تھی۔ دستخط کرنا اس بنا پر ملتوی کر دیا ہے۔ کہ برطانوی فوجیں شنگھائی کے ساحل پر اتر رہی ہیں، اس خبر کے موصول ہونے پر کوئی اضطراب ظاہر نہیں ہوا۔ اور سب لوگ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے برطانیہ کی اس حکومت عملی پر جو چین کے متعلق اختیار کی گئی ہے۔ کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ؛

چینی برطانیہ سے شاکی ہیں۔ کہ امریکہ اور جاپان کے مفاد شنگھائی میں انگریزوں سے بہت زیادہ ہیں۔ پھر یہ کیا بات ہے۔ کہ صرف برطانیہ اپنی فوجیں وہاں جمع کر رہا ہے۔ برطانیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ جاپان تو ایک دن میں اپنی فوجیں وہاں پہنچا سکتا ہے۔ لیکن برطانیہ کو اس کے لئے پانچ ہفتے درکار ہوتے ہیں۔

چینی شرائط نامنظور کر دینے میں برطانوی مدبرین روس کا ہاتھ بتاتے ہیں۔

امریکہ نے چین اور برطانیہ کی گفت و شنید بند ہو جانے پر اظہار افسوس کیا ہے۔

فرانس۔ اٹلی اور ہسپانیہ کی حکومتوں نے چین کے متعلق برطانی رویہ کی تائید کی ہے۔

برطانوی افواج۔ جہاز اور ہوائی جہاز باقاعدہ چین میں پہنچ رہے ہیں۔

لیگ اقوام کے ممبروں کا خیال ہے۔ کہ روس اور امریکہ کے اتحاد عمل کے بغیر لیگ معاملات چین میں دخل نہیں دے سکتی۔ لیکن اگر روس نہ بھی شامل ہو۔ اور صرف امریکہ ہی رضامند ہو تو لیگ اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔

ہالینڈ کی پولیس نے ایک ہزار پستول اور تیس ہزار گولیاں ایک ڈچ جہاز میں پکڑی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ سامان صرف چینیوں کے لئے جا رہا تھا۔

جرمنی میں جو نئی وزارت مرتب ہوئی ہے۔ اس میں کم و بیش ہر پارٹی کے آدمی شامل ہیں۔

برلن۔ ۲۱ جنوری۔ آج رات سے جرمنی میں اتحادیوں کی فوجی کمیشن کا سرکاری طور پر خاتمہ ہو گیا۔ صرف چند افسر امور غور طلب کے تصفیہ کے لئے رہ جائیں گے۔ سات برس کے عرصے میں اس کمیشن نے ۵۰ ہزار توپوں۔ ایک لاکھ مشین گنوں۔ ۱۲ ہزار ہوائی جہازوں ۲۷ ہزار انجنوں اور کروڑوں پھٹنے والے گولوں اور چھوٹے اسلحہ کے توڑ دیئے جانے کا حکم دیا تھا۔

برلن۔ ۲ جنوری۔ مقام ڈورن سے جہاں قیصر آج کل رہتے ہیں۔ حکم آیا ہے۔ کہ برلن میں جو قیصر کا قصر شہنشاہی ہے۔ اس میں وسیع پیمانے پر نئی نئی باتیں پیدا کی جائیں۔ تاکہ وہ اس قابل ہو جائے۔ کہ جب کبھی قیصر بیگم برلن تشریف لے جائیں۔ تو اس میں قیام فرما سکیں۔ ایک اخبار لکھتا ہے۔ کہ یہ قیصر کی واپسی برلن کی ابتدائی تیاریاں ہیں۔ جس کے لئے بہت جلد پروپاگینڈا شروع ہونے والا ہے۔

حکومت مصر کے محکمہ تعلیم نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہ اس سال ساٹھ طلبا کو غیر ممالک میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجیں گے۔ اور اس غرض کے لئے اس نے ایک کروڑ ۹۹ پونڈ مصری منظور کئے ہیں۔

دہلی۔ ۲۱ جنوری۔ مسٹر شعیب قریشی نے کانگرس

کمیٹی مجلس عام میں ذیل کی تجویز پیش کرنے کی اطلاع دی ہے۔ کہ چینیوں کے ساتھ جنگ میں عملی ہمدردی کے اظہار کے لئے انڈین نیشنل کانگرس کی طرف سے ایک وفد چین بھیجا جائے ؛

نئی دہلی۔ لیجسلیٹو اسمبلی میں مولوی محمد یعقوب صاحب وکیل (مراد آباد) ڈپٹی پریزیڈنٹ کے عہدے کے لئے منتخب ہوئے ؛

سر سیموئل ہور برطانوی ہوائی فوج کے وزیر انگلستان روانہ ہو گئے ؛

کوئینس کالج بنارس کے ایک بنگالی طالب علم کو فوٹو گرافی کا بہت شوق تھا ۔ یہ لڑکا پچھلے سال ایف اے کے امتحان میں ناکام رہ چکا تھا۔ اس پر اس کے بڑے بھائی نے اسے حکم دیا۔ کہ امتحان کے زمانے تک اپنا یہ شوق چھوڑ دے۔ اور طالب علم مذکور کا فوٹو کمرہ بھی چھپا دیا ۔ اس صدمے میں طالب علم نے دو روز تک کھانا نہ کھایا۔ اور اس کے بعد خود کشی کر لی ؛

مجسٹریٹ لاہور نے اخبار ملاپ اور پرتاپ کو فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے والے مضامین لکھنے کے سلسلے میں تنبیہ کی ہے ؛

مدراس کونسل میں کانگرس کے ایک ممبر یہ تجویز پیش کریں گے۔ کہ وزیروں کی تنخواہ ایک روپیہ ماہوار کر دی جائے ؛

لاہور میونسپلٹی نے لاوارث نعشوں جلانے یا دفنانے کی بجائے پانچ روپیہ فی نعش لے کر میڈیکل کالج کے ہاتھ فروخت کر دینے کی تجویز منظور کر لی ہے ؛

شری یت جوگیش چندر سنگھ ساکن کالی کچھ کی نوجوان لڑکی نے جو چھوٹی عمر ہی میں بیوہ ہو گئی تھی۔ کلکتہ یونیورسٹی سے ایم اے کا امتحان پاس کیا ہے ۔ اس نے بیوہ ہونے کے بعد ہی پڑھائی شروع کر دی تھی ؛

لاہور۔ یکم فروری۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ چند مسلمان عبدالرشید سے جس پر سوامی شردھانند کے قتل کے الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔ پاگل خانے میں ملاقات کرنے کی غرض سے گئے تھے لیکن پاگل خانے کے افسروں نے ان کو ملنے کی اجازت نہ دی ؛

دہلی۔ پیر شیخ کریم اللہ کا مزار جو جامع مسجد کے سامنے تھا۔ آج صبح مسمار ہوا پایا گیا۔ ملبے کا ایک ڈھیر ایک طرف پڑا ہوا تھا ۔ مسلمان بہت بڑی تعداد میں آج موقع پر جمع ہو گئے۔ مگر اب تک ملزم کا پتہ نہیں ملا ؛

لاہور۔ ۴ فروری۔ اس سال حکومت پنجاب طبی یا کسی دوسرے تعلیمی نصاب کی تکمیل کے لئے کسی ہندوستانی گریجویٹ خاتون کو تین سو پونڈ کا وظیفہ عطا کرے گی۔ اور یہ وظیفہ تین سال کے لئے ہوگا ؛

جلد ۳۰ | لاہور ۔ ہفتہ ۔ ۳ ستمبر ۱۹۲۷ء | نمبر ۳۶

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ ۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ

فہرست مضامین

مضمون	مصنف	صفحہ
کرو کام ایسے رہے نام باقی	شیخ عبداللہ	۴۲۸
تربیت اطفال	رضویہ خاتون	۴۳۰
گرم کپڑوں کی حفاظت	آر کے	۴۳۲
جراحی پٹی	ظفر جہاں	۴۳۴
انجمن تہذیب نسواں بریلی	خدیجۃ الکبریٰ	۴۳۵
اعتراض	ایل آر تشی	۴۳۷
صبر و قناعت	ف بیگم	۴۳۸
محفل تہذیب	متفرق	۴۳۹
ولائتی معلومات	+	۴۴۲

نارتھ ویسٹرن ریلوے

بکم اگست ۱۹۲۷ء سے درجہ اول و دوم اور درمیانہ کے لئے اختتام ہفتہ کے واپسی ٹکٹ
۱/۲ ۱ کرایہ پر نارتھ ویسٹرن ریلوے کے اسٹیشنوں سے کالکا شملہ سیکشن (۱۱۱... تنائے کالکا) اور گوٹھ
تک بالعکس جاری ہوں گے۔ بشرطیکہ ایک طرف کا سفر پچاس م'
یہ ٹکٹ جمعرات سے اتوار تک ملا کریں گے۔ اور واپسی سفر کی نکمیا　　اگر پیر کے
دن بنک کی تعطیل ہو۔ تو منگل) کی رات کے بارہ بجے تک کارآمد ہ
مزید تفصیلات اسٹیشن ماسٹروں سے معلوم ہوسکتی ہیں ٭

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹرس آفس
لاہور ۲۱ جولائی ۱۹۲۷ء

جے ایچ چیز
منجانب ایجنٹ

بنارسی کپڑے کی

ضرورت ہو۔ تو تفصیل لکھ کر مجھے بھیج دیجئے۔ اور اندازہ
قیمت بھی لکھئے۔ تو کم و بیش اس قیمت و قسم کا بھیجدونگا
یا کسی کپڑے میں کامدانی بنوانا ہو۔ تو کپڑا بھیجدیجئے۔
میں اس کو مناسب قیمت میں بنوا کر وی پی بھیجدوں
گا ٭ اگر آپ بنارسی کپڑے مختلف دکانوں سے
دیکھ کر اپنے پسند کا خریدنا چاہتے ہوں۔ اور آپ کے
قیام و طعام کی کوئی جگہ بنارس میں نہ ہو۔ تو اس کے
لئے انتظام کردوں گا جس کے لئے دو روپے روزانہ
دینا ہوگا۔ بشرطیکہ مجھے پہلے سے اطلاع دی جائے ٭ کچھ
دریافت کرنا ہو۔ تو جوابی کارڈ بھیجئے ٭ کامدانی بنا ہوا دوپٹہ
پانچ روپیہ۔ چھ گز کامدانی بنی ہوئی دس روپیہ ٭
منیجر مہدی کبیر الدین اینڈ کمپنی چیت گنج بنارس شہر

ضرورت شادی

ایک ۳۵ سالہ خوب صورت نوجوان کو جس کی
تجارتی آمدنی اڑھائی تین سو روپیہ ماہوار ہے عقد کی ضرورت
ہے ٭ لڑکی خوب صورت۔ خوش اخلاق امور خانہ داری
سے واقف۔ سلیقہ مند اور تعلیم یافتہ ہو ٭ عمر بیس پچیس
برس سے کم نہ ہو۔ بیوہ اور علاقہ پنجاب کے رشتہ کو
ترجیح دی جائے گی ٭

سامان جہیز وغیرہ کی تمنا نہیں ہے۔ صرف اچھے
رشتے اور شریف لوگوں کی ضرورت ہے۔ بلکہ اگر لڑکی
والے چاہیں گے۔ تو انہی لوگوں میں رہائش بھی منظور کی
جاسکتی ہے ٭ رشتے کے مفصل حالات لکھئے۔ تاکہ کوئی
امر قابل دریافت باقی نہ رہ جائے ٭ یہاں کے حالات لڑکی
کے حالات آنے پر لکھے جائینگے ٭ م معرفت پوسٹ بکس نمبر ۲۵ لاہور

کرو کام ایسے رہے یاد باقی

عنوان میں جو عبارت ہے۔ یہ انگریزی زبان کی ایک مشہور نظم کے مصرعہ کا ترجمہ ہے۔ بعض انسانوں کے نزدیک انسان کو کوئی کام نام کے خیال سے نہ کرنا چاہئے۔ لیکن میرے نزدیک کام وہی کرنے چاہئیں۔ جو قابل یادگار ہوں۔ اور جو صدیوں تک نسل انسانی کو یاد رہیں۔ گو یہ عام تجربہ کی بات ہے۔ کہ بہت سے لوگ نام پر مرتے ہیں۔ اور جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔ نام کی خاطر کرتے ہیں۔ لیکن یہ امر بھی پورے تجربے سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ایسے نام کے شیدائیوں کے کام ان کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ اور یادگار کے قابل وہ کوئی کام نہیں چھوڑتے۔ یا بالفاظ دیگر نام پر مرنے والوں سے کوئی کام انجام نہیں پاتا۔ لیکن جو لوگ بڑے کام کرتے ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے۔ کہ ان کے نام بہت دنوں تک یاد رہتے ہیں۔

تنہا جو کوئی ایک بڑا کام کرنا چاہے۔ اسے اس بات کا خیال بالکل چھوڑ دینا چاہئے۔ کہ اس کے ہم عصر اس کی نسبت کیا رائے قایم کرتے ہیں۔ اس کے ہم عصر زیادہ تر یہی کہیں گے۔ کہ یہ شخص نام کی خاطر یہ کام کر رہا ہے۔ لیکن اگر اس کا کام فی الواقع نوع انسانی کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ تو وہ لامحالہ بہت دنوں تک قابل شکر گزاری اور یادگار کے لائق رہے گا۔

مثال کے طور پر ہم اس برگزیدہ خاتون کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جس نے مکہ شریف کے لئے بذریعہ ایک نہر کے پانی کا انتظام کیا تھا۔ مکہ شریف میں پہلے کوئی نہر نہ تھی۔ نہ شیریں پانی تھا۔ چاہ زمزم پر زیادہ تر باشندگان مکہ کا دارومدار تھا۔ لیکن زبیدہ خاتون جو خلیفہ ہاروں رشید کی ملکہ تھی۔ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ ایسے مقام پر جو مسلمانوں کی قوم کو سب سے زیادہ عزیز اور ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ مقدس ہے۔ اور جہاں پر ہر سال تمام براعظموں سے لاکھوں مسلمان حج کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ایسے مقام کے لئے شیریں پانی کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ بہت دور پہاڑوں میں کوئی چشمہ اتفاق سے مل گیا۔ جس کا پانی نہایت شیریں تھا۔ اس چشمے کو تنگ نالیوں کے ذریعے سے پہاڑوں کے اندر اندر سوراخ کر کے مکہ شریف میں پہنچا دیا جہاں گذشتہ بارہ سو سال سے مخلوق خدا سیرابی حاصل کر رہی ہے۔

یہ چشمہ نہر زبیدہ کے نام سے مشہور ہے۔ زبیدہ خاتون دنیا میں نہیں رہیں۔ جس خاندان کی وہ ملکہ تھیں۔ اس خاندان کی حشمت و شوکت کا خاتمہ ہوئے قریب آٹھ سو برس کے ہو گئے۔ لیکن نہر زبیدہ کی وجہ سے زبیدہ کا نام آج تک روشن ہے۔

ہندوستان میں بڑے بڑے باجبروت اور شان

والے بادشاہ ہو گزرے ہیں۔ شاہ جہان بادشاہ کے نام سے کون واقف نہیں؟ اپنی شاہزادگی کے زمانے میں وہ بہادر سپہ سالار تھا۔ جب سلطنت اس کے ہاتھ میں آئی۔ تو اس نے ہندوستان میں امن امان قایم کر کے ملک کشمیر سے لے کر راس کماری تک اور کوہ ہندوکش سے برہما کی حد تک تسخیر کر لیا۔ اور اس قدر جاہ و جلال کا بادشاہ گزرا ہے۔ کہ اس کا ثانی مشکل سے ملے گا۔ اس کی سلطنت کا خاتمہ اس کے بیٹے اورنگ زیب کے ہاتھ سے ہُوا۔ کہ بیٹے نے باپ کو تخت سے اُتار کر قید کر لیا۔ اور خود اس کی جگہ تخت پر بیٹھ گیا۔ جس وقت شاہ جہاں قید ہوا ہے۔ اس وقت اس کے خزانے میں چوبیس کروڑ روپیہ جمع تھا۔ اور اس کو روپے سے محبت بھی بہت تھی۔ اورنگ زیب اس بات کو جانتا تھا۔ اس نے باپ کو قید کر کے ایک ایسے مقام پر نظر بند رکھا۔ جہاں سے خزانہ بہت قریب تھا۔ ہر روز خزانے میں سے توڑے نکال نکال کر روپیہ خوب چھنکا چھنکا کر تا کہ شاہ جہاں اس کی آواز سن لے کسی دوسرے مقام پر لے جا کر جمع کیا جاتا تھا۔ غرض صرف یہ تھی۔ کہ شاہ جہاں کے دل پر صدمہ پہنچے۔ اور کسی طریقے سے اس کا جلد خاتمہ ہو۔

اب آپ دیکھئے۔ کہ خزانہ یا لاؤ لشکر یا دیگر سامان کوئی چیز بھی شاہ جہاں کے ساتھ نہ گئی۔ اور نہ اب اس کا دنیا میں نام و نشان باقی ہے۔ لیکن شاہ جہاں نے کچھ روپیہ خرچ کر کے تاج محل کا روضہ تعمیر کرا دیا۔ وہ ایک بڑا کام تھا۔ اور قابل یادگار کے تھا۔ اور آج کے وقت تک اس کی وجہ سے شاہ جہاں کا نام دنیا میں روشن ہے۔ یورپ۔ امریکہ۔ آسٹریلیا۔ جاپان اور دنیا کے لوگ اس ایک چیز کے دیکھنے کے لئے ہزار ہا روپیہ صرف کر کے آتے ہیں۔ جو دیکھتا ہے عش عش کرتا رہ جاتا ہے۔ اور شاہ جہاں کی عزت و عظمت اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے دل میں یہ بھی شوق پیدا ہوتا ہے۔ کہ میں شاہجہاں کی سوانح عمری پڑھوں۔

گزشتہ لوگوں کے سینکڑوں اس قسم کے کام ہیں جن کو ہم قابل یادگار سمجھتے ہیں۔ اور ان کاموں کی وجہ سے کام کرنے والوں کی دل میں عزت پیدا ہوتی ہے میں ایک مثال اَور پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ نوشیرواں عادل کی ہے۔ نوشیرواں بادشاہ ایسا عادل تھا۔ اور اس کا نام عرب میں اس قدر قابل عزت سمجھا جاتا تھا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھ کو اس بات کا فخر ہے۔ کہ میں نوشیرواں عادل کے عہد میں پیدا ہُوا تھا۔ اور شیخ سعدیؒ نے نوشیرواں کے لئے کہا ہے:۔

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل۔
گرچہ بسے گزشت کہ نوشیرواں نماند۔

اب ان مثالوں سے ہماری ناظرات کے دلوں میں کیا خیال پیدا ہونا چاہیے؟ وہ یہ تو جانتی ہیں

کہ اس خالب خاکی کا خاتمہ ایک نہ ایک روز ضرور ہونے والا ہے۔ اور اگر وہ ذہبا ہیں اچھے اچھے کپڑے اور زیور پہن کر۔ اچھے اچھے کھانے کھا کر اپنی اولاد کو پال پوس کر دنیا سے رخصت ہوں گی تو سال دو سال تک شاید ان کے بچے ان کو یاد رکھیں۔ پھر رفتہ رفتہ ان کے بچے بھی بھول جائیں گے۔ اور پوتے اور نواسے تو شاید ان کے نام سے بھی واقفیت حاصل کرنے کی ضرورت نہ سمجھیں۔ گویا وہ صفحہ ہستی پر سے نقش بر آب کی طرح مٹ کر رہ جائیں گے۔ اس لئے ہر خاتون کو جو چند روزہ مہلت خدا دے۔ اسے غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اور اپنے ہم جنسوں کے لئے اور بالخصوص اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے لئے جو کچھ بھی وہ کرسکتی ہوں۔ ضرور کرنا چاہئے ۔

ہندوستان میں ہماری مستورات پردے ہی میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور پردے ہی میں ان کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ اور زندگی کے خاتمہ پر ہمیشہ کے لئے ان کے نام پر پردہ پڑ جاتا ہے ۔ گویا ان کا اس دنیا میں آنا اور نہ آنا دونوں برابر ہیں۔ اس لئے اے میری معزز بہنو! جہاں تک آپ سے ہوسکے آپ کچھ ایسے کام کیجئے۔ کہ آپ کے بعد کم ازکم چند نسلوں تک تو آپ کا نام روشن رہے ۔ ہمارے ملک میں بہت سی مسلمان بیبیاں با ثروت ہیں۔ جو اپنی زندگی میں ایک پیسہ بھی کسی قابل یادگار کام پر صرف نہیں کرتیں۔ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے۔ وہ اپنے شوہروں۔ اپنے بھائیوں اور اپنے بیٹوں پر قربان کر دیتی ہیں۔ اور اگر قریب کا کوئی رشتہ دار نہ ہو۔ تو دور دراز کے رشتہ داروں کو دیدیتی ہیں۔ اور ان میں سے اکثر بدوضع انسان ثابت ہوتے ہیں۔ جو مال مفت سمجھ کر معصیت کے کاموں میں صرف کرتے ہیں ۔ اب اگر یہ بیبیاں اپنا روپیہ اپنی قوم کی بچیوں کی تعلیم کے لئے صرف کریں۔ اور کوئی اسکول یا بورڈنگ ہاؤس بنوائیں۔ اپنا روپیہ کسی مدرسے کی ترقی و توسیع کے لئے وقف کر جائیں۔ تو صدیوں تک قوم ان کا احسان مانتی۔ اور ان کی روح کو ہمیشہ ثواب پہنچتا ۔

چونکہ بیبیوں میں تعلیم نہیں ہے۔ اس وجہ سے وہ اپنے مال کا صرف بہت بے جا طور پر کرتی ہیں۔ اور جو لوگ فی الواقع اس قابل نہیں ہوتے۔ کہ ان کے ہاتھ میں بہت سا روپیہ دیا جائے۔ ان کو اپنا روپیہ دیدیتی ہیں ۔ آج اگر ہماری معزز بہنوں میں کوئی احساس باقی ہوتا۔ تو لڑکیوں کی تعلیم کے لئے جو اشد مالی ضروریات درپیش ہیں۔ وہ آن کی آن میں پوری ہو جاتیں ۔ میں ایک مدرسے کا منیجر ہوں۔ یعنی مدرسہ نسواں علی گڑھ کا ۔ میرے مدرسے میں سیکڑوں قوم کی بچیوں نے اس وقت تک تعلیم پائی ہے۔ اور پا رہی ہیں۔ لیکن قومی بہنوں سے مجھ کو شکایت ہے۔ کہ انہوں نے کبھی میری مشکلات سے کوئی عملی ہمدردی نہیں کی ۔

اس وقت ایک جدید بورڈنگ ہوس کی تعمیر

کی ضرورت پیش آگئی ہے۔ موجودہ بورڈنگ ہاؤس
بالکل پُر ہوگیا ہے۔ قومی طالبات کی ایک بڑی تعداد
داخل ہونے کے لئے بیتاب ہے۔ لیکن اب مجبوراً داخلہ
بند کرنا پڑے گا۔ گورنمنٹ پوری امداد دینے کے لئے
آمادہ ہے۔ بشرطیکہ ایک تھوڑی سی رقم قریب تیس ہزار
روپے کے ہم خود جمع کرسکیں۔

تیس ہزار روپیہ اگر ہم جمع کرلیں۔ تو گورنمنٹ
اس سے ڈبل رقم عطا کرنے کو تیار ہے۔ تیس ہزار
روپے میں تیس کمرے تیار ہوں گے۔ اور ہر معطیہ
جو ایک کمرہ تیار کرائے۔ اس کے نام نامی سے کمرہ
موسوم کیا جائے گا۔ کیا مسلمانوں میں اب ایسا
قحط الرجال ہوگیا ہے۔ کہ چند سخی داتا یا فیاض دل
خواتین بھی ایسی نہ نکلیں گی۔ کہ ایک ایک ہزار
روپیہ عطا فرماکر ایک بڑی عمارت کی تکمیل میں میرا
ہاتھ بٹائیں؟

علاوہ کمروں کی تعمیر کے بورڈنگ ہاؤس کے
متعلق پچیس ہزار کی لاگت سے ایک مسجد بھی بنوائی
جائے گی۔ چونکہ یہ بورڈنگ اپنی قسم کا ایک ہی
بورڈنگ ہاؤس ہے۔ اس لئے یہ مسجد بھی اپنی قسم
کی ایک ہی مسجد ہوگی۔ اس کی تکمیل تو ضرور بہنوں
کو اپنے ہی روپے سے کرنی چاہئے۔ مسجد کے لئے
تو روپیہ دینا اس میں شک نہیں۔ کہ ہماری عاقبت
درست کرے گا۔ لیکن بورڈنگ کے لئے روپیہ
دینا ثواب دارین ہے۔ اس سے ہماری دنیا اور
دین دونوں کی فلاح ہے۔

اب جس بی بی کا دل چاہے۔ وہ ثواب دارین
حاصل کرے۔ اور جس بی بی کا دل چاہے۔ وہ اپنی
عاقبت درست کرے۔ لیکن جب تک قوم زندہ
ہے۔ اور خدا کے فضل سے قوم قیامت تک زندہ
رہے گی۔ اس وقت تک اس نیک خاتون کا
نام سنگ مرمر کی سل پر کندہ اس بورڈنگ ہاؤس
اور اس مسجد کی دیواروں پر قایم رہے گا۔ اور آیندہ
آنے والی نسلیں ان کا نام اس کتبہ پر پڑھ کر ان
کے حق میں دعاء مغفرت کریں گی۔ اور ان کی رُوح
کو ثواب پہنچایا کریں گی۔

خاکسار عبداللہ۔ از علی گڑھ

تربیت اطفال

بچوں کو والدین و مربی ابتداء سے جیسا بنا دیتے
ہیں۔ وہ ویسے ہی بن جاتے ہیں۔ بے شک فطرت
کا کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔ جن بچوں کے مزاج حلیم
تربیت پذیر ہوتے ہیں۔ وہ آسانی سے قابو میں
آجاتے ہیں۔ اور جو ضدی اور نافرمان مزاج کے
ہوتے ہیں۔ وہ ذرا تکلیف اُٹھا کر ٹھیک ہوتے
ہیں۔ لیکن یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ والدین و
مربی جیسا چاہیں بچے کو بنا سکتے ہیں۔

میری ایک ملاقاتی بہن ہیں۔ جو صوبہ متحدہ

کے ایک نہایت قدیم اور ممتاز خاندان کی فرکن ہیں۔ ان کو بہت دعاؤں۔ دواؤں ، منت مرادوں کے بعد خدا نے بڑھاپے میں اولاد عطا کی۔ اور الغرض ابتدا سے لڑکے کی عمر چار سال ہوئی + معمولی بخار چڑھا۔ حکیم وید۔ ڈاکٹر۔ ہومیوپیتھک۔ ایلوپیتھک۔ سب کا دربار جمع ہوا۔ معمولی بخار تھا لیکن لڑکا ضدی مزاج و خودرائے تھا۔ تعمیل حکم کا عادی ہی نہ تھا۔ جو کھانا چاہتا تھا۔ کھاتا۔ جو پینا چاہتا تھا پیتا۔ دوا کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا تھا +

بد احتیاطیوں کے سبب بخار بڑھ کر نمونیا ہو گیا۔ ماں باپ اور تمام عزیز و اقارب اور ملنے والوں کا مجمع ہوا۔ ایک کہرام مچ گیا۔ والدین نہایت بےکسی کے ساتھ اپنی بدقسمتی کا اظہار ان الفاظ میں کرتے تھے۔ کہ خدا نے لڑکا دیا۔ تو ایسے نرالے مزاج کا۔ جو کسی طرح دوا پینے پر رضامند نہیں ہوتا۔ آخر ش حکیم ڈاکٹر بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ اور لڑکے نے عالم فانی سے عالم جاودانی کی راہ لی + مجھے یہ دیکھ کر کمال افسوس ہوا۔ بےشک موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اور بقول شخصے "چوں قضا آید طبیب ابلہ شود"۔ لیکن جب ہر ممکن تدبیر کرنے کے بعد ناکامی ہوتی ہے۔ تو صبر رہتا ہے۔

پر اپنے کو تنکوں سے آتی ہے جو مصیبت۔
ہوتی ہے ساتھ اس کے شرمندگی غضب کی

اس دل خراش واقعہ کے ذکر سے میرا منشاصرف اتنا ہے۔ کہ مائیں ابتدا ہی سے بچے کو ضد کی عادت نہ ڈالیں۔ اور فرماں برداری کرنا سکھائیں + اگر دس مہینے کا بچہ نافرمانی کا عادی ہے۔ تو بڑا ہو کر وہ ہرگز فرمانبردار نہیں ہو سکتا + فرض کرو۔ کسی ماں کے دودھ نہیں ہے۔ اور بچے کو اوپری شیشی سے دودھ پلانے کی ضرورت ہے۔ اور بچہ نپل منہ میں نہیں لیتا ہے۔ تو بجائے اس کے۔ کہ دس پانچ منٹ کوشش کرنے کے بعد اسے شہد دیا اور کوئی دوسری چیز چٹائی جائے۔ مناسب ہے۔ کہ اسے دودھ بالکل نہ دیا جائے۔ بلکہ گھنٹہ گھنٹہ دو دو گھنٹہ بعد پھر وہی نپل منہ میں دیا جائے : بچہ زیادہ عرصہ تک بھوک برداشت نہیں کر سکتا۔ اور آخر ہار جھک مار کر نپل پینے لگ جاتا ہے +

بچے کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ مگر بےجا ضد اور ہٹ کبھی نہیں اٹھانی چاہئے + اس معاملے میں مستقل رہنا چاہئے۔ اور بچے کو اس بات کا یقین دلا دینا چاہئے۔ کہ فضول رونے چلانے کا اس کے موافق کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا + اگر چھوٹا بچہ کسی بات پر ضد کرے۔ اور سمجھانے سے نہ ملنے تو اسے کسی کی نگرانی میں چھوڑ کر ماں یا نرس کو اس کے سامنے سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ آخرکار وہ رو پیٹ کر خود ہی چپ ہو جائے گا + یہی برتاؤ دو چار مرتبہ ہونے سے بچے کو اپنی ضد کے بےکار ہونے کا یقین ہو جائے گا۔ اور اطاعت و فرمانبرداری کا مادہ پیدا ہو جائے گا + پھر سمجھ دار مائیں بچوں کے سونے اٹھنے۔ کھانے پینے۔ سیر و تفریح ہر کام کے لئے

جو طریقہ عمل مرتب کریں گی۔ وہ اسی کا عادی بن جائے
گا۔ ماں اور بچے دونوں کی اس میں بھلائی ہے۔
لیکن اس بات کا دھیان رہے۔ کہ بچے کو
جس کام کا عادی بنایا جائے۔ اور جو بات اُسے سکھائی
جائے۔ اس کا ڈھنگ ایسا ہو۔ کہ بچے کو اس بات
کا احساس نہ ہو۔ کہ وہ زبردستی ایسا کرنے پر مجبور کیا
جا رہا ہے۔ چیخنا پکارنا چلانا ہرگز نہ چاہئیے۔
خاکسار رضویہ ناتون

گرم کپڑوں کی حفاظت

مندرجہ بالا عنوان پر محترمہ ایم کے صاحبہ کا
مضمون دیکھا۔ گرم کپڑوں کی حفاظت واقعی
بہت ضروری چیز ہے۔ اور ہر ایک حتی الامکان
اس کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اور دل سے اپنے
نقصان کا روادار نہیں ہوتا۔ مگر اکثر غفلت اور
اصول و قاعدہ نہ معلوم ہونے سے بسا اوقات
نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ نفتلین کی بو سے نفیس
طبع لوگوں کو تکلیف ہونا ضروری ہے۔ لیکن وہ
ایسی بو نہیں۔ جو دور نہ کی جا سکے۔ دو تین روز تیز
دھوپ میں ڈالنے کے بعد اگر سہاگی یا اگر وغیرہ سے
کپڑوں کو باس کر معطر کر دیا جائے۔ تو بو کا نام نہیں
رہتا۔ (لیکن سبز رنگ کے کپڑوں پر دھوپ میں ڈالتے
وقت کوئی ہلکا سفید کپڑا ڈال دینا چاہئیے۔ تاکہ سبز
رنگ خراب نہ ہو۔) اور جو لوگ یہ زحمت نہ کر سکیں
ان کو بقول محترمہ دل سخت کر کے گولیوں سے کام
لینا چاہئیے۔ کیونکہ ایسی نفاست برتنی سے تو ہر سال
کتنا ہی مالی نقصان ہوتا رہے گا۔ اور پھر آخیر میں
گرم کپڑوں کی خریداری سوائے بعض ضروری
چیزوں کے کھلنے لگے گی۔

جن بہن کے ریشمی کپڑوں کو کیڑا کھا گیا۔ سمجھ
میں نہیں آتا۔ انہیں کس طرح رکھا گیا۔ شاید انہیں
کبھی دھوپ وغیرہ نہ دی گئی ہو۔ یا بکس محفوظ نہ ہوں
گے۔ اور ان میں وہ کیڑے جنہیں لوگ مچھلیاں کہتے
ہیں پہنچ گئے ہوں گے۔ کیونکہ ریشم میں اُون کا
کیڑا غالباً پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ کپڑے کی بربادی کا
باعث وہی مچھلیاں ہوتی ہیں۔ ان کا رنگ خوب
چمکیلا سیپی ایسا ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل مچھلی کی ہم شکل
ہوتی ہیں۔ مجھے یہ نہیں معلوم۔ کہ یہ کپڑے میں پیدا
ہوتی ہیں۔ یا بیرونی کیڑے ہیں۔ لیکن ریشمی کپڑوں
کو خراب کرتے اکثر دیکھا ہے۔ اس لئے ریشمی و سوتی
کپڑوں کو بھی اچھے محفوظ بکس میں بند کر کے رکھنا
چاہئیے۔ اور موسم برسات کے خاتمہ پر دھوپ دینا
بھی ضروری ہے۔ ورنہ نمی سے کپڑوں کے بدرنگ
ہونے اور گل جانے کا اندیشہ ہے۔ گرم کپڑوں کی
حفاظت کے طریقے بہن موصوفہ نے بتائے ہیں۔
بالکل فکر نہ لینے سے بہتر ہیں۔ لیکن ایک تو ان ترکیبوں
میں ہمیشہ کی زحمت و تکلیف ہے۔ دوسرے استعمال

بکسوں میں تھوڑے تھوڑے گرم کپڑوں کے رکھنے سے باوجود خیال کے بھی اکثر عجلت میں کپڑوں میں سلوٹ پڑ جانے سے تہوں کے بگڑ جانے سے ان کا بدنما ہو جانا بہت ممکن ہے۔ علاوہ ازیں پندرہ بیس روز کی اتفاقیہ غفلت سے بھی کیڑہ لگ جانے کا اندیشہ باقی رہتا ہے۔

گرم شال۔ چادریں گرمی و برسات میں کس طرح استعمال کی جا سکتی ہیں؟ ہاں بستر میں لگائی جا سکتی ہیں۔ لیکن اس میں بھی وہی بات ہے۔ ہر وقت کے استعمال میں کپڑے کی لطافت و خوشنمائی کو خیرباد کہنا ہوگا۔ بارش کی نمی اور گرد و غبار سے میلا نہ ہونا بھی ناممکن ہے۔ اس طرح پر کپڑا تو خراب ہو جائے گا۔ البتہ صرف کیڑوں کی خوراک ہو کر ختم ہونے سے بچے گا۔ دو ایک سال ہمارے یہاں بھی یونہی کپڑوں کی بربادی لگتی رہی۔ آخر کشمیری شال فروشوں سے دریافت کرنے پر ایک ترکیب معلوم ہوئی۔ جس میں ایک مرتبہ تکلیف کے بعد پھر کئی ماہ کے لئے بالکل اطمینان ہو جاتا ہے۔ ہمارے یہاں برسوں سے اسی پر عمل ہوتا ہے۔ اور خدا کے فضل سے کبھی ایک کیڑا بھی پیدا نہیں ہوتا۔

موسم سرما کے ختم ہوتے ہی کپڑوں کو صاف کر کے دھوپ دے کر برابر تہہ کر ڈالیں۔ اس طرح پر کہ تمام کپڑوں کی تہیں ایک دوسرے کے برابر ہوں۔ خواہ بڑی تہیں ہوں یا چھوٹی۔ اگر زیادہ کپڑے ہوں۔ تو بڑی تہوں میں تہہ کرنا مناسب ہوگا۔ پھر کپڑوں کو تہہ بہ تہہ رکھ کر موٹے سوتی کپڑے کی بہت سی تہوں میں گٹھڑی کی طرح کپڑوں کو لپیٹ دیں۔ اور پھر گٹھڑی کی چوڑان لمبان کے مطابق دو تختے چیڑ یا کسی دوسری لکڑی کے بنوا لیں اور گٹھڑی کے دونوں جانب رکھ کر سُتلی سے اس طرح کسیں۔ کہ سُتلی کا ہر پھیر بالکل برابر رہے۔ اور بیچ میں سے تختہ بالکل نظر نہ آئے۔ گٹھڑی کو خوب کسی رکھنا چاہئے۔ چوڑان کے ختم ہونے کے بعد لمبان میں بھی اسی طرح سُتلی کو کس دیں۔ شاید بعض دلوں میں یہ خیال پیدا ہو۔ کہ چاروں جانب لکڑی کیوں نہ رکھی جائے۔ لیکن عمل کر کے دیکھیں۔ دو طرف لکڑی رکھ کر خوب کس لینے سے کپڑوں میں ہوا جانے کی مطلق گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اب اس گٹھڑی کو کسی ایسے بکس میں جس میں وہ پوری پوری آجائے۔ اور جگہ باقی نہ بچے۔ رکھ دیں۔ یا اگر بڑے بکس میں رکھیں۔ تو خالی جگہوں میں سرد کپڑے اس طرح بھر دیں۔ کہ بکس بھر جائے۔ بکس کوٹھڑی میں کسی اونچی چیز پر رکھ دیں۔ اور جاڑوں تک اس میں ہاتھ نہ لگائیں۔ تمام کپڑے ویسے ہی محفوظ رہیں گے۔ کیڑہ لگنا بالکل غیر ممکن ہے۔ اگرچہ اس ترکیب سے زیادہ بہتر اور کوئی صورت نہیں لیکن زحمت یا سامان مہیا نہ ہونے سے اگر ایسا نہ کر سکیں تو کسی ایسے بکس میں جس میں ہوا جانے کی مطلق جگہ

نہ ہو۔ گرم کپڑوں کو رکھیں۔ اور بکس میں تھوڑی جگہ باقی رکھ کر اس کو دُھلے ہوئے سوتی کپڑوں سے ایسا بھر دیں۔ کہ بکس کا پٹ دب کر بند ہو۔ بکس بند کر کے اس پر کوئی دوسرا بکس رکھ دیں۔ تاکہ پٹ کی دراڑ بالکل بند ہو جائے۔ اور ہوا اندر نہ جا سکے۔ میں نے تجربہ کر کے دیکھا ہے۔ کہ گرمیوں کی لُو۔ اور برسات کی نم اور ہوا کیڑوں کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا جس طریقے سے ممکن ہو۔ کپڑوں میں ہوا کی گزر کو روکنا چاہئے۔ اسی لئے بند کرنے کے بعد پھر کھولتے بھی نہیں ہیں۔ پہلی ترکیب میں گٹھڑی کے کس جانے اور بکس میں بند کرنے میں دوسری ترکیب سے زیادہ حفاظت رہتی ہے۔

ہم نے پہلے سال کپڑے اس ترکیب سے رکھنے کو تو رکھ دئے۔ لیکن دل کو بڑی غیر اطمینانی رہی۔ مگر شروع جاڑوں میں کپڑوں کو محفوظ دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔ اور پھر ہمارے یہاں ہمیشہ اسی ترکیب پر عمل ہونے لگا۔ ہاں میں یہ لکھنا بھول گئی۔ کپڑوں کی تہہ بہ تہہ نفتلین کی گولیاں ضرور رکھیں۔ بعض لوگ نفتلین کی بجائے کافور بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح بجائے بو کے خوشبو بھی آسکتی ہے۔ لیکن ہمارے یہاں کبھی اس کا تجربہ نہیں ہوا۔ جو بہنیں چاہیں۔ آزما کر دیکھیں۔ لوگوں کو ہر سال نفتلین کی گولیاں بہت سی منگانا پڑتی ہیں۔ کیونکہ کھلے بکسوں میں قریب قریب اُڑ جاتی ہیں۔ لیکن اس ترکیب سے ان میں بہت کم فرق ہوتا ہے۔ جب کپڑے استعمال میں لانے کے لئے نکال لئے جائیں۔ تو گولیوں کو کسی بڑے مُنہ کی بوتل میں رکھ کر بند کر دینا چاہئے۔ اس طرح تھوڑی گولیاں برسوں کام آیا کرتی ہیں۔ گرم ہر قسم کے کپڑے شالیں اور سوئٹر وغیرہ سب ایک ساتھ رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ جتنے زیادہ کپڑے ہوں۔ مناسب تعداد میں گٹھڑیاں بنا کر رکھ دیں۔

محترمہ موصوفہ کا مضمون دیکھ کر میں نے عام فائدے کے لئے یہ تجربے لکھ دئے۔ واقعی اکثر بہنیں گرم کپڑے بربادی کے خیال سے نہیں خریدتی ہیں۔ نقصان ہونے کے علاوہ کسی نفیس چیز کا داغ دار ہو جانا اَور بھی تکلیف دہ امر ہے۔ مجھے امید ہے۔ بہنیں اس ترکیب کو آزما کر دیکھیں گی۔ انشاء اللہ آیندہ سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ شروع موسم گرما میں کپڑے رکھ دئے جائیں۔

خاکسار آر۔ کے

جرّاحی پٹّی

ڈاکٹروں کا یہ طریقہ تو بہت اچھا ہے۔ کہ وہ

پٹی باندھنے سے پہلے زخم پر تھوڑی سی رُوئی رکھ دیتے ہیں۔ اس سے پٹی اچھی طرح کس جاتی ہے اور زخم پر دباؤ بھی نہیں پڑتا۔ لیکن بعض وقت زخم ایسی بے ڈھب جگہ ہوتا ہے۔ کہ پٹی کی لپیٹ اس پر ٹھہر نہیں سکتی۔ خاصکر ناسمجھ بچوں کے لئے بڑی مشکل ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ خود کوئی احتیاط نہیں کر سکتے۔ ایسی حالت میں جو پٹی جراح استعمال کرتے ہیں وہ بہت اچھی رہتی ہے۔ اس کی ترکیب یہ ہے۔ کہ دو پٹیاں لے کر اس ب طرح سی لی جائیں۔ اگر سر پر زخم ہو۔ تو ہ کو زخم پر رکھ کر ب کو گدی پر سے گزار کر اور ج کو کنپٹی پر سے لا کر ٹھوڑی کے نیچے ایک ج طرف باندھ دیا جائے۔ د اسی طرح دوسری طرف الف اور دال والے سرے باندھ دئے جائیں۔

سینے پر زخم ہو۔ تو بھی ہ کو زخم پر رکھ کر اسی طرح کندھے کے اوپر اور بغل کے نیچے سے لیجا کر بدھی کی طرح پشت پر باندھ دیں۔ لیکن اگر گلے پر ہو۔ تو دوسری ترکیب سے سینا اور باندھنا ہوگا۔ اس کے لئے پٹی کو اس طرح سینا چاہئے۔

اب ہ ا کو زخم پر رکھ کر ب اور د ب والے سروں کو پیٹھ پر باندھ دیں۔ اور الف کو ران پر باندھ دیں۔ اسی ج طرح موقع کی مناسبت د سے

خود دیکھ کر تھوڑا بہت تغیر و تبدل کر کے سی سکتے ہیں۔ اسی طرح کی پٹی ہر جگہ باندھی جا سکتی ہے اور بار بار کھلتی یا پھسلتی نہیں۔

خاکسار ظفر جہاں

انجمن تہذیب نسواں بریلی

انجمن تہذیب نسواں بریلی کی رُوحِ رواں اور سکرٹری مسز عبد اللہ جان صاحبہ اپنی خوشدامن کے انتقال پُر ملال کی وجہ سے کوئٹہ بلوچستان تشریف لے گئی تھیں۔ اور ان کو تین چار ماہ وہاں قیام کرنا پڑا۔ چلتے ہوئے وہ سب کاغذات میرے حوالے کر گئی تھیں۔ میں نے ان کی عدم موجودگی میں کئی بار چاہا۔ کہ جلسہ طلب کر دوں۔ مگر اول تو دن بھر گرمی اور لُو کی وہ شدت رہتی تھی۔ کہ الامان والحفیظ۔ خواتین کے جمع ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ خدا خدا کر کے گرمی سے کسی قدر امن ہوا۔ تو پھر محرم کی تقریب سے جو ہندو مسلم فساد ہوا۔ اس کی بدولت راستے رُک گئے۔ اور ایک عرصے تک حالت مخدوش رہی۔

اب مسز عبد اللہ جان صاحبہ کی واپسی پر ــ اگست یوم یکشنبہ وقت دو بجے سہ پہر جلسہ منعقد ہوا۔ باوجود اس کے کہ اس روز سخت بارش ہو رہی تھی۔ تاہم بہت سی باہمت بہنیں جمع ہو گئیں

اور جلسہ پُر رونق رہا + جلسے کے دن تک رسالہ
ورتمان کے مقدمہ میں لاہور کے ہائیکورٹ کے
فیصلہ کا اعلان نہیں ہؤا تھا۔ لہٰذا رسول کیس کے
خلافِ انصاف فیصلہ پر تمام خواتین غصہ و رنج سے
بھری ہوئی تھیں۔ اور بار بار اپنا ملال ظاہر کرتی
تھیں + چنانچہ مسز فضل الرشید صاحبہ کی تحریک
اور تمام دیگر بہنوں کی متفقہ رائے سے یہ طے ہؤا۔
کہ اس انجمن کی طرف سے گورنمنٹ پنجاب کی خدمت
میں ایک درخواست بھیج کر جلسہ خواتین بریلی کے ملال
کا اظہار کیا جائے۔ کہ بڑے افسوس کی بات ہے۔
جس بدزبان بدلگام مصنف نے رنگیلا ۔ ۔ ۔ ۔
جیسی ناپاک اور گندی کتاب لکھی ہے۔ اس کو
تو قانون اور عدالت ہائی کورٹ بری کر دے۔
اور جن مسلمان اخبار نویسوں نے اس موقع پر اپنے
ملال کا اظہار کیا۔ ان کو قید اور جرمانے کی سزا
دے +

جلسے میں جوش بہت بڑھ رہا تھا۔ لہٰذا میں
نے رسالہ ورتمان کے مقدمے کا ذکر کیا۔ کہ تحمل
کے ساتھ اس کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے۔
کیونکہ امید تھی۔ کہ اس مقدمے میں ضرور انصاف
ہوگا + چنانچہ بعد میں اخبارات کے ذریعے سے
یہ معلوم کر کے ایک حد تک اطمینان ہؤا۔ کہ رسالہ
ورتمان کے اڈیٹر اور مضمون نگار کو ہائی کورٹ
لاہور نے قید اور جرمانے کی سزا دی +

جلسے میں کئی بہنوں اور لڑکیوں نے چند مفید مضامین
پڑھے۔ نظمیں اور مناجاتیں وغیرہ بھی پڑھیں۔ ان میں
بھی زیادہ تر رنگیلا ۔ ۔ ۔ کے معاملے پر رنج و ملال
کا اظہار تھا + میں نے اپنے مضمون میں بہنوں کو اس
طرف توجہ دلائی۔ کہ اب وقت آگیا ہے۔ کہ ہم
سب مستورات مل کر اپنے اپنے گھروں میں معاشرتی
اصلاح شروع کر دیں۔ اور جو جو مُضر اور نقصان
رساں رسوم اور دستور مدت دراز سے چلے آرہے
ہیں۔ ان کو ایک ایک کر کے ترک کرنا چاہئے +
میں نے اپنے مضمون میں ایسی رسوم و رواجات
کا نام بنام ذکر بھی کیا تھا + ختم جلسہ پر حسب معمول
تبلیغ فنڈ کے لئے چندہ جمع ہؤا۔ اسم گرامی چندہ
دہندگان حسب ذیل ہیں:-

مسز جان صاحبہ عہ۔ بیگم سمیع اللہ صاحبہ عمار
بیگم فضل الرشید صاحبہ عمر۔ مسز حمید صاحبہ عمار بیگم
مسیح اللہ صاحبہ عمار۔ عزیزہ رضیہ سلطانہ ممر۔ بیگم
صبیح الدین صاحبہ بمد زکوٰۃ صہ ر۔ عزیزہا جلیل فاطمہ و
شفیق فاطمہ ۲ر۔ عزیزہا شائستہ بانو۔ خجستہ بانو و زہرہ
بیگم ۸ر۔ خاکسار خدیجۃ الکبریٰ للعہ ر + میزان للعہ
فیس منی آرڈر ۸ر۔ باقی للعہ بذریعہ منی آرڈر
نیجر صاحب قبلہ تہذیب نسواں کی خدمت میں
بھیجدیئے گئے +

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ۔ از بریلی۔ صدر جلسہ

اعتراض

قبلہ مولوی صاحب - آداب - آپ کے اخبار تہذیب نسواں ۲۰- اگست کے پرچے میں بہن خدیجہ صاحبہ کے مضمون زیر بحث میں ایک بزرگ نے قلم اُٹھایا ہے + ظاہر ہے۔ کہ وہ پرانی روش کے پابند ہوں گے - اور لڑکی ذات کو اسی طرح غلام و مطیع رکھنا چاہتے ہوں گے - جیسی کہ ان کی حالت تھوڑا عرصہ ہؤا تھی - اور اب بھی بہت جگہ ہے + میں تو اس بحث میں بوجہ غیر مُسلم ہونے کے پڑنا نہیں چاہتی + میں جس بات پر قلم اٹھانا چاہتی ہوں - وہ ہندو عورتوں کے متعلق ہے +

محترم بھائی صاحب فرماتے ہیں - کہ بہن خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ نے دور دراز ملک افریقہ اور جرمنی کی مثال دی ہے - (وہ کیا مثال تھی - جو مجھ کو یاد نہیں -) کیوں نہ انہوں نے گزشتہ میلہ کنبھ کا جو ہردوار میں ہؤا حوالہ دیدیا - جہاں صدہا ننگے مرد اور عورتوں کا جلوس نکلا ؟

میں اس حصّہ مضمون کے اوپر نہایت سختی سے اعتراض کرتی ہوں - کہ بھائی صاحب نے ہندو قوم اور خاص کر ہندو عورتوں کی بہت ہی توہین کی + ہندو عورتوں کا نہ تو کوئی ایسا جلوس نکلا - اور نہ کوئی ایسا فرقہ ہے - جہاں پر بدتہذیبی کی بات روا ہو + سادھوؤں کا ایک ایسا فرقہ ضرور ہے - مگر کوئی تعلیم یافتہ اور سمجھدار انسان اس کو پسند نہیں کرتا - اور ہمیشہ اس کی مذمت کی ہے + خدانخواستہ کوئی فرقہ یا قوم ہندوؤں کی ہندوستان میں ایسی نہیں - خواہ کتنی ہی جاہل ہو - جس کی عورتیں یوں برہنہ پھریں - اور وہ بھی جلوس کی شکل میں + میں نہیں جانتی - کہ لوگ اپنے عیب دُور کرنے کی بحث میں دوسری قوموں کو گالیاں دے کر کیوں جھوٹ مُوٹ کے بہتان باندھنے لگتے ہیں ؟ کیا بھائی صاحب کو معلوم نہیں تھا - کہ یہ غلط ہے - اور سراسر غلط ہے ؟ مگر بعض لوگ دوسروں کو رنج پہنچانا ہی ثواب سمجھتے ہیں + ان کی عافیت اسی میں سنورتی ہے - کہ وہ دوسروں کی عیب گوئی کریں - اگر ایک کمزوری کی جھلک بھی نظر آئے - تو اس کو ایسا رنگ دیں - کہ وہ مجسم شکل نظر آنے لگے +

ارے صاحب آپ اپنے نقص دور کیجئے - بحث کیجئے - مگر ہندو قوم اور خاص کر ہندو عورتوں کی توہین کر کے نہیں + اگر بھائی صاحب فراخ بلند نظری سے کام لیں - اور اپنے دل کو وسیع کریں - تو ہندو بہنیں بھی ان کو اپنی ہی بہنیں بیٹیاں اور مائیں نظر آئیں گی + ان کی عزت اور حُرمت کے بھی وہ اتنے ہی پاسبان ہیں جتنے کہ اپنی قوم کی بہنوں کے + میرے تو خیال میں بھی نہیں آ سکتا کہ تہذیب اخبار میں کوئی شخص ایسے تہذیب سے گرے الفاظ اور وہ بھی غلط کیسے لکھ سکتا ہے ؟ ایک

بھولی بھالی بہن کو یہ بڑھیا صلاح دے کر کہ تم نے
ہندو عورتوں کی مثال کیوں نہ دی۔ گویا دل آزاری
سکھاتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ تہذیب جو عورتوں
کا اپنی قسم کا واحد اخبار ہے۔ وہ بھی لڑائی کا میدان
بن جائے + مجھے امید ہے۔ کہ مولوی صاحب اخبار
کو اس زہریلے اثر سے بچائیں گے۔ خاص کر جب
وہ جانتے ہیں۔ کہ کچھ ہندو بھی اس کی خریدار ہیں +
میں مضمون کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتی۔ امید
ہے۔ یہ چند سطریں ہی شانتی پسند بہنوں اور وسیع خیال
بھائیوں کے لئے کافی ہوں گی

راقمہ ایل۔ آر۔ زتشی۔ الہ آباد

صبر و قناعت

۲۰ اگست کے تہذیب میں عنوان مندرجہ بالا پر
ایک مختصر مگر قابل تعریف مضمون لکھا گیا ہے + محترمہ مضمون
نگار صاحبہ کے خیال میں جذبہ صبر و قناعت ہی ہماری
قوم کی تباہی کا اصلی باعث ہے۔ مجھے اس سے
اتفاق بھی ہے۔ اور اختلاف بھی۔ اس لئے میں
نے اپنا ناچیز مضمون ناظرات تہذیب کے لئے
درج ذیل کیا ہے +

اس میں کلام نہیں۔ کہ ان بے شمار قوموں سے
جو شاہ راہ ترقی پر گامزن ہیں۔ ہمیں کچھ نسبت نہیں +
اگر یوں پوچھا جائے۔ کہ دنیا کی تمام پس ماندہ اقوام
میں سب سے پیچھے کون سی قوم رہ گئی ہے۔ تو بلا
تامل زمانہ کی آنکھیں ہم رنگ قوم مسلمانوں پر
پڑتی ہیں۔ کہ ہم سے ذلیل و خوار کوئی اور قوم
نہیں رہی + ہماری موجودہ حالت اظہر من الشمس ہے۔
محتاج بیان نہیں۔ ہمارے کان سن رہے ہیں۔
اور آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ کہ کیا ہو رہا ہے +

متاع علم کھو کر دولت دنیا بھی کھو بیٹھے۔
جہاں میں کون ہے اب بڑھ کے مفلسوں سے ہم

گو مسلمان تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ مگر صبر و قناعت
کے عادی نہ تو اس دور جدید میں ہیں۔ اور نہ اس
زمانے میں تھے۔ جب سے کہ ان کی تباہی کا
آغاز ہوا۔ بلکہ یہ اخلاق تو ان مسلمانوں میں تھے۔
جو در اصل مسلمان تھے۔ جن کی ترقی کے آفتاب
نے زمانے کی آنکھیں چکا چوند کر دی تھیں۔ جن
کے کارناموں کو تاریخ عالم نے نہ مٹنے والے
حروف میں جگہ دی ہے + یہ وہ نیکیاں ہیں جن
کی تعریف قرآن مجید میں کئی جگہ آ چکی ہے + گلزار
اخلاق کے یہ پھول جن کو خزاں نہیں۔ وہ اپنی
خوشبو سے قیامت تک برابر ان دماغوں کو معطر
کرتے رہیں گے۔ جو ان سے لطف اندوز ہونا چاہیں +
افسوس تو اس بات کا ہے۔ کہ اس زمانے میں جہاں
ہم مسلمانوں میں اور اخلاق کی کمی ہے۔ یہ بھی عنقا
ہوئے جاتے ہیں + ہمیں صابر و قانع بڑی مشکل سے
ملتے ہیں۔ جسے دیکھو حریص۔ اور جسے دیکھو بات بات

میں آپے سے باہر ہونے والا۔ لسان العصر مرحوم
نے کیا خوب کہا ہے۔

صبر و خودداری۔ دلیری۔ حق پرستی اب کہاں۔
رکھ لیا اچھا سا اِک نام اور مسلمان ہو گئے

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :۔

قناعت نہیں ہے۔ تو ایمان رخصت۔
عبادت نہیں تو مسلمان رخصت ؛

گمراہی اور غلط فہمی تو ہماری قوم کا طغرائے امتیاز
ہے ؛ ہم نے بدقسمتی سے بے بسی اور کاہلی کا نام صبر و
قناعت رکھ لیا ہے۔ یہی سبب ہے۔ کہ تباہ ہو رہے
ہیں ؛

شعر العجم کی تمام جلدیں میری نظر سے گزری
ہیں۔ شبلی مرحوم نے کسی جلد میں بھی کوئی اشعار
صبر و قناعت و تواضع کے متعلق پیش نہیں کئے۔
حالانکہ شعرائے عجم کے دواوین میں سے سیکڑوں
اشعار اس قسم کے مل سکتے تھے ؛ انہوں نے کسی
جلد میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ کہ مسلمانوں نے
ان کے غلط معنے لئے۔ اور ان سے وہ ناجائز فائدہ
اٹھایا۔ کہ جس سے قوم و ملک کا سراسر نقصان ہوا ؛
یہ سچ ہے۔ لیکن اس سے صبر و قناعت کی خوبیاں
برائیوں سے نہیں بدل جاتیں۔ خوبیاں تو وہی
ہوں گی۔ اور قیامت تک بھی وہی رہیں گی ؛ صبر
انبیاء نے فتح و نصرت کے سہرے مسلمانوں کے سر
باندھے۔ اور گنج قناعت نے جہاں داری عطا کی
تھی ؛ قناعت ہرگز کسی کو بلند ہمت اور عالی حوصلہ
ہونے سے روک نہیں سکتی۔ قناعت تو مرض حرص
کا علاج ہے ؛ اگر قناعت نہ ہو۔ تو حرص انسان کو
کہیں کا نہ رکھے ؛

قانع وہ ہوں۔ کہ میری دعا ہے یہ ہر سحر۔
دشمن کو بھی خدا نہ کرے مبتلائے حرص ؛

قناعت جس کو کہتے ہیں۔ عجب جائے فراغت ہے
اسی سرکار میں ہے ایک رتبہ بندہ و حر کا ؛

اگر جمعیت دل ہے تجھے منظور قانع ہو۔
کہ اہل حرص کے کب کام خاطر خواہ ہوتے ہیں

رہی یہ بات کہ سوسائٹی صبر و قناعت کی آڑ
میں کاہل و بے کار۔ تباہ و برباد ہو گئی ہے۔ تو سمجھنا
چاہئے۔ کہ اس کے قوائے دماغی زائل نہیں ہو گئے۔
تو کمزور بہت ہو گئے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔
کہ اس کا علاج کیا جائے۔ اور ہم غلط فہمی کو دور کر دیں
لیکن صبر و قناعت تو ان کے صحیح معنوں میں ہر
مسلمان کے لئے خواہ اندھا۔ لولا اور اپاہج یا صحیح
سالم اور تندرست ہو۔ ضروری ہے ؛

اس میں کلام نہیں۔ کہ سوسائٹی کو جہاں تک
ہو سکے۔ عالی حوصلہ اور بلند ہمت بنانے کی کوشش
کی جائے۔ اور نصاب تعلیم میں بچوں اور نوجوانوں
کے لئے ضروری ہے۔ کہ ایسا لٹریچر ہو۔ جو جوش و
اُمنگ۔ حوصلہ اور بلند ہمتی اور قومیت سے پر ہو ؛
نامناسب نہ ہو گا۔ اگر میں چند عربی اشعار کا ترجمہ

درج ذیل کردوں۔ جس میں حالی مرحوم نے دکھایا ہے۔
کہ عرب شعر میں کس قدر جوش و امنگ حوصلہ و بلند
ہمتی ظاہر کرتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ اُردو
میں عربی زبان کی خوبی باقی رہنی ناممکن ہے۔ اس
لئے یہ ایک ناقص نمونہ عربی اشعار کا ہوگا:۔

نشامہ بن حزن ہنشلی جو ایک اسلامی شاعر ہے۔
فخریہ اشعار میں کہتا ہے "ہم ہنشل کے پوتے ہنشل
کے پوتے ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اور ہنشل ہمارا دادا
ہونے پر فخر کرتا ہے"۔

"عزت اور بزرگی کے کسی حد تک گھوڑے دوڑائے
جائیں۔ سب سے آگے بڑھنے والے جب پاؤ گے
بنی ہنشل ہی کے گھوڑے پاؤ گے"۔

"ہم میں سے کوئی سردار جب تک کوئی لڑکا
اپنا جانشین بننے کے لائق نہیں چھوڑتا۔ دنیا سے
نہیں اٹھتا"۔

"لڑائی کے دن ہم اپنی جانیں سستی کر دیتے ہیں
مگر امن کے زمانے میں اگر ان کی قیمت پوچھئے۔ تو
انمول ہے"۔

"ہمارے سر کے بال (عطریات کے استعمال
سے) سفید ہیں۔ ہماری دیگیں مہمانوں کے لئے
گرم ہیں۔ ہمارا مال ہمارے مقتولوں کے خونبہا کے
لئے وقف ہے"۔

"میں اس قوم میں سے ہوں۔ جس کے بزرگوں
نے دشمنوں کے اشارہ کرنے پر۔ کہ کہاں ہیں قوم کے
حمایتی؟ اپنے کو نیست و نابود کر دیا"۔

"اگر ہزار میں ہمارا ایک موجود ہو۔ تو بھی جب
کہا جائے گا۔ کہ کون ہے شہسوار" تو اس کی اپنے
ہی پر نگاہ پڑے گی"۔

"ہمارے لوگوں پر کیسی ہی سخت مصیبت پڑے۔
ان کو اوروں کی طرح روتا نہ پاؤ گے"۔

"ہم اکثر ہولناک موقعوں میں گھس جاتے ہیں۔
مگر حمیت اور تلواریں جنہوں نے ہم سے قول ہارا
ہے۔ ہماری سب مشکلیں آسان کر دیتی ہیں"۔

میرے ناچیز خیال میں یہ ضروری ہے۔ کہ اس
قسم کا لٹریچر خواہ وہ نظم میں ہو یا نثر میں ہمارے
بچوں اور نوجوان طلباء کے نصاب میں داخل ہو۔
تا کہ یہ صحیح معنوں میں عالی ہمت و بلند حوصلہ بننے
کی کوشش کریں۔ ورنہ لے دے کے ہماری تعلیم کا
نتیجہ یہی رہ جائے گا۔

تعلیم مغربی ہے بڑی جرأت آفریں۔
پہلا سبق ہے بیٹھ کے کالج میں مار ڈینگ۔

آخیر میں میں اپنی محترمہ بہن سے یہ کہے بغیر
نہیں رہ سکتی۔ کہ شکر گزاری کے متعلق انھوں
نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کو زیادہ اہمیت دی جائے۔
تو نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ شکر گزاری دنیا سے اُٹھ جائے
گی۔ چونکہ ہر آدمی کی نظر خواہ وہ اچھی حالت میں
ہو۔ اپنے سے برتر اشخاص پر رہے گی۔ تو یہ فرد
خود کو ناقابل شکریہ سمجھے گا۔ کیونکہ اس کو لاتعداد

انسان اپنے سے اچھی حالت میں نظر آئیں گے۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہر حالت میں خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کریں ٭ حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں۔ کہ انسان کے لئے ہر سانس پر دو دفعہ شکر واجب ہوتا ہے۔ لباس خواہ بعد اکھدر کا یا اطلس و دیبا کا نصیب ہو۔ ایک وقت کا کھانا بسر آئے۔ یا ضرورت سے زیادہ ہمیں چاہیئے۔ کہ شکر گزار رہیں ٭

شکر نعمتہائے تو چنداں کہ نعمتہائے تو ٭

اس زمانے میں جبکہ انسان کو اپنی زندگی کے لئے یا یوں کہئے۔ کہ اپنی آسائش و تن پروری کے لئے اَوروں کی زندگیاں تلخ کرنی پڑتی ہیں۔ اور وہ دوسروں کے حقوق تلف کئے بغیر نہیں رہتا۔ یہ ضروری ہے۔ کہ اس کے عوض اپنی خواہشوں کو مختصر کرلے۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ ضرورتوں کی زنجیروں میں نہ جکڑا جائے ٭ اختیاجات جس قدر زیادہ کرتے جائیں گے مصیبت بھی زیادہ ہوتی جائے گی ٭ سچی خوشی یا نیچرل بشاشت عنقا ہو جائیں گی ٭ یہ وہ باتیں ہیں جن پر یورپ جنگ عظیم کے بعد غور کرنے لگا ہے۔ اور خواہشوں اور ضرورتوں کے مختصر کرنے پر زور دے رہا ہے۔ مگر ہندوستان بد قسمتی سے ہندوستان ہے۔ یورپ کا اُترا ہوا آب بہن کر اترانا اس کا شیوہ ہے ٭

کوشش اور محنت کا معیار جس قدر بلند ہو اچھا ہے۔ ایک وہ شخص جو محنت و جانفشانی کے بعد کوئی ایسا عُہدہ پائے۔ جس سے ماہانہ تین چار سو روپے کی آمدنی ہو۔ کیا ضروری ہے۔ کہ شکر خورے کو شکر کے مصداق ہو کر تنخواہ کی تنخواہ چٹ کر جائے؟ اپنی اختیاجات جو در اصل فضولیات ہوتی ہیں بڑھاتا چلا جائے؟ کیا اس شخص کی زندگی قابل رشک نہیں۔ جس کی ماہانہ آمدنی چار سو روپے ہو۔ اور وہ اپنی خواہشوں اور ضرورتوں کو مختصر کرکے اپنی تنخواہ کا ایک زبردست حصہ اپنی قوم یا خویش اقارب کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کرتا ہے؟ خدا ہم سب کو نیکی کی توفیق دے۔ آمین!

خاکسار ف بیگم۔ راجپیٹا۔ مدراس

محفل تہذیب

قبلہ و کعبہ مولوی سید ممتاز علی صاحب چندروز سے علیل تھے۔ خدا کے فضل سے اب رُو بصحت ہیں ٭ جب تک آپ کو صحت کامل حاصل نہ ہو جائے خاکسار راقم آپ کی بجائے کام کرے گا ٭ تہذیبی بہنیں قبلہ و کعبہ ممدوح کے لئے دعائے صحت فرماتی رہیں ٭ خاکسار امتیاز علی

محترمہ بہن عزیز النساء بیگم صاحبہ دہلوری اپنے موجودہ پتے سے بذریعہ تہذیب آگاہ فرمائیں ٭

تہذیب بہن گزشتہ سالوں میں پیاری پاک

کا اشتہار نکلا کرتا تھا۔ اور اب اکسیر ستارہ کا نکل رہا ہے۔ ان دونوں دواؤں میں کونسی زیادہ مفید اور با اثر ہے؟ کوئی مشفق بہن صاحبہ بذریعہ تہذیب مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ خاکسار تہذیبی بہن

جناب مولوی صاحب قبلہ تسلیم۔ مجھے کتاب High Road of Domestic Economy ہائی روڈ آف ڈومیسٹک اکانومی کی سخت ضرورت ہے۔ اگر کسی بہن یا بھائی کو اس کے ملنے کا پتہ اور قیمت معلوم ہو۔ تو براہ مہربانی مطلع فرمائیں۔ نہایت شکرگزار ہوں گی۔ راقمہ اے ایس

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ آداب۔ میری ایک سہیلی کے آدھے بال سفید ہو گئے ہیں۔ اور آدھے کالے ہیں۔ وہ خضاب لگانا چاہتی ہیں۔ میں نے یہ سنا ہے۔ کہ خضاب لگانے سے کالے بال بھی سفید ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ بات سچ ہے؟ اور اگر وہ خضاب لگائیں۔ تو کون سا خضاب سب سے بہتر ہے۔ جس سے بال اپنی اصلی رنگت پر آجائیں۔ اور دیر تک لگا کر بیٹھنا نہ پڑے۔ اور جلد پر دھبہ نہ پڑے؟ حاجت مند

میرے دادا جناب چودھری احمد حسن صاحب قبلہ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ بعد فرائض حج بخیر و خوبی ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ جانے کا قصد تھا۔ حکومت کی طرف سے روانگی کی اجازت آنے کا انتظار تھا۔ افسوس کہ ۹ جولائی کو ادھر تو روانگی کا حکم آیا۔ ادھر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مبلغ للعہ بغرض ایصال ثواب ارسال خدمت ہیں۔ کسی کار خیر میں صرف کر دیجئے۔ خاکسار ہمشیرہ ابن حسن بی اے ایل ایل بی وکیل بدایوں

کوئی دستکار بہن ماہر فن سلمہ براہ کرم مجھے ایک نہایت خوب صورت گول پھول سلمہ کا جو کشن کے بیچ میں مخمل پر موزوں معلوم ہو۔ نقشہ تہذیب نسواں میں بنا دیں۔ پھول بڑا ہو۔ اور پتیاں بھی بہت خوب صورت اور بڑی ہوں۔ جو سلمہ سے آسان طور پر مخمل پر بنائی جا سکیں۔ اگر تہذیب میں نہ بھیج سکیں۔ یا پھول چھاپے پر نہ اتر سکے۔ تو پتہ ذیل پر بھیج دیں۔ جو بہن روانہ فرمائیں گی۔ میں ان کی بہت شکرگزار ہوں گی۔ خاکسار رقیہ بیگم۔ بنت عبدالغنی صاحب انجنیئر سلمہ زبیر منزل ٹھی علی گڑھ

میں نہایت مشکور ہوں گی۔ اگر کوئی تہذیبی بہن بذریعہ تہذیب انگیٹھی پوش بنانے کی ترکیب سے مطلع فرمائیں گی۔ [illegible] اے ٹی

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

اولوالعزم مصنفہ

کچھ ہفتے اُدھر ریجاویک (آئس لینڈ) میں اس ملک کی مشہور و معروف مصنفہ کرسٹن سگفسڈوٹر کے اعزاز میں ایک شاندار دعوت دی گئی۔

کرسٹن ایک کاشتکار کی لڑکی ہے۔ اس کے والدین اس قدر نادار تھے۔ کہ اس بیچاری کو بچپن میں معمولی ابتدائی تعلیم بھی نہ دلا سکے۔ جو لڑکیوں کے لئے نہایت ضروری سمجھی جاتی ہے۔

کرسٹن اپنے باپ کے مویشیوں کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔ لیکن ساتھ ہی اپنے طور پر تھوڑا بہت پڑھنے لکھنے کا شغل بھی جاری تھا۔ دیہات میں اس غریب لڑکی کو کتابیں کہاں سے مل سکتی تھیں؟ کبھی کبھار کوئی چھوٹی موٹی کتاب ہاتھ آجاتی۔ تو اسے ایک نعمتِ غیر مترقبہ معلوم ہوتی۔ اسے سینت سینت کر رکھتی۔ اور تین تین چار چار مرتبہ پڑھ ڈالتی۔

کرسٹن کی شادی بھی ایک کاشتکار سے ہوئی۔ یہاں کام اَور بھی بڑھ گیا۔ خانہ داری کے مجملہ فرائض کے ساتھ ساتھ کھیتوں میں بھی کام کرنا پڑتا تھا۔ بچپن میں اس نے تعلیم حاصل کرنے کے متعلق بڑے بڑے ارادے باندھ رکھے تھے۔ لیکن اب وہ آہستہ آہستہ محو ہوتے نظر آنے لگے۔ تاہم اس نے استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ بچپن میں جاہل نہ رہنے کا جو مصمم ارادہ کر چکی تھی۔ وہ متاہل زندگی میں بھی قایم رکھا۔ اور طرح طرح کی حوصلہ شکن دقتوں اور رکاوٹوں کے باوجود تھوڑا بہت پڑھنے لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

اسے جلد ہی محسوس ہو گیا۔ کہ میری تعلیم حاصل کرنے کی خواہش کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنے خیالات لوگوں پر واضح کرنے کے قابل ہو جاؤں۔ اور وہ موضوع کی تلاش میں بھی اپنی دیہاتی دنیا کی حدود سے باہر نہ جانا چاہتی تھی۔ چنانچہ وہ آئس لینڈ کی دیہاتی زندگی کی طرف متوجہ ہوئی اور بڑی ہمت اور انہماک سے اس پر ایک کتاب لکھنے میں مصروف ہو گئی۔ اس کی ابتدائی مشق نہایت ہی عجیب و غریب ہو گی۔ مویشی خانے اور کھیتوں میں کام کرتے وقت یا گھر میں دودھ بلوتے کھانا پکاتے اور بچوں کی پرداخت کے وقت فکر مضامین میں بھی منہمک رہتی۔ اور جو کچھ خیال میں آتا۔ ضبط تحریر میں لے آتی۔

یہ سب دقتیں تھیں۔ لیکن کوئی تصنیف و تالیف کی سرپرست دیوی نادانستہ طور پر اسے آگے ہی آگے بڑھائے جاتی۔ آخر اس کی زندگی کا نہایت ہی اہم اور تاریخی دن آگیا۔ یعنی اس کا پہلا ناول چھپ کر فروخت ہونے لگا۔ اس منزل مقصود تک پہنچنے میں اسے کافی عرصہ لگا تھا۔ جب پہلا ناول شائع ہوا ہے۔ تو اس کا چھٹا بچہ تقریباً سات برس کا تھا۔

اس ناول کو جو کامیابی اور شہرت حاصل ہوئی۔ اس سے ہماری دیہاتی مصنفہ کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔ اب وہ دو مشہور و معروف ناولوں کی مصنفہ ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک اعلیٰ پایہ کا ڈراما بھی لکھ چکی ہے۔ لیکن جب اس کی اپنی اولوالعزمانہ زندگی کے واقعات لکھے جائیں گے۔ تو اس کے ناولوں کی خیالی داستانیں بھی ان کے مقابلے میں ہیچ معلوم ہوں گی۔

چین کی تعلیمی زبان

”عربی۔ فرانسیسی۔ انگریزی وغیرہ زبانوں میں حروف تہجی سے الفاظ اور جملوں کی ترکیب ہوتی ہے۔ لیکن چین کی زبان سب سے مختلف ہے۔ اس میں حروف تہجی کی بجائے بعض شکلیں اور اشارے ہیں۔ جو علیحدہ علیحدہ کسی خاص معنی یا مفہوم کے لئے مخصوص ہیں۔ اس لئے چینی زبان تلفظ کی زبان ہونے کی بجائے فکری اور معنوی زبان ہے۔ جس طرح ہندسوں کا ایک خاص عدد ایک خاص معنی کے لئے مقرر ہے۔ اسی طرح چینیوں میں جس قدر معانی اور مفہوم ہیں۔ اسی قدر جداگانہ اشارے اور شکلیں متعین ہیں۔ اہل علم نے مہمل۔ غیر مستعمل اور مترادف شکلوں کو حذف کر کے ایسی پچیس ہزار شکلیں اور اشارے شمار کئے ہیں۔ جو پچیس ہزار معانی کے لئے مستعمل ہیں۔ درحقیقت یہ پچیس ہزار شکلیں دیگر زبانوں کے حروف تہجی کے مانند ہیں۔ اس لئے چینی طالب علم کے لئے ان اشاروں اور شکلوں کا حفظ کر لینا ایسا ہی ضروری ہے جس طرح عام زبانوں کے سیکھنے والوں کو ان کے ۱۲ سے ۲۳ تک حروف تہجی کا یاد کر لینا۔ اس سے اندازہ ہوگا۔ کہ چینی طلباء کو اپنی زبان سیکھنے کے لئے کتنی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور خاص دشواری یہ ہے۔ کہ اس میں نہ افعال کے اشتقاق ہیں۔ اور نہ اسماء کے لئے تذکیر و تانیث اور جمع و واحد ہیں۔ اس لئے ان تمام چیزوں کے لئے یا تو جدا جدا اشارے مقرر ہیں۔ یا تلفظ میں وصل فصل ادغام۔ مد وغیرہ جیسے طریقے اختیار کرتے ہیں۔ ان وجوہ سے ان کی صرف و نحو بھی نہایت دشوار ہے۔ ان شکلوں کی کتابت کا طریقہ اس سے

بھی زیادہ دشوار ہے۔ کیونکہ چینی زبان کی کتابت
کل کچھ خطوط پر مشتمل ہے۔ انہیں خطوط کو ہیر پھیر
کر کے اتنی شکلیں تیار کی جاتی ہیں ٭

اس پر طرہ یہ ہے۔ کہ جس زبان کا تذکرہ ہو رہا
ہے۔ وہ وہاں کی صرف علمی اور تعلیمی زبان ہے۔
ورنہ وہاں کی ملکی زبان جس میں عام طور پر بات
چیت کی جاتی ہے۔ اس سے بالکل اسی طرح
مختلف ہے۔ جس طرح انگریزی سے لاطینی
اور یونانی زبانیں مختلف ہیں۔ بلکہ ان دونوں
میں تو پھر بھی کچھ نہ کچھ تلفظ اور حروف یکساں
ہوتے ہیں۔ لیکن چین کی ان دونوں زبانوں میں
کوئی چیز بھی مشترک معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے
چینی طلباء کے لئے اپنی اس علمی زبان کی تحصیل
اسی طرح دشوار ہے جیسی کسی غیر ملکی طالب علم
کے لئے ہو سکتی ہے ٭

چینیوں کے پاس اعلیٰ ادبی سرمایہ میں چند
مذہبی کتابیں ہیں۔ ان سب کا حجم قرآن مجید سے
زیادہ نہ ہوگا۔ اور اس کے علاوہ ان کے مشہور
فلسفی کونفوشیس اور اس کے شاگردوں کے چند
مقالے ہیں ٭ پھر اسی زبان میں بودھ مت اور ان کے
ایک دوسرے مشہور فلسفی تاؤ کے فلسفہ اور حکمت
پر بھی چند کتابیں ہیں ٭ بس اس زبان کے ادب
عالیہ کا یہی سرمایہ ہے ٭

یہی کتابیں اور ان کی شرحیں وغیرہ وہاں کے
مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہیں ٭ زبان کی تحصیل
کے بعد طلباء کا جو وقت بچتا ہے۔ وہ ان کتابوں
کے پڑھنے اور ازبر کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ چنانچہ
وہاں کے علم و فن کے بلند ترین رتبہ پر وہی سرفراز
ہوگا۔ جسے ان کتابوں کا ایک ایک حرف ازبر ہو۔
دیہاتوں میں جا بجا چھوٹے چھوٹے مدرسے قائم ہیں
جن میں یہی چیزیں پڑھائی جاتی ہیں مستقل عمارتوں
کا اب تک دستور نہیں" ٭

یہ تقریباً ایک چوتھائی صدی پیشتر کے واقعات
ہیں۔ اور ان سے وہاں کے پہلے حالات کا پتہ چلتا ہے۔
ورنہ موجودہ بیداری کی آفرینش ہی وہاں کی علمی و
تعلیمی ترقی کے بعد ہوئی ہے۔ جبکہ ہزاروں چینی
طلباء یورپ و امریکہ کے جدید اور قدیم علوم و فنون
سے بہرہ اندوز ہو کر اپنے وطن واپس آئے۔ اور ملک
میں رفتہ ابتدائی۔ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم گاہوں کے
علاوہ متعدد بلند پایہ یونیورسٹیاں قائم کر کے سب کو
ایک دوسرے سے منسلک کر دیا۔ چنانچہ گزشتہ سال
نانکن یونیورسٹی کے چانسلر پروفیسر کاڈھ نے "انقلاب
چین" کے عنوان سے یورپ کے کسی رسالہ میں بسیط
مضمون لکھا تھا۔ جس میں انہوں نے اس قدیم چینی
زبان کا اجمالی ذکر کر کے اس کی اصلاح اور چین کی
موجودہ علمی و تعلیمی زبان کا تذکرہ کیا تھا۔ اسی مضمون
میں لکھا ہے۔ کہ

"قدیم چینی زبان کے دشوار گزار مرحلہ کو یوں طے

کیا گیا۔ کہ پیکن کالج کے پروفیسر ڈاکٹر سوہو نے وہاں کی عام فہم زبان کو جس میں ملک کے عام باشندے گفتگو کرتے ہیں۔ ضبط تحریر میں لانے کے لئے جدید طریقے وضع کئے۔ اور اس طرح عوام کی زبان قدیم کی بجائے وہاں کی علمی اور تحریری زبان بن گئی۔ اور اس کے بعد چین میں عام تعلیمی جدوجہد کا سلسلہ جاری ہوا۔ یہاں تک کہ عام مزدوروں اور کاشتکاروں کے لئے تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ جس سے رفتہ رفتہ ملک کی آبادی کا بڑا حصہ تعلیم یافتہ ہو گیا"

اس زبان کی حیرت انگیز ترقی کا پتہ صرف اس سے لگ سکتا ہے۔ کہ اس زبان کی ترتیب اور فوری اشاعت کے بعد ہی ۴۰۰ اخبارات بیک وقت اسی زبان میں نکلنے لگے۔ اور پھر بعد کے سالوں میں تو اس میں اَور زیادہ حیرت انگیز ترقی ہوئی ؞

خانہ داری کے اشارات

کپڑے صاف کرنے کے برش صاف پانی سے اچھی طرح دھو کر زمین پر اس طرح رکھنے چاہئیں۔ کہ دندانے نیچے کی طرف رہیں۔ لیکن اگر آپ انہیں زمین پر نہ رکھنا چاہیں۔ اور گھر کے صحن وغیرہ میں رکھنے کا انتظام ہو سکے۔ تو برش کی لکڑی کے وسط میں سوراخ کر کے اس میں ڈور باندھ دیں۔ اور جب برش دھویا جائے۔ تو اسے کسی کیل سے لٹکا دیں ؞

لیکن فرش صاف کرنے کے برش کو دھو کر اس طرح نہ رکھنا چاہئے۔ بلکہ اسے دیوار کے ساتھ اونچائی کے رُخ کھڑا کر دیا جائے۔ یا اگر اس طرح دیوار کی سفیدی خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ تو اس کو بھی ڈور باندھ کر کیل سے لٹکا دیا جائے۔ لیکن اس برش کے درمیان میں نہیں۔ بلکہ ایک سرے پر ڈور باندھنی چاہئے۔ جس سے دوسرا سرا عموداً نیچے کو لٹکتا رہے ؞

یہ شکایت عام ہے۔ کہ دھونے کے بعد فلالین کا کپڑا سکڑ جاتا ہے۔ اس کی وجہ عموماً یہ ہوتی ہے۔ کہ اچھا صابن استعمال نہیں کیا جاتا۔ اور دھونے اور سکھانے میں مناسب احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ فلالین کی قمیصیں اور دوسرے کپڑے زیادہ گرم پانی میں ہرگز نہ دھونے چاہئیں۔ اور صابن نکل جانے کے بعد کپڑے کو آخری ڈوب دینے کے لئے بھی اسی قدر گرم پانی استعمال کرنا چاہئے۔ جتنے گرم پانی میں وہ پہلے دھویا گیا ہو۔ دھوتے وقت ایک جگہ سے اٹھا کر یکایک مختلف درجہ حرارت کے پانی میں ڈال دینے سے فلالین عموماً سکڑ جاتی ہے۔ فلالین کے کپڑے سکھانے بھی اسی قدر گرمی میں چاہئیں۔ جتنے گرم پانی میں وہ دھوئے گئے ہیں۔ اگر ممکن ہو۔ تو آگ کے سامنے سکھا لئے جائیں ؞

خبریں اور نوٹ

ترکی اخبارات کا بیان ہے۔ کہ قدیم سلطنت عثمانیہ پر دول یورپ کا ۱۲ کروڑ ۹۳ لاکھ ۸۴ ہزار ۹ سو لیرا قرض تھا۔ پچھلے تین سال سے یہ معاملہ زیر بحث چلا آرہا تھا۔ اب یہ رقم ۱۴ ملکوں پر تقسیم کردی گئی ہے۔

السیاسۃ کا نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ لکھتا ہے۔ کہ حکومت ترکی نے بیرونی تکلفات کی چیزوں کا داخلہ ترکی میں ممنوع قرار دیا ہے۔

عصمت پاشا آج کل بروصہ میں بیمار ہیں مصطفی کمال پاشا ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

حکومت ترکی نے تقریباً چھ سو ملازمان سرکاری کو اس بنا پر برخاست کردیا ہے۔ کہ انہوں نے جنگ آزادی کے زمانے میں سازش کی تھی۔

اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ لکھتا ہے۔ کہ ترکی وزارت داخلہ نے حال ہی میں جو اعلان کیا تھا۔ اور جس میں عورتوں کو محکمۂ پولیس میں کام کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہورہا ہے۔ کہ خواتین ترکی جوق در جوق پولیس میں بھرتی ہورہی ہیں۔ رنگروٹ لڑکیوں کو ایک خاص درسگاہ میں ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور پھر امن وقانون کے قایم رکھنے کا کام صنف نازک کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

الاہرام لکھتا ہے۔ کہ سلطان ابن سعود نے اپنے نام کے سکے جاری کئے ہیں۔ جو سنہری۔ روپہلی اور دوسری دھاتوں کے ہیں۔ مختلف قیمتیں ہیں مثلاً ایک قرش۔ پانچ قرش۔ دس قرش۔ بیس قرش ۵۰ قرش۔ ہر سکے کے ایک طرف "ملک الحجاز سلطان نجد عبدالعزیز السعود ۱۳۴۴ھ" کندہ ہے۔ اور دوسری طرف سکے کی قیمت لکھی ہوئی ہے۔

پچھلے ہفتے مصر کے جلیل القدر اور اولوالعزم محب وطن سعد زاغلول پاشا کے انتقال کی خبر چھپ چکی ہے۔ آپ کے جنازے کا ماتمی منظر بے حد رقت انگیز تھا۔ تابوت توپ کی گاڑی پر رکھا گیا۔ اور اس پر مصر کا ریشمی علم اڑایا گیا۔ جنازے کے ساتھ چار ہزار سے زیادہ سرکاری افسر۔ وزرا اور نمایندے تھے۔ طلبا۔ بوائے اسکاؤٹس۔ فوجی دستے اور ماتمی بینڈ بھی ساتھ تھا۔ تقریباً دو سو افسر تابوت کے آگے آگے چل رہے تھے۔ جنازہ اٹھانے سے پہلے مصری پارلیمنٹ کی عمارت کے سامنے ایک بھینسا ذبح کیا گیا۔

اسکندریہ میں زاغلول پاشا مرحوم کی یادگار میں ایک جلوس نکلا جس میں ایک لاکھ آدمی شامل تھے۔

قاہرہ کا تار۔ مجلس وزرا نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ قاہرہ اور اسکندریہ میں زاغلول پاشا کے مجسمے نصب کئے جائیں۔ اور ان کے مکان کو محفوظ رکھنے کے

لئے خرید لیا جائے۔ اس مکان میں عجائب خانہ بنایا جائے۔ اور وہیں ان کا مقبرہ تعمیر کیا جائے۔

شاہ مصر نے مانچسٹر کے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو قمیص میں لگانے کے دو بٹن عطا کئے ہیں۔ جن پر یاقوت و زمرد کا تاج اور ہلال و ستارہ کا نشان بنا ہوا ہے۔

شاہ افغانستان نے ناجیہ خانم کو افغانی حرم کی تعلیم کے لئے بلایا ہے۔ ناجیہ خانم سابق سلطان ترکی کے مشیر خورشید بے مرحوم کی بیگم ہیں۔

خبر ہے۔ کہ چینی قوم پرستوں کی امداد کے لئے جمہوریہ ترکی نے اپنے ملک سے بھرتی کرنے کی اجازت دیدی ہے۔

شمالی ایران میں پٹرول کا ایک چشمہ برآمد ہوا ہے۔ جس سے ایک دن میں ڈیڑھ لاکھ ٹین تیل نکالا گیا ہے۔

امیر مراکش محمد بن عبدالکریم نے اپنے سوانح حیات شائع کئے ہیں۔ جن میں لکھا ہے۔ کہ فرانسیسیوں کے خلاف جرمنی نے ان کی کوئی امداد نہیں کی۔

امریکن انتراکئین سیکو اور وینزیٹی کی لاشیں ان کے ورثا کو نہیں دی گئیں۔ اور جلادی گئیں۔ ان کے ہمدرد چاہتے تھے۔ کہ ان کی لاشوں کو لے کر تمام ملکوں کا دورہ کیا جائے۔ اور بتایا جائے۔ کہ یہ بے گناہ تھے۔ اب وینزیٹی کی بہن کا ارادہ ہے۔ کہ وہ اپنے جلے ہوئے بھائی کی راکھ لے کر دوسرے ملکوں کا چکر لگائے گی۔

چین کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاہ پرست فوجیں قوم پرست فوجوں پر برابر غالب آرہی ہیں۔ اور اب وہ دریائے ینگسی کو عبور کر کے ہنکاؤ پر گولہ باری کر رہی ہیں۔ جہاں ان کا قبضہ ہو جانا یقینی ہے۔ شنگھائی اور نانکن کی ریلوے لائن بھی دو جگہ سے کاٹ دی گئی ہے۔

دو انگریز عورتیں جو چینی عیسائی مشن میں کام کرتی تھیں۔ چین کے شمال مغربی صوبہ سے نکل کر صحرائے گوبی اور چینی ترکستان کو طے کر کے سائبیریا پہنچیں۔ اور وہاں سے پیدل چل کر اب انگلستان آگئی ہیں۔ اور جگہ جگہ اپنے سفر کے حیرت انگیز حالات بیان کر رہی ہیں۔

لندن کا تار۔ انگلستان کا ایک علاقہ جھیلوں کا خطہ کہلاتا ہے۔ وہاں موٹر سائیکلوں کی دوڑ کا امتحان ہوا۔ اس مقابلہ میں ہالینڈ۔ ڈنمارک۔ جرمنی۔ سویڈن اور اور برطانیہ کے سائیکل سوار شریک ہوئے۔ جنہیں تین انگریز لڑکیوں نے ہرادیا۔ یہ تینوں لڑکیاں کہر اور خرابی موسم کے باوجود کھڑی چڑھائیوں اور دشوار گزار راستوں کو ہمت و دلیری سے بہت اچھی طرح طے کر گئیں۔ خصوصاً ناقابل عبور درۂ ہونسٹر سے گزرنے میں تو انہوں نے کمال ہی کر دیا۔ اب ان کامیاب لڑکیوں کو بطور انعام بین الاقوامی گلدان دیا گیا ہے۔

انگلستان کے طلاق و نکاح کے جدید اعداد و شمار

سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں ہر سو نکاح کے بعد ایک طلاق ہو جاتی ہے ‏:

ویسٹ منسٹر گزٹ کو معلوم ہوا ہے۔ کہ پروفیسر الفریڈ گلبرٹ کئی مہینے سے پوشیدہ طور پر ملکہ الگزنڈرا کی یادگار کے لئے ایک عمارت کا نقشہ بنا رہے ہیں ‏:

فرانسیسی محکمہ بحری کے ایک خفیہ افسر لفٹنٹ لوی ربنارڈ کو ایک لڑکی نے قتل کر دیا + بات یہ ہوئی۔ کہ افسر مذکور ایک ہزار پونڈ کی رقم بنک سے نکال کر ہوٹل میں لایا تھا۔ یہ خوب صورت لڑکی اس کے کمرے میں رات کو پہنچی۔ اور اس کو قتل کر کے روپیہ لے کر چمپت ہوئی ‏:

جاوا کی انجمن "شرکت اسلام" نے جکجا کے مقام پر ایک نسوانی شاخ قایم کی ہے۔ تاکہ وہاں عورتوں میں بیداری پیدا کی جائے + یہ انجمن جاوا کے مسلمانوں کی سب سے بڑی انجمن ہے۔ اور اس کی شاخیں تمام جاوا میں پھیلی ہوئی ہیں ‏:

امریکن عورت مسز بلانچ ایک کمپنی کی نایب صدر اور جنرل منیجر ہے۔ اس کو تقریباً تین لاکھ روپیہ سالانہ تنخواہ ملتی ہے ‏:

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ۲۰۷ آدمی ایسے ہیں۔ جن کی آمدنی دو لاکھ پونڈ سالانہ ہے۔ ان میں سے ۷۰ نیو یارک میں آباد ہیں + تین عورتوں کی سالانہ آمدنی تیس تیس اور چالیس لاکھ روپے کے درمیان بیان کی جاتی ہے ‏:

فرانس کے ایک جہاز میں گرجا تعمیر کیا گیا ہے۔ اور وہاں باقاعدہ ایک پادری رکھا گیا ہے ‏:

کاونٹ کیسی نپولین پریمولی نے خاندان نپولین اعظم کی بعض اشیاء جمع کی ہیں۔ اور روما میں دریائے ٹائبر کے کنارے ایک نمائش کا انتظام کیا ہے۔ اس نمائش میں اس زمانے کے بعض کاغذات۔ نقشے۔ تصاویر اور کپڑے رکھے گئے ہیں ‏:

۲۸۔ اگست کو بریلی میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد ہو گیا + لیڈر کے نامہ نگار کا بیان ہے۔ کہ محلہ ملک پور میں مسلمانوں نے کنس لیلا کے جلوس پر ناگہانی حملہ کر دیا۔ بہت سے آدمی زخمی ہوئے۔ اکا دکا حملے بھی ہوئے ہیں ‏:

۲۸۔ اگست کی خبر ہے۔ کہ کانپور میں بھی کسی ذاتی معاملے کی بنا پر ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد ہو گیا۔ ایک سو سے زیادہ آدمی زخمی ہوئے۔ اور ایک مر گیا۔ ہسپتال میں ۲۸ مسلمانوں اور ۱۲ ہندوؤں کی نازک حالت ہے + تقریباً ڈھائی سو آدمی گرفتار کئے جا چکے ہیں + کہیں کہیں اکا دکا حملے بھی ہوتے ہیں + پولیس فوج اور مسلح موٹریں امن قایم کر رہی ہیں ‏:

۲۷۔ اگست کو دہلی بھیت میں ایک معزز ہندو لیڈر رائے بہادر بابو رائے بہادر سنگھ کو کسی نے ... گولی سے ہلاک کر دیا + قاتل بھاگ گیا

ناگپور کی ستیہ گرہی عورت چترا بائی تلوار رکھنے کے جرم میں ایک سال

ہوئی ۔ عدالت نے فیصلہ میں لکھا ہے۔ کہ چترا بائی کی سرگرمیاں ایک عرصے سے جاری تھیں۔ لیکن ایک عورت ہونے کی وجہ سے اس سے باز پرس نہیں کی جاتی تھی۔ اب مناسب معلوم ہوا۔ کہ اسے کچھ دنوں مقید رکھا جائے ۔

مدراس میں کرنل نیل کا ایک مجسمہ نمایاں مقام پر نصب ہے جسے قومی اعتبار سے مناسب جگہ نہیں خیال کیا جاتا۔ اور اب اسے ہٹانے کی تحریک شروع ہوئی ہے ۔ پچھلے ہفتے ایک شخص اس کو بدنما کرنے کے جرم میں پکڑا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص گیتی آئر نامی اس کو توڑنے کی کوشش میں گرفتار ہوا ہے ۔ ان دونوں پر مقدمہ چل رہا ہے ۔ اب خبر آئی ہے۔ کہ گیتی آئر نے جیل میں کھانا کھانا چھوڑ دیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ جب تک مجسمہ نہ اٹھایا جائے گا میں کھانا نہ کھاؤں گا ۔ اس کی بیوی نے جو آج کل مدورا میں ہے۔ تار بھیجا ہے۔ کہ میں بھی اپنے شوہر کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دوں گی ۔

حیدرآباد سندھ کی میونسپلٹی نے اپنے ایک خاص اجلاس میں فیصلہ کیا ہے۔ کہ عورتوں اور بچوں کے او [illegible] قایم کیا جائے ۔

[illegible]ت کاٹھیاواڑ کے سیلاب زدوں [illegible]رداد پاس کی گئی ہے ۔ اس [illegible] صدر مسٹر پٹیل نے حضور وائسرائے [illegible] کر سنایا۔ جس میں وائسرائے

بہادر نے مصیبت زدوں کی امداد کے لئے پانچ سَو روپے عطیہ کا اعلان کیا تھا ۔

مسٹر پٹیل نے سیلاب زدگان گجرات کاٹھیاواڑ کی امداد کے لئے دس ہزار روپیہ دیا ہے۔ جو انہوں نے اپنی تنخواہ سے پس انداز کیا تھا ۔

حکومت نے گجرات کے سیلاب کی مشکلات دور کرنے کے لئے ۹۰ لاکھ روپے کی منظوری دی ہے ۔

بمبئی میں چند معزز با اثر خواتین نے مصیبت زدگان گجرات کی اعانت کے لئے رضاکارانہ خدمات پیش کی ہیں ۔

اطالیہ میں تباہ کن سیلاب آیا۔ جس سے جان و مال کا بہت زیادہ نقصان ہوا ۔ بعدر کر اور شام نگر کے علاقے بالکل تباہ ہو گئے ۔

اخبار ہمدم کو معلوم ہوا ہے۔ کہ اشفاق اللہ خاں کی بوڑھی والدہ صاحبہ نے ان کی سزائے موت کی معافی کے لئے حضور وائسرائے کی خدمت میں درخواست بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے ۔

لیڈی مینارڈ انڈسٹریل اسکول لاہور میں جلسہ تقسیم انعام ہوا ۔ اس جلسے کی صدر لیڈی ہیلی قرار پائی تھیں ۔ لاہور کی بعض معزز خواتین بھی شریک جلسہ ہوئیں ۔ لیڈی ہیلی صاحبہ نے کشیدہ کا کام دیکھ کر اظہار خوشنودی کیا ۔

جلد ۳۰ | لاہور ہفتہ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۷ء | نمبر ۴۹

تہذیب نسواں

لاہور۔ ۷ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ

فہرست مضامین

مضمون	مصنف	صفحہ
چیستان کا حل خود چیستان ہے	محمود الحسن صدیقی	۹۸۷
نقشۂ تفریح	محمودہ اختر	۹۹۰
اپنے ساتھ دشمنی	ظفر جہاں بیگم	۹۹۲
قفس	آر کے	۹۹۳
مدرسہ نسواں علی گڑھ	عبداللہ بیگم	۹۹۴
مذہبی اور اخلاقی تعلیم	اہلیہ خواجہ حسین علی	۹۹۷
کروشیا کا جھاڑ	فاطمہ بیگم	۹۹۹
انجمن تہذیب نسواں بریلی	خدیجۃ الکبریٰ	۹۹۹
انجمن تہذیب نسواں لاہور	ظہور فاطمہ	۱۰۰۰
محفل تہذیب	متفرق	۱۰۰۱
ولایتی معلومات	+	۱۰۰۳

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اطلاع

۴ دسمبر ۱۹۲۷ء کو دوپہر سے جڑانوالہ لائل پور برانچ عوام کے لئے کھول دی جائے گی۔ اور دونوں طرف سے تین تین گاڑیاں مندرجہ ذیل اوقات پر چلا کریں گی۔

اَپ

	نمبر ۱	نمبر ۳	نمبر ۵
آمد لائل پور	۹-۵۶	۱۵-۵۷	۲۱-۰۰
روانگی جڑانوالہ	۸-۱۸	۱۴-۱۵	۱۹-۲۰

ڈاؤن

	نمبر ۲	نمبر ۴	نمبر ۶
روانگی	۶-۱۰	۱۲-۰۰	۱۷-۰۸
آمد	۷-۴۸	۱۳-۴۲	۱۸-۵۰

۴ دسمبر کو صرف دو ہی گاڑیاں آئیں اور جائیں گی پہلی گاڑی لائل پور سے ۱۲ بجے چلے گی۔ درمیانی اسٹیشنوں کے اوقات اسٹیشنوں پر چسپاں نوٹسوں میں دیکھئے۔ یا اسٹیشن ماسٹروں سے دریافت کیجئے۔

این ڈبلیو آر ہیڈ آفس — سی ایس ایم سی
لاہور۔ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۲۷ء — ڈاکسن لفٹننٹ کرنل
آر اے چیف آپریٹنگ سپرنٹنڈنٹ

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

آئندہ بڑے دن اور نوروز کی تعطیلات کے لئے نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ۱۴ دسمبر سے ۳۱ دسمبر ۱۹۲۷ء تک واپسی ٹکٹ جاری کئے جائیں گے۔ بشرطیکہ ایک طرف کا فاصلہ سو میل سے زیادہ ہو۔ یہ ٹکٹ ۱۴ جنوری ۱۹۲۸ء کی آدھی رات تک کارآمد ہوں گے۔ شرح کرایہ حسب ذیل ہے:۔

درجہ اوّل و دوم	۱⅓ کرایہ
درجہ درمیانہ	۱½ کرایہ
درجہ سوم	۱¾ کرایہ

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹرس آفس — جے ایچ چیز منجانب ایجنٹ

چیستان کا حل جو خود چیستان ہے

محترمہ خدیجۃ الکبرٰے نے نہایت جوش و خروش سے اس مسئلہ کے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کا میں نے اپنی اصطلاح میں تعلیمی چیستان نام رکھا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ اس چیستاں کا حل بجائے خود چیستان سے کم نہیں + مضمون کے ابتدائی پیراگراف کا یہ جملہ "اگر یہ مضمون فرمائشی نہیں ہے۔ اور بظاہر مخالفت کے رنگ میں زنانہ کالج کی تائید و حمایت میں نہیں لکھا گیا ہے۔ تو میرے خیال میں بیگم عبداللہ صاحب کی جانکاہ محنت اور مشقت کی انتہائی کامیابی کا بہترین سرٹیفکٹ ہے"+

کم از کم میں اس جملے کے پہلے حصے کا مطلب سمجھنے سے قطعی قاصر ہوں + ممکن ہے۔ کہ اس کی وجہ میری کند ذہنی ہو۔ یا صاحب مضمون کی غیر معمولی سلاستِ بیان + اگر میرے مضمون کو میری تنقیق نکتہ چیں نے فرمائشی سمجھا۔ تو غالباً انہوں نے زنانہ کالج کے بانی شیخ صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کی اس سے کہیں زیادہ توہین کی جتنی (ان کے خیال میں) میں نے تعلیمی چیستان لکھ کر ان کی تعلیمگاہ کی مخالفت کی ہے +

مجھ کو نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ خدیجہ صاحبہ نے میرے مضمون کو ٹھنڈے دل سے پڑھنے کی تکلیف قطعی گوارا نہیں کی۔ اور ایک نظر اس پر ڈالتے ہی وہ بالکل اپنے اس قدامت پسند گروہ کی طرح از خود رفتہ ہو گئیں۔ جو عموماً ایسے مباحث پر کسی آزادانہ تحریر کو دیکھ کر چراغ پا ہو جاتا ہے + اگر وہ صرف میرے اس جملے کو غور سے پڑھ لیتیں۔ تو ان کو اتنا طویل مضمون لکھنے کی ضرورت نہ پیش آتی۔ میں ان کی تشفی کے لئے اس کو پھر یہاں نقل کرتا ہوں +" میرے مضمون سے ہرگز کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ میں اس تعلیمگاہ کی اخلاقی حالت پر کوئی حملہ یا اعتراض نہیں کر رہا۔ میں عام طور پر اس قسم کی پردہ دار مرکزی تعلیمگاہوں کے متعلق بھی یہ ہی عرض کرونگا"+

میں نے اس غلط فہمی کو ابتدا ہی میں صاف کر دیا تھا۔ اور اس کا اظہار کر دیا تھا۔ کہ میں ہرگز علی گڑھ زنانہ کالج کی مخالفت نہیں کر رہا۔ میں بھی اسی یونیورسٹی کے خوان علم کا ایک ریزہ چیں ہوں جس سے کہ وہ تعلیمگاہ ملحق ہے + یہ بالکل ظاہر ہے۔ کہ میں کسی مخالفانہ اور معاندانہ اسپرٹ میں اس پر کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکتا + میں نے یہ بھی عرض کر دیا تھا۔ کہ میں شیخ صاحب قبلہ کی خدمات اور انہماک و دلچسپی کا پورا اعتراف کرتا ہوں۔ جو ان کو تعلیم نسواں سے ہے + میں جو کچھ لکھ رہا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ اس تعلیمگاہ کی توسیع و ترقی میں اگر ایک خاص نقطہ نظر سے کچھ موانع حائل ہیں۔ تو وہ میری تجویز پر عمل کرنے سے رفع ہو جائیں +

جو خاندان اپنی بچیوں کو ہندوستان کے مختلف مضافات سے علی گڑھ کالج میں داخل کرانا چاہیں گے۔ وہ یقیناً اس گروہ کے لوگوں کی طرح تنگ خیال نہ ہوں گے جس کی میری محترمہ نکتہ چیں ایک سرگرم ترجمان ہیں۔ جب ان میں اتنی آزاد خیالی ہے۔ کہ وہ اپنے جگر گوشوں کو دور دراز مقام پر تعلیم کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ تو یقیناً وہ اتنے توہم پرست اور سبک سر نہ ہوں گے۔ کہ محض یہ سُن کر۔ کہ علی گڑھ زنانہ کالج میں چند باعزت اور مخلص مردوں کو جو وہاں کے مقامی حالات سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ معائنہ کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس تعلیم گاہ کی جانب سے بدگمان ہو جائیں گے۔ اور زنانہ کالج میں بقول خدیجہ صاحبہ ایک لڑکی بھی باقی نہ رہے گی + جس طبقے کی وہ ترجمانی کر رہی ہیں۔ وہ تو گرلز کالج بھیجنا تو کجا۔ لڑکیوں کے ہاتھ میں قلم اور کاغذ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا + اس گروہ کے خیال کو پیش نظر رکھ کر اگر ہم کسی تعلیم گاہ کا نظام قایم کریں گے۔ تو وہ یقیناً ناکافی ہوگا + آپ کو ضرورت اس روشن خیال طبقے کے خیالات سے اتحاد و تعاون کرنے کی ہے جو تعلیم نسواں کی توسیع و اشاعت کا حامی ہے۔ اور ہر ممکن طریقے سے اس کی ترقی دیکھنا چاہتا ہے۔ جو فرسودہ خیال لوگوں کے توہمات کا قائل نہیں۔ جو عورتوں کو اپنی ذات پر اعتماد کرنے اور اپنی عزت کی محافظت خود کرنے کے قابل دیکھنا چاہتا ہے۔

یقیناً علی گڑھ کالج ملک کی تمام ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتا + تعلیم نسواں کی ترقی کے ساتھ ہم کو ایسے ایسے بہت سے کالج مختلف مقامات پر قایم کرنے ہوں گے۔ لیکن جب تک یہ زمانہ آئے۔ جو تعلیم گاہیں موجود ہیں۔ ہم ان کو عملی نمونہ دیکھنے کے قدرتی طور پر خواہشمند ہیں + جس طبقے کے خیال کی میں ترجمانی کر رہا ہوں۔ وہ ہرگز کسی تخریبی اصول کا حامی نہیں + ہم صرف تعمیر چاہتے ہیں۔ لیکن ریت اور پانی کی بنیادوں پر تعمیر نہیں چاہتے۔ بلکہ اعتماد۔ عزت نفس۔ وسعت خیال اور اخلاقی جرات کی مضبوط چٹانوں پر اپنے تعلیمی نظام کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے۔ کہ ہماری قوم کا طبقہ نسواں اپنے مردوں کی عزت اور ان پر اعتماد کرنا سیکھے۔ اور اس کے ساتھ ہی مردوں میں بھی صنف لطیف کی عظمت و احترام اور رفاقت و معاونت کا احساس پیدا ہو +

اگر علی گڑھ زنانہ کالج میں پڑھنے والی لڑکیوں کے والدین اتنے بدظن اور وہمی ہیں۔ کہ وہ کالج میں کسی مرد وزیٹر کی خبر سُن کر بدحواس ہو جائیں گے۔ اور اپنی بچی کے اخلاق پر کسی آنے والے خطرہ کا اندیشہ کریں گے۔ تو ایسے والدین سے نہایت ادب کے ساتھ درخواست کی جائے۔

کہ ایسی لڑکیوں کو اپنے آغوش جہالت ہی میں
رکھیں۔ اور کسی تعلیم گاہ میں بھیجنے کی تکلیف گوارا
نہ فرمائیں ✣

میرے مضمون کے طرز بیان ہی سے معلوم
ہوتا ہے۔ کہ میں زنانہ کالج پر سنجیدگی کے ساتھ مخالفانہ
تنقید نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ محض اپنے چند ظرافت
پسند ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے چند لطیفے
لکھ رہا ہوں ✣ زنانہ کالج میرا نقطہ بحث نہیں تھا
میں اصولی حیثیت سے پردہ دار تعلیم گاہوں کی قیود
میں اتنی ترمیم پیش کرنا چاہتا تھا۔ کہ وہاں کی روداد
عمل کو ایک راز اور معمے کی صورت میں نہ رکھا
جائے۔ بلکہ ایک پبلک انسٹی ٹیوشن کے اصول پر
جو لوگ اس کے حالات سے واقف ہونے
یا وہاں کی مقامی حالت کے معائنہ کرنے کے
خواہشمند ہوں۔ ان کو اس کی اجازت دی
جائے۔ اور سہولت بہم پہنچائی جائے ✣ چونکہ علیگڈھ
کالج اس وقت میرے پیش نظر تھا۔ اس لئے بہ
سبیل تذکرہ اسی کا ذکر آگیا۔ یہ شکایت یہاں
عام طور پر ان لوگوں کو ہے۔ جو تعلیم نسواں سے
دلچسپی رکھتے ہیں ✣

میں ہرگز یہ نہیں چاہتا۔ کہ زنانہ کالج کا پائیں
باغ (اگر کوئی ایسی چیز وہاں ہے۔) یونیورسٹی کے
طلباء کا تفریح گاہ بنا دیا جائے۔ یا مسلم یونیورسٹی کے
کھیلنے کے میدانوں میں گرلز کالج کی لڑکیاں لڑکوں
سے مصروف مقابلہ نظر آئیں ✣ یہ بے شک ایک
انتہائی مطالبہ ہے۔ جس کے لئے ملکی حالات ابھی
موزوں نہیں ✣

محترمہ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ اطمینان رکھیں
ہم کسی انقلابی تحریک کو اس وقت تک اٹھانا
نہیں چاہتے۔ جب تک اس گروہ کے لوگ موجود
ہیں جن کی ترجمانی کا فخر محترمہ موصوفہ کو حاصل ہے
تمام انسانی حقوق کے مطالبے اس وقت تک
ملتوی رہیں گے۔ نئی نسل تمام غیر فطری قیود کو
توڑ دے گی۔ اور ہندوستان میں بھی جلدی ہی
وہ زندگی پیدا ہو جائے گی۔ جس کا ہر روشن خیال
نوجوان خواہشمند ہے ✣ میں محترمہ سے صرف
اتنا کہوں گا۔ کہ "ٹھہرئیے اور حالات کے بدلنے
کا انتظار کیجئے" ✣

عورتوں کو کالج بھیج کر وہاں کے حالات معلوم
کرانے کی ترکیب بالکل ایسی ہے۔ جیسی منگنی کے
لئے لڑکی کو دیکھنے کے لئے عورتوں کو بھیجنا
ہے ✣ یہ صحیح ہے۔ کہ عورتیں وہاں جا سکتی ہیں
لیکن ان سے ہم کو کیا معلوم ہوگا؟ طریقہ تعلیم کا
وہ کیا اندازہ کریں گی۔ اور وہاں کی خصوصیات
کو کیا دیکھیں گی؟ غیر تعلیم یافتہ عورتیں اعلیٰ تعلیم
گاہوں کا اتنا ہی اندازہ کر سکتی ہیں۔ جتنا ایک
چھوٹا بچہ کسی کتب خانہ کا کچھ اندازہ کر سکتا ہے
یا جیسا کسی اندھے نے ہاتھی کی ہیئت کے متعلق

کچھ ٹٹول کر کہا تھا۔

آخر میں میں پھر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میں علی گڑھ زنانہ کالج کا مخالف نہیں۔ یہ تو صرف ایک کالج ہے۔ میں ایسے کالج ہر ضلع اور ہر شہر میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرا منشا اس مضمون سے صرف یہ تھا۔ کہ میرے مضمون سے متاثر ہو کر زنانہ کالج کے منتظمین اپنے فرائض نگرانی کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھیں۔ کہ وہ ضرورت سے زیادہ نگرانی کر کے اس تحریک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں۔

میں چاہتا تھا۔ کہ جو "جانکاہ کوششیں" اور سرگرمیاں وہاں شیخ عبداللہ صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کے ایثار اور محنت کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ ان کی اشاعت بھی کی جائے۔ تاکہ زنانہ کالج کے متعلق معلومات "میر ولایت حسین صاحب۔ سید عبدالباقی صاحب"۔ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ اور "اسکول کی انسپکٹرس صاحبہ" یا چند ایسے بزرگوں تک محدود نہ رہیں۔ بلکہ ہندوستان کے ہر گوشے اور ملک کے ہر چپے میں زنانہ کالج کے مقاصد کی اشاعت ہو جائے۔ اور ہم ناز کے ساتھ یہ کہہ سکیں۔ کہ جہاں علی گڑھ نے مردانہ تعلیم کا پہلا مرکز قائم کیا۔ وہاں اس نے زنانہ تعلیم کے لئے بھی ایک زریں نمونہ ملک کے سامنے سب سے پہلے پیش کیا۔

محمود الحسن صدیقی بی اے۔ اڈیٹر علی گڑھ میگزین

فتنۂ تفرنج

مولانا مولوی ظفر علی خاں صاحب مدیر زمیندار نے سنڈے اڈیشن مورخہ ۲۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۶ھ میں مقالہ افتتاحیہ زیر عنوان فتنۂ تفرنج لکھا ہے جو درحقیقت محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کے مضمون "دوزخ کا نظارہ" پر تنقید ہے۔ مولانا ممدوح نے اس فتنہ میں جو زور طبع دکھلایا ہے۔ وہ انہی کا حصہ ہے۔ بلا شبہ مولانا کی تحریر اردو ادب کا نہایت عمدہ نمونہ ہوتی ہے۔ لیکن جب ایسے مضامین پر بحث ہو۔ جیسا کہ فتنۂ تفرنج ہے۔ تو تحریر میں زیادہ تر زور دلائل و براہین پر صرف کرنا چاہئے محض انشاء پردازی سے رعب جمانا جبکہ دلائل بودے ہوں۔ طائر قرطاس کی تمثیل ہے۔ کہ طاقت پرواز تو مفقود ہوتی ہے۔ مگر بظاہر اڑتا نظر آتا ہے۔ یہی مولانا ممدوح کے شاعرانہ تخیل کی کیفیت ہے۔ اور سب سے اہم یہ ہے۔ کہ متانت کے ساتھ بحث کرنی چاہئے۔ فحش کلام دلائل میں زور پیدا نہیں کر سکتا۔ بلیغ وہی کلام ہے۔ جو قرآن عظیم کا اتباع کرتے ہوئے بولا یا لکھا جائے۔ مولانا نے فتنۂ تفرنج کو شروع ہی اس مصرعہ سے کیا ہے ؎

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار یار ہوگا۔

عمر عزیزت چہل و شش۔ نازم بر این ریش و دانش۔

مولانا نے سید ممتاز علی صاحب کی پیری اور جذبات شباب میں بھی ایک شاعرانہ چٹکی لی ہے۔ بازی بازی باریش بابا ہم بازی۔ عمرت دراز باد۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ مولانا ممدوح ایسے مضامین پر خامہ فرسائی کے اہل ہی نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے مضمون میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جس کا جواب لکھا جائے۔ مولانا نے اپنی نثر کو اکبر مرحوم کی نظم سے مزین کیا ہے۔ مگر ٹھنڈے دل سے محترمہ نذر سجاد حیدر کے مضمون میں تدبر نہیں کیا۔ فرض کرو جو کچھ بہن نے لکھا ہے۔ غلط ہے۔ مگر کیا یہی احسن طریقہ مناظرہ کا ہے۔ جو مولانا نے اختیار کر رکھا ہے؟

تم ہی کہو۔ کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

ایک وقت تھا۔ کہ مسلمان مروجہ تعلیم کے خلاف تھے۔ اور اس کو بقول مولانا فتنۂ تفرنج خیال کرتے تھے۔ اب تعلیم نسواں کا مسئلہ ہے۔ اور ہمارے مولانا اور ان کے ہم خیال اس میں فتنۂ تفرنج کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اگر خدا انہیں چشم بصیرت دیتا۔ تو دیکھتے۔ کہ جو حال ہماری قوم کے مردوں کا ہوا ہے۔ وہی عورتوں کا ہونے والا ہے۔ مولانا ممدوح کہنے کو کہتے ہیں۔ کہ مسلمان مرد اور عورت پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔ مگر یہ نہیں بتا سکتے۔ کہ موجودہ پردے کے ہوتے عورتوں کی قومی تعلیم (کسی فرد مستثنیٰ کا ذکر نہیں) کس طرح ممکن ہے؟ اور اگر یہ صحیح ہے۔ کہ صدر اسلام میں عورتیں میدان جنگ میں بھی خدمتیں بجا لاتی تھیں۔ جیسا کہ ایک عندلیب یورپ نے کریمیا میں انجام دیں۔ تو امید ہے۔ مولانا ممدوح بتائیں گے۔ کہ اس کام کے لئے کیا عورتیں ڈولی میں بیٹھ کر جایا کرتی تھیں؟

سبحان اللہ لیڈروں کی عقل پر بھی کیسا پردہ پڑا ہوا ہے۔ کہ ذرا دور اندیشی سے کام نہیں لیتے۔ اور جس بات کا رونا عورتیں رو رہی ہیں۔ اس کو ہنسی اور پھبتیوں میں ٹالنا چاہتے ہیں۔ اور آیتوں اور روایتوں سے قائل معقول کرنے کے اوپر بھی ان کی فرعونیت ان حقوق کو جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو دئے ہیں۔ تسلیم نہیں کرتی۔

اسلام "دین الفطرت" ہے۔ بعض دوسری اقوام کی طرح اسلام مختلف ذاتوں اور ذکور و اناث کا دھرم یعنی فرائض منصبی مختلف قرار نہیں دیتا۔ جسے آپ پردہ کہتے ہیں۔ وہ تو صرف انہی میں ہے جن کو خدا نے رزق دے رکھا ہے۔ اگر رسمی پردہ کا حکم جزو مذہب ہوتا۔ اور اسلامی ہوتا۔ تو سب کے لئے ایک ہی حکم ہوتا۔ اگر پردہ کا حکم ہے۔ تو مفلسی اور غنی سب کے لئے ہے۔ اگر ایک کے لئے نہیں تو کسی کے لئے نہیں۔ اب مولانا ہی بتائیں۔ کہ کیا غربا کے لئے وہ پردہ جس پر آپ زور دیتے ہیں ممکن ہے؟ اس لئے میں مولانا سے سوال کرتی ہوں۔ کہ پہلے یہ بتائیں۔ کہ پردہ کہتے کسے ہیں۔ اگر

مولانا اس کی تعریف نہ کرسکیں۔ اور غالباً نہ کرسکیں گے۔ تو نیک مشورہ یہی ہے۔ کہ ایسے مضامین پر آیندہ خامہ فرسائی نہ کریں۔

اس تشریح کے بعد اگر مولانا ممدوح متانت کے ساتھ پردہ پر کچھ لکھیں گے۔ تو اس پر غور کیا جائے گا۔ مگر جس شخص کے گلے میں تقلید کا پھندا ہو۔ اور رسم و رواج میں جکڑا ہوا ہو۔ وہ عورتوں کی پسندیدہ آزادی پر کیا لکھے گا!

محمودہ اختر۔ لاہور چھاؤنی

اپنے ساتھ دشمنی

دنیا بے ایمان ہے۔ دغا باز ہے۔ جھوٹی ہے۔ غدار ہے۔ بیہودہ ہے۔ بدتمیز ہے۔ چٹوری ہے۔ فضول خرچ ہے۔ بے غیرت ہے۔ زبان دراز ہے۔ بدصورت ہے۔ گندی ہے۔ چغل خور ہے کاہل ہے۔ غرض کوئی عیب ایسا نہیں۔ جو اس میں نہ ہو۔ لیکن صرف ایک ہماری ذات ستودہ صفات ان تمام نقائص سے پاک اور سارے گناہوں سے مُبرا ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ فقط یہ کہ ہمیں دوسروں کی عیب جوئی یا نکتہ چینی سے اتنی فرصت ہی نہیں۔ کہ اپنے آپ کو ٹٹولیں۔ اور اپنے نقائص کو ڈھونڈ سکیں۔

افسوس! ہماری غفلت ہمیں اتنا بھی سمجھنے کا موقع نہیں دیتی۔ کہ ہم بھی تو آخر اسی دنیا کے ایک فرد ہیں۔ جو سراسر برائیوں اور گناہوں سے بھری ہوئی ہے۔ پھر آخر ہم میں وہ کونسی خصوصیت ہے کہ ہم اس گندی دنیا میں رہ کر اس کی برائیوں میں آلودہ نہ ہوں۔ مثل مشہور ہے۔ کہ بے عیب ذات خدا کی ہے۔ ورنہ انسان خواہ کتنا ہی برگزیدہ کیوں نہ ہو۔ اس کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ مگر ہم کچھ عجیب قسم کے اندھے واقع ہوئے ہیں۔ کہ جن آنکھوں سے دوسروں کے ہزارہا عیوب دیکھ لیتے ہیں۔ انہیں سے اپنا ایک عیب بھی نظر نہیں آتا۔ کاش جتنی جستجو ہمیں دوسروں کی عیب جوئی کی ہوتی ہے۔ اس کی چوتھائی ہی ہم اپنی ذات کے لئے صرف کریں۔ تو انسان کامل بن سکتے ہیں۔

سچ پوچھئے۔ تو موجودہ طرز عمل سے ہم کسی دوسرے کا کچھ نہیں بگاڑتے۔ بلکہ سراسر اپنا نقصان کررہے ہیں۔ کیونکہ دوسروں کے عیوب جو ہمیں نظر آتے ہیں۔ اگر وہ اصلی ہیں۔ تو ممکن ہے۔ کہ دوسرا شخص ان کی بابت ہماری رائے معلوم ہونے پر متنبہ ہوکر انہیں چھوڑ دے۔ اور اگر وہ اصلی نہیں ہیں۔ بلکہ محض ہماری عیب جوئی کی عادت نے ہماری آنکھوں پر غفلت کے پردے ڈال کر ان کا وجود ثابت کردیا ہے۔ تب تو سراسر بہتان اور افترا پردازی کے گناہ سے ہم اپنا اعمالنامہ سیاہ کرتے اور ایک بے گناہ پر الزام لگا کر اس کے گناہ اپنے سر لیتے اور اپنی

نیکیاں اسے دیتے ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں
آیا ہے۔ کہ جو شخص کسی پر جھوٹا الزام لگاتا ہے۔ وہ
گنہگار ہوتا ہے۔ اور اس کی نیکیوں میں سے بیگناہ
ملزم کو حصہ دیا جاتا ہے۔ گویا اس طرح ہم اپنا اعمالنامہ
سیاہ اور دوسرے کا سفید کرتے ہیں؛

پیاری بہنوں کیا یہ دوسروں کے ساتھ
بھلائی اور اپنے ساتھ دشمنی نہیں ہے؟ کیا خدا کی
دی ہوئی عقل اور برے بھلے کی تمیز ہمارے پاس
صرف اس لئے ہے۔ کہ ہم صرف دوسروں کے
لئے اسے وقف کردیں۔ اور ہر وقت ان کی
اچھائی برائی پر نظر رکھیں۔ لیکن اپنے لئے اسے
کبھی استعمال نہ کریں؟ مثل مشہور ہے۔ کہ "اول
خویش بعدہٗ درویش"۔ نیک و بد کی تمیز جو قدرت سے
ہمیں عطا ہوئی ہے۔ درحقیقت ایک انعام الٰہی
ہے۔ جس میں خود ہمارا اپنا حصہ سب سے زیادہ
اور سب سے پہلے ہے۔ مگر اس کا کیا علاج۔ کہ ہم
اپنے ہاتھ سے اپنی حق تلفی کرتے ہیں۔ اور جس نعمت سے
برابر دوسروں کو فیض پہنچا رہے ہیں۔ خود اس سے
کبھی مستفید ہونا نہیں چاہتے؟ اب غور کیجئے۔ کہ یہ
خطا کس کی ہے؟ کسی دوسرے کی۔ یا خود ہماری
اپنی؟ کیا اپنے اس طرزِ عمل سے ہم خود اپنے
پاؤں میں کلہاڑی نہیں مارتے؟ خداوند کریم
ہماری حالت پر رحم فرمائے۔ اور ہمیں توفیق دے
کہ بجائے ہر وقت دوسروں کی عیب جوئی میں
منہمک رہنے کے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر
دیکھیں۔ اور جتنی نگرانی ہم دوسروں کے اعمال
کی کرتے رہتے ہیں۔ کم از کم اتنی ہی اپنی بھی
کرلیا کریں؛

خاکسار ظفر جہاں

قفس

شام کی سنہری شعاؤں میں میں ایک روش
گلگوں پر غرق تخیل بیٹھی تھی؛ شمع نوریں سی زریں
شفق نے سنہرا فرش بچھا دیا تھا۔ نظارہ دلکش
تھا۔ فواروں کا نور آگیں شیریں پانی رنگین دھاریوں
میں بکھر رہا تھا۔ حسن اور دلکشی کی ایک رنگینی
تھی۔ دل آویز اور نظر فریب۔ قلب اسی اثرِ روح
نواز سے متاثر ہونا چاہتا تھا۔ مگر ہو نہ سکتا تھا
حیات جانگداز کی دلدوز ترین خلش اور اس کے
احساسات خارِ سنگیں کی طرح چبھ رہے تھے۔ اور
دل تھا جو مبہم خواہشات اور نارسا آرزوؤں کے
نا ملایم فکر آموز تھپیڑوں میں بہا چلا جا رہا تھا جس
کا کوئی ساحل نہ تھا؛

میرے دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ میں نے
مضطربانہ اپنا سر اٹھایا۔ نگاہیں کسی نہاں کشش کے
ساتھ دور بہت دور فاصلے پر ایک لٹکے ہوئے سنہرے
پنجرے پر جا پہنچیں۔ جس میں ایک مقید بلبل صیاد

کے ہاتھوں نالاں تھی۔ اس پر اتنی اُداسی اور ایسی پژمردگی برس رہی تھی جس نے میرا رقیق دل پارہ پارہ کردیا ۔

ہاں ابھی کچھ ہی دن گزرے جب وہ آزاد تھی۔ اپنی اَور ہمجنسوں کی طرح وہ بھی خوش وخرم باغ کی دلآویز بہاروں میں لُطف زیست حاصل کرتی تھی۔ شاہ گل کو پاکے اسے اپنی زندگی کی حقیقی اور مجموعی مسرتیں مل جاتی تھیں۔ پہلے وہ آزاد تھی۔ آج قید ہے۔ آزادی جو زندگی کے لئے کتنی ضروری اور کتنی گرانقدر شے ہے۔ اس سے چھین لی گئی۔ اب زندگی کیسی اجیرن ہے۔ ظاہری آرائش اور لوازمات اس مقید زندگی میں کبھی باعث تسکین نہیں ہو سکتے۔ اس کے حقیقی چین پر ان کا کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ ہاں وہ صرف آزاد ہونی۔ یہی اس کی زندگی کا چین تھا۔ یہ سنہرا پنجرہ۔ یہ بیش قیمت سنہری پیالیاں اس کے سکون قلب کا باعث نہیں ۔

میرا قفس خیال ابھی لوٹا نہ تھا۔ کہ اتنے میں گلاب کے ایک شاداب ترو تازہ درخت پر میں نے دیکھا۔ ایک خوش وخرم آزاد بلبل آکے بیٹھ گئی۔ اس کے متعلق میرے پریشان دماغ میں خیالات نہ سما سکے۔ اور قیدی بلبل کو جس نے اسے دیکھتے ہی بڑے درد اور بے چینی سے پھڑپھڑانا شروع کردیا تھا۔ اس بے چینی میں دیکھ کر میرا عجیب حال ہوگیا۔ میں بیٹھ نہ سکی۔ اور خدا جانے کن خیالات میں مستغرق۔ میں نے جاکر پنجرے کی کھڑکی کھول دی۔ بلبل نے مجھے خدا جانے کیسی نگاہوں سے دیکھا۔ ان میں شکر احسان مندی اور دعاؤں کا ہجوم تھا۔ اس نے چاہا۔ کہ طاقت پرواز صرف کرکے اُڑ جائے۔ مگر آہ یہ کوشش کتنی ناکام کتنی دلدوز اور حوصلہ شکن تھی! وہ زمین پر گر پڑی ۔

میں فوراً حیرت واستعجاب سے پیچھے ہٹی۔ آہ میں نے دیکھا۔ کہ اس کے پَر کٹے ہوئے تھے مجھے ایسا محسوس ہوا۔ کہ مجھے غش آجائے گا۔ وہیں زمین پر بیٹھ کر میں نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس بلبل کی مظلوم زندگی کا سوگوار نقشہ میرے سامنے تھا ۔

پر کتر کر میرے صیاد نے چھوڑا ہے مجھے
نام اس قید کا رکھا ہے رہا ہو جانا ۔

خاکسار آر کے

مدرسۂ نسواں علی گڑھ

محترمہ بیگم شیخ عبداللہ صاحب کا گرامی نامہ

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ آداب۔ مولوی فرید الرحمن صاحب نے مختلف اخباروں میں مدرسۂ نسواں علی گڑھ کے انتظامات کے متعلق مضامین لکھے ہیں۔ چنانچہ اخبار نیر اعظم مراد آباد میں بھی ان کا مضمون چھپا تھا جس کا

جواب نیر اعظم میں مسنر زبیر اور ثروت آرا بیگم کی طرف سے دیا جا چکا ہے۔ مجھے امید تھی۔ کہ معقول پسند اخباری دنیا کو اب ان جوابات سے اطمینان ہو جائے گا۔ کہ مولوی فرید الرحمٰن صاحب نے عدم واقفیت کی وجہ سے انتظام مدرسہ پر غلط اتہام لگائے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ نامہ نگار مذکور کسی خاص خیال کو اپنے سامنے رکھ کر مدرسہ کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اخبار خلافت بمبئی میں بھی ایک مضمون لکھا ہے۔ اور اس مضمون کے حوالے سے بیگم عبید اللہ بیگ نے ۲۹۔ اکتوبر کے تہذیب میں ایک مضمون شائع کرایا ہے۔ جس کو دیکھ کر مجھ کو تعجب بھی ہوا۔ اور رنج بھی۔ کہ ہماری قوم کے مردوں اور عورتوں کو اس غریب مدرسے سے کیا تکلیف پہنچی ہے۔ کہ وہ قوم میں غلط خیالات پھیلا رہے ہیں۔

میں اپنی یاد سے کہہ سکتی ہوں۔ کہ بیگم عبید اللہ بیگ کوئی ایسی بی بی نہیں ہیں۔ جن کی بہنوں نے کبھی اس مدرسے میں تعلیم پائی ہو۔ یہ محض فرضی نام ہے۔ اور چند اشخاص جن کی نسبت مجھ کو شبہ ہے۔ کہ وہ مدرسہ سے اور منتظمین مدرسہ سے ناراض ہیں۔ یہ ان ہی کی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ فرضی نام سے جھوٹی باتیں اخبارات میں لکھتے ہیں۔ کاش ان میں اخلاقی جرأت ہوتی اور خود اپنے نام و پتے سے مضمون لکھتے۔ تو مجھے بھی ناظرین و ناظرات تہذیب کے سامنے ان کے حالات کے انکشاف کا موقع ملتا۔ خیر اب چونکہ جھوٹے الزامات اخبارات میں شائع ہو گئے ہیں۔ لہٰذا مختصراً چند سطور میں ان الزامات کے جوابات پر اکتفا کرتی ہوں۔ جو نامہ نگار نے انتظام کے بارے میں لکھے ہیں۔

ان الزامات میں ایک الزام یہ ہے۔ کہ گائے کا گوشت تیل میں پکوا کر بچیوں کو کھلایا جاتا ہے۔ نامہ نگار نے غالباً قرآن شریف میں پڑھا ہوگا۔ کہ جھوٹ بولنے والوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔ میں گزشتہ چودہ سال سے مدرسے کے اندرونی کاموں کی نگرانی کرتی ہوں۔ کھانا میرے اہتمام سے پکتا ہے۔ جنس میرے حکم سے خریدی جاتی ہے۔ مجھے ایک دن بھی یاد نہیں۔ کہ گائے کا گوشت منگوایا گیا ہو۔ یا تیل میں سالن یا بھجیا پکی ہو۔

دوسرا الزام یہ ہے۔ کہ بیمار لڑکیوں کو تندرست لڑکیوں کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ اور تندرست لڑکیوں سے تیمار داری کرائی جاتی ہے۔ اس بورڈنگ میں قاعدہ یہ ہے۔ کہ ایک میٹرن رہتی ہے۔ اور وہ ہی بیمار لڑکیوں کی تیمار داری کرتی ہے۔ اور بیمار لڑکیاں الگ کمرے میں رکھی جاتی ہیں جس کو سک روم کہتے ہیں۔ معمولی بیماریوں میں لڑکیاں اپنی خوشی و محبت سے بیمار لڑکیوں کا دل بہلانے کی غرض سے بیمار لڑکیوں کے پاس کبھی کبھی جا کر بیٹھ جاتی ہیں۔ لیکن جب کوئی لڑکی کسی متعدی بیماری میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ مثلاً ٹائیفائڈ یا خسرہ وغیرہ۔ تو ایسی بیمار لڑکی

کو بورڈنگ کے باہر کوٹھی میں رکھا جاتا ہے۔ اور میٹرن اس کی تیار داری کرتی ہے۔ لڑکیوں کو اس کے پاس جانے کی ممانعت ہو جاتی ہے۔

کھانے کے متعلق جو شکایت ہے۔ وہ شکایت اس وقت تک رفع نہیں ہو سکتی۔ جب تک کم از کم تیس تیس روپے ماہوار فی لڑکی صرف کھانے کے لئے والدین دینے کے لئے تیار ہوں۔ ہم دس دس روپے ماہوار میں انواع و اقسام کے کھانے طالبات کو نہیں کھلا سکتی۔ مسلم یونیورسٹی میں سولہ روپے ماہوار صرف کھانے کے لئے جاتے ہیں۔ اور کل خرچ پینتیس روپے فی طالب علم لیا جاتا ہے۔ میری بچیاں ایک لڑکیوں کے کالج میں پڑھتی ہیں۔ ایک بچی لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج میں پڑھتی ہے۔ ان بچیوں سے تیس تیس روپے ماہوار صرف کھانے کے لئے جاتے ہیں۔ مدرسہ نسواں علی گڑھ میں کل اخراجات کے لئے پندرہ روپے ماہوار لئے جاتے تھے۔ اس سال سے سولہ روپے لئے جاتے ہیں۔ جس میں دھوبی۔ ملازم اور تیل وغیرہ کے اخراجات منہا کرنے کے بعد مشکل سے دس روپے ماہوار کھانے کے لئے بچتے ہیں۔ یعنی ایک وقت کے ڈھائی آنے فی لڑکی کے حساب سے ہوتے ہیں۔ لیکن کھانا تو تین وقت ملتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ایک آنہ ناشتے کا رکھا جائے۔ تو دو آنہ فی وقت ہر ایک لڑکی کا پڑتا ہے۔

اس صرف میں جو کچھ میں اپنے انتظام اور دن رات کی دل سوزی سے کر سکتی ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ناشتہ میں سادی چپاتی اور گھی میں پکی ہوئی ترکاری کی بھجیا دیتی ہوں۔ اور کھانے میں دونوں وقت گوشت ترکاری دار۔ اور دال دیتی ہوں۔ ہر ہفتہ کباب۔ دو ہفتہ میں ایک مرتبہ پلاؤ۔ اس کے ساتھ دہی میں پھلکیاں۔ جس کو بورانی بھی کہہ سکتے ہیں۔ مہینے میں ایک مرتبہ میٹھے چاول۔ موسم میں ایک دو دفعہ پھل۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ یہ توقع رکھتے ہوں۔ کہ دس روپے دے کر دونوں وقت قورمہ اور پلاؤ ان کی بچیوں کو دیا جائے۔ تو یہ ناممکن ہے۔

نامہ نگار نے لکھا ہے۔ کہ کوئی بہن جب تک مدرسے کو جا کر دیکھ نہ لیں۔ وہ اپنی بچی کو چولھے میں نہ جھونکیں۔ میں نامہ نگار کو اطلاع دینا چاہتی ہوں کہ اب اس مدرسے میں کوئی جگہ جدید لڑکیوں کے بھرتی کرنے کو نہیں رہی۔ اب جب تک نیا بورڈنگ ہاؤس تیار نہ ہو جائے۔ ان کی ہم خیال کسی بہن کو نہ تحقیقات کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اور نہ اپنی بچیوں کو چولھے میں جھونکنے کی۔

نامہ نگار کو میں یہ بھی اطلاع دینا چاہتی ہوں کہ اس بورڈنگ ہاؤس میں نہایت بڑے بڑے

معزز خاندانوں کی بچیاں پڑھتی ہیں۔ ان کی مائیں بھی کبھی کبھی مدرسے میں آکر ٹھہرتی اور سب کچھ دیکھتی ہیں۔ اور دیکھنے بھالنے کے بعد بھی وہ اپنی بچیوں کو اس بورڈنگ ہاؤس میں رکھنا پسند کرتی ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی قابل اطمینان ثبوت قوم کے لئے نہیں ہو سکتا۔ کہ بورڈنگ ہاؤس کی حالت قابل اطمینان ہے۔ اور نامہ نگاروں کا بیان سراسر غلط ہے۔

خاکسار عبداللہ بیگم

مذہبی اور اخلاقی تعلیم

بچوں کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم کے سلسلے میں حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:۔

اوّل یہ کہ لڑکے اور لڑکیوں کو مذہبی کتابیں پڑھانے اور احکام دین بتلانے کے علاوہ مذہب کی حقیقت سے بخوبی واقف کر دینا چاہئے۔ تاکہ وہ مذہبی بحث میں کسی مخالف کی باتوں سے قائل اور لاجواب نہ ہو جائیں۔ اور ان کو اپنے مذہب کی حقیقت اور دوسرے مذاہب کی لغویت ثابت کرنے میں دقت پیش نہ آئے۔ چنانچہ مذہب اسلام سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے کتاب ردیائے صادقہ اور مولوی سید ریاض علی صاحب مقیم چاہ مہان بنارس کے لکچروں کا مجموعہ پڑھانا بہت مفید ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر کسی مذہبی مسئلہ میں بچے اپنا شک ظاہر کریں۔ تو ان کے سوالات کا شافی جواب دینا اور شکوک کا رفع کر دینا ضروری ہے۔ بعض اشخاص مذہب کے بارے میں سوچنے اور شک ظاہر کرنے سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں۔ مگر ان کا ایسا کرنا بچوں کے لئے بے حد مضر ہے۔ کیونکہ اس سے ان کے دل میں مذہب کی طرف سے بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس کی وقعت جاتی رہتی ہے۔

تیسرے تفسیر کلام الٰہی اور کتب احادیث اور بزرگان دین کی سوانح عمری خصوصاً جناب پیغمبر خدا اور جناب امام حسین علیہ السلام کی قابل تقلید زندگی کے حالات پڑھنے کے لئے تاکید کرنی چاہئے۔ اور چونکہ آج کل تعلیمی اور دیگر مشاغل دنیوی کی کثرت ہے۔ لہذا ہر گھر میں یہ انتظام ہونا چاہئے۔ کہ شب کے وقت کوئی شخص کسی مذہبی کتاب کے دو چار اوراق پڑھ کر سنائے اور گھر کے سب خورد و کلاں متوجہ ہو کر سن لیا کریں۔

چوتھے۔ لڑکوں کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے اور مجلس وعظ اور میلاد شریف و عزاداری کی مجلسوں میں شریک ہونے کے لئے تاکید کرنی چاہئے۔

پانچویں مذہبی تعصب اور مذہبی بحث وغیرہ امور کی طرف سے نفرت دلانی چاہئے۔ ان دونوں باتوں سے بہت سی اخلاقی برائیاں انسان میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اکثر خطرناک امور سے اس کو مقابلہ کرنا

پڑتا ہے ۔

چھٹے - غیر مذہب والوں سے اچھا برتاؤ کرنے اور تعصب سے محترز رہنے کی ہدایت کرنے کے ساتھ ان خلاف شرع اور دین دار مسلمانوں کو شرمندہ کرنے والی حرکتوں سے بھی نفرت دلانی چاہئے - جو کہ اغیار کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنی بے تعصبی کا ثبوت دینے کے لئے تعلیم یافتہ اور زمانہ شناس حضرات سے ظہور میں آیا کرتی ہیں ۔

مثلاً کچھ عرصہ کا ذکر ہے - کہ ایک مسلمان بزرگ کی نسبت اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی - کہ وہ جیل خانے کے دروازہ پر مسٹر گاندھی کا (جب وہ جیل میں تھے) احترام بجا لائے ۔ بعض اخباروں نے تو یہ تصریح نہیں کی تھی - کہ احترام کس طریقہ سے کیا گیا تھا مگر بعض نے لکھا - کہ معاذ اللہ سجدہ کیا تھا ۔ اسی طرح ایک مسلمان رئیس نے جو ایک ریاست کے والی ہیں - اپنی ہندو رعایا کی خوشنودی کی غرض سے ایک بت خانے کی تعمیر کے لئے روپیہ دیا ۔ بعض ذی اثر مسلمانوں نے ہندو مقرروں کو منبر پر جو دراصل خطیبوں اور علمائے کرام کا خاص مقام ہے - تقریر کرنے کی اجازت دی ۔

ساتویں اشاعت مذہب اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کا خیال بھی ابتدا ہی سے ذہن نشین کرنا چاہئے - مگر ساتھ ہی یہ بات بھی بتلا دینی نہایت ضروری ہے - کہ اس کام میں ناجائز کوششوں کا مطلق دخل نہ ہونے پائے ۔

آٹھویں مسلمانوں میں مختلف فرقے ہو جانے کے باعث آپس میں نااتفاقی رہا کرتی ہے - اور یہ نااتفاقی مسلمانوں کی تباہی کا سبب ہے - لہٰذا آیندہ نسلوں کو اس تباہی سے بچانے کے لئے دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ۔ اول تو یہ کہ بچوں کے سامنے متعصبانہ خیالات کا اظہار نہ کیا جائے - دوسرے ان کو آپس کے ملاپ کے فوائد سمجھا کر شائستہ برتاؤ کرنے اور ہر ایک کی خاطر داری ملحوظ رکھنے کی نصیحت کی جائے ۔

نویں اس بات کی نصیحت کرنی ضروری ہے - کہ کبھی کسی کے کہنے یا کسی کی خاطر سے ایسے کاموں کے مرتکب نہ ہوں - جو اپنے مذہب میں ناجائز قرار دئے گئے ہیں - کیوں کہ انسان جس مذہب کا پیرو ہوتا ہے - اس کے خلاف کوئی کام کرنے سے اس کی وقعت باقی نہیں رہتی - اور وہ ہر ایک کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے - اور جس طرح بلا ضرورت کسی سے اس کا مذہب دریافت کرنا یا اعتراض کرنا تہذیب کے خلاف ہے - اسی طرح خواہ مخواہ بھی فقرے بنانا جن کے باعث لوگوں کو اس کے مذہب کے بارے میں غلط فہمی یا شک پیدا ہو - یا اغیار کی خاطر سے ایسی باتیں کہنا یا لکھنا جو اپنے مذہب کے خلاف ہوں - محض لغو حرکت ہے ۔

ان باتوں کے علاوہ بچوں کو غربا کی اعانت اور معذوروں کی خدمت کرنے نیز قومی مجالس میں

شریک ہونے اور قومی ضروریات پر خرچ کرنے کی بھی ترغیب دینی۔ اور ان کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

خاکسار اہلیہ خواجہ حسین علی

کروشیا کا جہاز
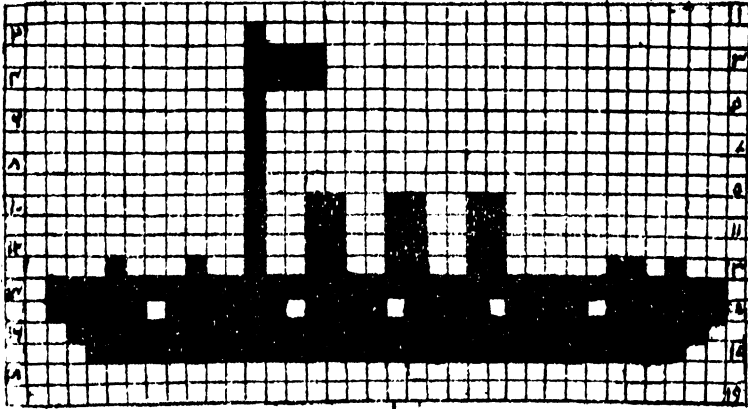
پہلی قطار۔ ۴۷ کھلے خانے۔ دوسری قطار ۱۲ کھلے خانے۔ ایک بند خانہ۔ ۴۲ کھ خ۔ ۳۔ ۲۱ کھ خ۔ ۴ ب خ۔ ۱۲ کھ خ۔ ۴۔ ۱۲ کھ خ۔ ۴ ب خ۔ ۲۱ کھ خ۔ ۵۔ ۴۲ کھ خ۔ اب خ۔ ۱۲ کھ خ۔ ۶۔ ۱۲ کھ خ۔ اب خ ۴۲ کھ خ۔ ۷۔ ۴۲ کھ خ۔ اب خ۔ ۱۲ کھ خ۔ ۸۔ ۱۲ کھ خ۔ اب خ۔ ۴۲ کھ خ۔

۹۔ ۴۲ کھ خ۔ اب خ۔ ۱۲ کھ خ۔ ۱۰۔ ۱۲ کھ خ۔ اب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۱۲ کھ خ۔ ۱۱۔ ۱۲ کھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ اب خ۔ ۱۲ کھ خ۔ ۱۲۔ ۱۲ کھ خ۔ اب خ ۲ کھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۲ ب خ ۱۲ کھ خ۔

۱۳۔ ۳ کھ خ۔ اب خ۔ اکھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۵ کھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۲ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۱ ب خ۔ ۳ کھ خ۔ اب خ۔ ۵ کھ خ۔ ۱۴۔ ۲ کھ خ۔ ۴۲ ب خ اکھ خ۔ ۱۵۔ اکھ خ۔ ۶ ب خ۔ اکھ خ۔ ۴ ب خ۔ اکھ خ۔ ۴ ب خ۔ اکھ خ۔ ۳ ب خ۔ اکھ خ۔ ۶ ب خ۔ اکھ خ۔ ۵ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۱۶۔ ۴ کھ خ۔ ۳۲ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۱۷۔ ۳ کھ خ۔ ۳۰ ب خ۔ ۲ کھ خ۔ ۱۸۔ ۴۷ کھ خ۔ ۱۹۔ ۴۷ کھ خ۔

فاطمہ بیگم بنگلور

انجمن تہذیب نسواں بریلی

بتاریخ ۱۰ نومبر ۱۹۲۷ء یوم جمعہ مسز عبداللہ جان صاحبہ کے مکان پر انجمن تہذیب نسواں بریلی کا ماہوار جلسہ منعقد ہوا۔ ۲۵۔ ۳۰ خواتین شریک جلسہ ہوئیں مسز عبدالرشید صاحبہ کی چھوٹی صاحبزادی نے جو

قرآن شریف حفظ کر رہی ہے۔ قرآن شریف کا ایک رکوع تلاوت کیا۔ اس کے بعد چھوٹی لڑکیوں نے مناجات اور نعت سنائی + مسز عبداللہ جان صاحبہ اور خاکسار نے انجمن کے اغراض و مقاصد کی تفصیل بتلاکر ان کی تعمیل و تکمیل کی طرف خواتین کو توجہ دلائی اس کے بعد چند لڑکیوں نے نظمیں پڑھیں۔ جن میں پابندی مذہب اور اصلاح حالات کی تاکید تھی + خاکسار نے یہ بھی جتلایا۔ کہ ہماری صحت کے عمدہ نہ ہونے کے جہاں اور اسباب ہیں۔ وہاں ایک بڑا سبب یہ بھی ہے۔ کہ ہمارے روزانہ پروگرام میں کسی قسم کی تفریح شامل نہیں ہے۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ عورتیں اپنے روزانہ کام کا پروگرام اس طرح مرتب کریں۔ کہ روزمرہ کم سے کم دو گھنٹے کی فرصت کا وقت مل جایا کرے۔ اور یہ وقت بہنوں اور سہیلیوں کے آپس میں ملنے جلنے۔ ہنسنے بولنے اور جلسوں کی شرکت میں کام آتا رہے +

جلسے میں کئی بہنوں نے اس امر پر رنج اور افسوس کا اظہار کیا۔ کہ ہمارے صوبہ بھر میں بلکہ شاید سارے ملک میں خاص مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کے لئے صرف ایک ہی پردہ دار کالج علی گڑھ میں ہے۔ بجائے اس کے کہ مسلمان لڑکیوں کے لئے کسی دوسری درسگاہ کھولنے کی کوشش کی جاتی۔۔ ایک صاحب نے جو علی گڑھ یونیورسٹی میں رہتے ہیں۔ اس کی بالکل بے جا مخالفت کی ہے۔ یہاں شہر بریلی کی کئی لڑکیاں علی گڑھ زنانہ کالج میں پڑھتی ہیں۔ اور ان کے والدین کو کالج کے جو حالات معلوم ہیں۔ ان کے لحاظ سے شریک جلسہ بہنوں نے علی گڑھ والے زنانہ کالج پر اپنا اظہار اعتماد کیا +

آخر میں ۵ روپے حسب تفصیل ذیل چندہ تبلیغ ملکانہ کے لئے فراہم ہوا۔ اور بعد منہائی فیس منی آرڈر مبلغ ۵ روپے منیجر صاحب تہذیب نسواں کی خدمت میں لاہور بھیج دیا گیا۔ تاکہ مرکزی انجمن تبلیغ اسلام انبالہ کو بھیج دیا جائے +

مسز عبداللہ جان صاحبہ ہردو محل عہ/ عزیزہ رضیہ جان عہ/ مسز عبدالرشید صاحبہ عہ/ مسز فضل الرشید صاحبہ عہ/ بیگم غلام مصطفیٰ صاحبہ عہ/ عزیزہ بی بی ونگو عا/ عزیزہ زہرہ۔ شائستہ۔ خجستہ و شمیم ۵/ خاکسار خدیجۃ الکبریٰ عا/ میزان ۵ روپے

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ صدر انجمن تہذیب نسواں

از بریلی

انجمن تہذیب نسواں لاہور

جناب دادا ابا صاحب قبلہ۔ آداب۔ میں نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں۔ کہ خدا کے فضل و کرم سے یہاں لاہور میں بھی انجمن تہذیب نسواں کا وجود عمل میں آیا ہے + عرصے سے ہم لڑکیوں کی تمنا تھی۔ الحمد للہ کہ اب پوری ہوئی۔ چنانچہ ۲ نومبر ۱۹۲۷ء

بروز یکشنبہ مسلم گرلز اسکول میں انجمن تہذیب کا پہلا جلسہ بہ صدارت بیگم شیخ نور الٰہی صاحب انسپکٹرس آف اسکولز منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید سے کارروائی شروع ہوئی۔ اصلاح رسومات اور تعلیم وغیرہ پر نہایت مفید لکچر دئے گئے۔ تقریباً ۳۰ خواتین شریک جلسہ تھیں۔ جنھوں نے نہایت دلچسپی کے ساتھ تمام تقاریر کو سنا۔ اور ترقی و مفاد قومی میں کوشش کرنے کا وعدہ فرمایا۔ آخر میں انجمن کی کامیابی اور ترقی کے لئے دعا کی گئی۔ اور نہایت کامیابی کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

غریب لڑکیوں کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ۴ر ماہوار مقرر کئے گئے ہیں۔ یعنی ہر ممبر ۴ر ماہانہ چندہ انجمن کو دیا کرے گا۔

اس کے مقاصد حسب ذیل ہیں:۔

اصلاح معاشرت۔ (۲) غریب اور یتیم لڑکیوں کو وظیفہ دے کر تعلیم دلانا۔ (۳) تبلیغ فنڈ کی اعانت۔ (۴) لڑکیوں کو لکچر وغیرہ دینا سکھایا جانا۔

اس جلسے میں کسی سے چندہ نہیں لیا گیا۔ آیندہ لیا جایا کرے گا۔ پہلے چار جلسے ہر اتوار کو ہوں گے۔ اس کے بعد ہر مہینے کی پہلی اتوار کو جلسہ ہوا کرے گا۔

انجمن کے عہدے داروں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ پریزیڈنٹ۔ کوئی خاص مقرر نہیں۔ وائس پریزیڈنٹ بیگم حامد علی خاں صاحب۔ سکرٹری۔ خاکسار تمبرال جمیلہ بیگم صاحبہ دختر شیخ نور الٰہی صاحب۔ اسسٹنٹ سکرٹری۔ زبیدہ سلطانہ صاحبہ دختر خان احمد حسین خاں صاحب چیف اڈیٹر "شباب اردو"۔

میں لاہور کی تہذیبی بہنوں سے التماس کرتی ہوں۔ کہ وہ اپنے اڈریس سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ ان کی خدمت میں انویٹیشن ارسال کیا سکے۔ امید ہے معزز بہنیں اس پتے پر اطلاع دیں گی۔

خاکسار نلور فاطمہ سکرٹری انجمن تہذیب نسواں معرفت سید امیر حسین صاحب نزد تحصیل کہنہ بھاٹی گیٹ۔ لاہور

محفل تہذیب

قبلہ مولوی صاحب۔ آداب۔ خدا کا شکر ہے میری ہمشیرہ کے ۱۵ اکتوبر بروز شنبہ بوقت ۵ بجے شام لڑکا پیدا ہوا۔ اس خوشی میں چار روپے ارسال ہیں۔ ساتھ ہی بچے کی تاریخ ولادت جو والد صاحب قبلہ نے تحریر فرمائی ہے۔ روانہ کی جاتی ہے۔ امینہ خاتون

قطعہ تاریخ ولادت

دیا ہے جان پدر کو خدا نے لخت جگر۔ خضر کی عمر ملے تخت کا سکندر ہو
رہے بہار یہ جبتک یہ گلشن عالم۔ یہ نونہال شگفتہ ہو بارآور ہو
اسے وہ علم عطا کر ہو ناز احمد کو۔ الٰہی یہ فخر خاندان اصغر ہو
در قبول کھلا ہے خلوص نیت سے۔ طلب کے ہاتھ اٹھا کر حضور داور ہو

یہی ہے سال ولادت یہی دعا میری۔
الٰہی عمر بڑی کر بڑا مقدر ہو
۱۳ ھ ۴۶

محترم بھائی محمد حفیظ صاحب ڈار کے استفسار برقع کے بارے میں عرض ہے۔ کہ خاتون اسٹور دہلی کا برقع میری بھاوج کے پاس ہے۔ اور خود میں نے چھ ماہ ہوئے اہلیہ صاحبہ بدر الحسن مرحوم شیخ پٹی بدایوں سے مصری برقع سفید ترمے کا سادہ قیمت گیارہ روپے میں منگایا تھا۔ سو مجھے تو خاتون اسٹور کے برقع سے یہ زیادہ بھلا معلوم ہوا۔ آرام دہ محافظ پردہ۔ محافظ صحت۔ خوب صورت سیدھا سادا مصری برقع معلوم ہوتا ہے۔ آگے اپنی اپنی پسند ہے۔
خاکسار عترت فاطمہ۔ داؤنگر ضلع گیا۔

مورخہ ۱۲ نومبر کے تہذیب میں محترمہ بہن صاحبہ کو ہسٹیریا کا دورہ پڑنے کا حال پڑھا۔ میری والدہ ماجدہ صاحبہ کو بھی یہی دورہ پڑتا تھا۔ لیکن ایک مجرب نسخے کے استعمال سے اب کئی سال سے بالکل آرام ہے۔ بہن صاحبہ حسب ذیل پتے سے خط و کتابت کریں۔

رفیق النساء بیگم دختر خان بہادر سید رحیم حسین خاں صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس واسپشل مجسٹریٹ بلندشہر محلہ مدرسہ

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ کیلوں کو رفع کرنے کا نسخہ درج کرتی ہوں۔ عمدہ سنگترہ کے چھلکے سوکھے ہوئے ایک چھٹانک۔ جَو کا آٹا ایک چھٹانک۔ کافور ۱/۲ تولہ تینوں اشیاء کو باریک پیس کر چھان لیں۔ پھر ہر روز صبح منہ دھونے سے قبل ابٹنا کی طرح گوندھ کر ملیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہن صاحبہ کو کیلوں کی شکایت تھوڑے ہی دنوں میں جاتی رہے گی۔ زبیدہ
ہمشیر عبدالمالک

عرصہ تین ماہ کا ہوا۔ کہ میرے مسوڑے دانتوں سے جدا ہو گئے۔ بہت علاج کرایا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کوئی بہن مجرب و آزمودہ نسخے سے بذریعہ تہذیب مطلع فرمائیں۔ ایف بی کینتھل۔ ضلع کرنال

ایک بہن کو عمدہ جیم اور جیلی بنانے کی ترکیب مطلوب ہے۔ کوئی تہذیب بہن بذریعہ تہذیب مطلع کریں۔ باعث شکوری ہوگا۔ ایک خریدار

میرے ڈرائنگ روم میں سنگ مرمر کی میز پر اکثر جگہ روشنائی کے دھبے پڑ گئے ہیں۔ مہربانی کر کے کوئی تہذیبی بہن یا بھائی مجھے تہذیب کے ذریعے اس کے مجرب نسخے سے مطلع فرمائیں۔
صابرہ بیگم عظیم آباد

تہذیبی بہنیں دفتر تہذیب سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر جو چٹ کے بائیں کونے پر چھپا ہوتا ہے۔ ضرور لکھا کریں۔ منیجر

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

ماؤں کی صحت

گزشتہ چند سال سے بچوں کی پرداخت اور صحت پر تو اچھی خاصی توجہ دی جاتی ہے۔ لیکن ماؤں کی ضروریات سے اب تک بھی قابل افسوس لے اعتنائی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ بچوں کی شرح اموات میں حفاظتی تدابیر کی بدولت بہت کچھ کمی واقع ہو گئی ہے۔ لیکن ایام زچگی میں ماؤں کی شرح اموات میں ذرا بھی کمی نہیں ہوئی۔ ہر سال تین ہزار نوجوان عورتیں ایام زچگی میں موت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ جن میں تین چوتھائی کی عمر پینتیس سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔

اس افسوسناک حالت کو مدنظر رکھ کر لنڈن میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس میں ملک بھر کی ایک سو سے زیادہ نسوانی انجمنوں کی نمایندہ خواتین شامل ہوئیں۔ جو مردانہ انجمنیں نسوانی تحریکات سے دلچسپی کا اظہار کرتی ہیں۔ ان کو بھی شرکت کے لئے دعوت دی گئی۔ اور اس طرح بھی کافی نمایندے پہنچ گئے۔

سر جارج نیومین اس کانفرنس کے ممتاز ترین مقرر تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جس طرح حکومت دیگر حادثات سے واقع ہونے والی اموات کے متعلق تحقیقات کرتی ہے۔ اسی طرح جو عورت ایام زچگی میں فوت ہو جائے۔ اس کی موت کے اسباب معلوم کرنے کے لئے بھی باقاعدہ تحقیقات ہونی چاہئے۔ آپ کا خیال ہے۔ کہ اگر حسب ضرورت حفاظتی تدابیر سے کام لیا جائے۔ تو ماؤں کو بہت سی ایسی تکلیفوں سے نجات مل سکتی ہے۔ جو نوجوان ماؤں کو دنیا کی آبادی میں ایک معصوم فرشتہ کا اضافہ کرتے وقت اٹھانی پڑتی ہیں۔ سر جارج نے اس امر پر بڑا زور دیا۔ کہ ماؤں کی ضروریات کے متعلق تحقیقات کر کے حفاظتی تدابیر دریافت کرنا۔ اور نوجوان ماؤں کو ہر قسم کی آسانیاں بہم پہنچانا حکومت کا نہایت ضروری فرض ہے۔ آپ نے خواتین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اگر ہماری عورتیں ایام زچگی میں مناسب طبی مشورہ حاصل کر کے اس پر باقاعدہ عمل کریں۔ تو ماؤں کی شرح اموات میں بہت کمی واقع ہو جائے گی۔ ماؤں کی بڑی بیماری کثرت کو حادثات اور موت سے بچانے کے لئے ضروری طبی مشورہ طلب کرنے پر مل سکتا ہے۔ لیکن اگر مائیں اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں گی۔

تو بدستور تکالیف کا شکار ہوتی رہیں گی۔ اور ان
تدابیر کو دریافت کرنے والے محققوں کی دماغ
سوزیوں کے نتائج کا عدم اور وجود برابر ہو گا۔

کانفرنس کی صدر لیڈی ہیبرٹ سی بی ای۔
ایم ڈی۔ ایم ایس نے فرمایا۔ کہ قوم کی ماؤں
کے لئے جو امداد مہیا کی گئی ہے۔ اس کا وجود ابھی
کاغذ کے پرزوں تک ہی محدود ہے۔ اب اس
بات کی ضرورت ہے۔ کہ ہم اسے عملی صورت
میں پیش کریں۔ آپ نے اس امر پر زور دیا
کہ نوجوان ماں کو ایام زچگی میں تکلیف سے محفوظ و
مامون رکھنے کے لئے والدین میں روشن خیالی
اور بالغ نظری کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

بحث مباحثہ کے دوران میں دانتوں کی خرابی
کے نتائج۔ گھروں میں ناکافی مکانیت اور صفائی
کی ضرورت وغیرہ مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ اور
کانفرنس کے حاضرین نے وعدہ کیا۔ کہ ایام زچگی
میں ماؤں کی غیر ضروری تکالیف کے تدارک اور
شرح اموات کو گھٹانے کے لئے ہر ممکن کوشش
کریں گے۔ مزید براں خواتین کو توجہ دلائی گئی
کہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے اور اس کی پیدائش کے
وقت قابل ڈاکٹر اور سمجھ دار دایہ کی خدمات سے
فائدہ اٹھانا چاہئے۔

بچے کیا پڑھیں؟

آج کل بچوں کے لئے جس قدر کتابیں اور
رسالے شائع ہو رہے ہیں۔ اتنے شاید پہلے کبھی
نہیں ہوئے۔ لیکن ساتھ ہی کسی کا یہ قول بھی
درست معلوم ہوتا ہے۔ کہ بچوں کے پڑھنے
کے قابل جس قدر کم چیزیں ان دنوں
چھپ رہی ہیں۔ اتنی شاید علم کا رواج ہونے
کے وقت سے اب تک کبھی نہیں چھپیں۔ اکثر
والدین بچوں کو اخبار، کہانیاں یا چھوٹی موٹی
مذاقیہ کتابیں خریدنے کے لئے پیسے تو دیدیتے
ہیں لیکن یہ دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے
کہ بچہ کس قسم کی کتاب خرید کر لایا ہے۔ میرا خیال
ہے۔ کہ اگر وہ ان کتابوں کو دیکھنے کے لئے پانچ
سات منٹ نکال کر سرسری طور پر پڑھ لیا کریں
تو انہیں بچوں کے پاس اکثر کتابیں ایسی ملیں گی۔
جن کو پڑھنے کی انہیں اجازت نہ ملنی چاہئے۔

مجھے یاد ہے۔ کہ بچپن میں مجھے اپنے بھائی کے
چھوٹے موٹے اخبار پڑھنے کی خواہش اکثر بیتاب
کر دیا کرتی تھی۔ ان میں کیا لکھا ہوتا تھا؟ گرم
ملکوں کے معرکوں اور بہادری کی داستانیں۔ یا
اسکولوں میں پڑھانے کے قابل اچھی اچھی کہانیاں
لیکن اب ان کی جگہ ایسی کہانیوں نے لے لی ہے
جن میں بچوں کو آئندہ جنگ کے لئے تیاریوں کی
ہدایت اور مختلف قوموں کے طریق کار سے واقف

کیا جاتا ہے۔ یا اسکولوں کے بچوں کی حیرت انگیز بہادری کے لچر پوچ سے گیت ہوتے ہیں۔ کہ انہوں نے کس طرح بم کے گولوں سے ہزاروں لاکھوں دشمنوں کو پیوندِ خاک کر دیا ‡

ہر باپ کو چاہئے۔ کہ جب بچہ گھر میں کوئی نئی کتاب لائے۔ تو اس کا بڑی احتیاط سے معائنہ کیا جائے۔ اسکولوں میں بچوں کو پہلے ہی بہت سی واہیات اور غیر انسانی صفات سے متصف کرنے کے سامان موجود ہیں۔ اگر ان کے دماغ میں کتابوں کے ذریعے یہ خون آشام خیالات بھی داخل ہو گئے۔ تو دنیا کے امن کے لئے بہت خطرناک ثابت ہوں گے ‡

اسی طرح لڑکیوں کی کتابوں میں جو کہانیاں پائی جاتی ہیں۔ وہ اگرچہ ان سے زیادہ بے مغز ہوتی ہیں۔ لیکن ان کا طرز بیان ایسا ہی بے ڈھنگا اور سوقیانہ ہوتا ہے۔ ان میں عموماً ایسی بہادر لڑکیوں کے کارناموں کا ذکر ہوتا ہے۔ جن کی بہادری اپنی ہم جماعتوں کو کام نہ کرنے کی ترغیب دینے یا ان کے کام میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرنے پر ختم ہو جاتی ہے ‡

اکثر حالتوں میں مذاقیہ قصے کہانیاں بھی قریباً ایسے ہی لچر ہوتے ہیں۔ سب جانتے ہیں۔ کہ مذاقیہ چیزوں کی ایک قسم وہ بھی ہے۔ جس میں کسی کو رنج و مصیبت میں مبتلا دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ مثلاً جو لوگ سینما دیکھنے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک خاص طبقہ کسی کو چونے کی تغاری یا انڈوں کے ٹوکرے میں گرتے دیکھ کر ہنستے ہنستے لوٹن کبوتر بن جاتا ہے۔ مذاقیہ چیزوں میں اکثر بہت ایسی ہی لغویات کی ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے مصنفوں کو تباہی و بربادی اور خوفناک حادثات یا لچر حرکات کے سوا ہنسنے ہنسانے کی کوئی چیز سوجھتی ہی نہیں ‡

ممکن ہے۔ بعض لوگوں کو یہ بات دور از قیاس معلوم ہو۔ کہ ایسی کہانیاں پڑھ کر بچوں کے دماغ میں ایسے ہی خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں لیکن اگر کوئی ذرا بھی غور و فکر سے کام لے۔ تو اس پر فوراً واضح ہو جائے گا۔ کہ یہ چیزیں بچوں کے لئے نہ صرف غیر مفید بلکہ از حد نقصان رساں ہیں۔ ہمارے خیالات بہت کچھ اس علم کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جو ہم کتابوں سے حاصل کرتے ہیں۔ پھر اگر کسی بچے کو پڑھنے کے لئے یہی لچر۔ پوچ اور سوقیانہ لٹریچر ملتا رہے۔ تو آپ ہی سمجھ لیجئے۔ کہ اسے کیسی دماغی اور روحانی غذا مل رہی ہے۔ اس ملک میں جنگ کے دیوتا کو اس قدر غلبہ حاصل ہونے کی ذمہ داری اس طریقہ تعلیم پر عائد ہوتی ہے۔ جس کے مطابق ہمارے اسکولوں میں تاریخ پڑھائی جاتی ہے۔ اس میں تاریخ کی بنیاد مختلف لڑائیوں اور درباری سازشوں پر

رکھی جاتی ہے۔ اور سب جانتے ہیں۔ کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں تقلید کی خواہش بیحد ہوتی ہے۔ آج کل ہر شخص ملک کے سوقیانہ مذاق پر متاسف نظر آتا ہے۔ مذاق بگڑنے کا باعث بھی اس کے سوا کچھ نہیں۔ کہ بچوں کو بُرا لٹریچر پڑھایا جاتا ہے۔

ہمارے انگلستان میں دو تین فری لائبریریاں بہت اچھی ہیں۔ مثلاً کرائڈن اور مانچسٹر میں جہاں بچوں کے لئے تازہ ترین اور بہترین کتابیں جمع ہیں۔ اور انہیں مناسب ہدایات بھی دی جاتی ہیں۔ اکثر لائبریریوں میں بچے فہرست کتب میں کتابوں کے نام دیکھ کر جس کتاب کا نام پسند آ جائے۔ وہی لے کر پڑھنے لگتے ہیں۔ اور یہ انتخاب اکثر حالتوں میں نہایت بُرا اور مُضر ہوتا ہے۔ اسکولوں میں البتہ بچوں میں مذاق پیدا کرنے کی کچھ کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ اچھی کتابیں ان کے نصاب میں شامل ہوتی ہیں۔ اس لئے بچے ان کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ کتاب خواہ کتنی ہی اچھی ہو۔ آپ اسے نصاب میں شامل کر دیجئے۔ اسی وقت سے بچوں کو غیر دلچسپ اور صبر آزما معلوم ہونے لگے گی۔

خانہ داری کے اشارات

کھڑکیوں اور شیشوں کو صاف کرتے وقت اگر ان پر ذرا سا سرکہ چھڑک دیا جائے۔ تو مکھیاں نہ بیٹھیں گی۔

مہاگنی کے سامان کو پالش کرنے سے پہلے سرکہ یا چائے کے ٹھنڈے پانی سے دھو لینا چاہئے۔

نشاستہ گیلا کر کے کھڑکیوں اور آئینے پر اس کی نہایت ہی ہلکی تہ جما دو۔ پھر جب بالکل خشک ہو جائے۔ تو کسی ملائم کپڑے سے جھاڑ کر صاف کر دو۔ نہایت آسان اور بہترین ترکیب ہے۔

کچا گوشت اگر زیادہ دیر رکھنا ہو۔ تو برتن کو کسی سرد جگہ لٹکا کر باریک ململ سے ڈھانک دیجئے۔ تاکہ مکھیوں سے محفوظ رہے۔ لیکن پہلے اسے ذرا سا پکا لینا مناسب ہے۔ ورنہ جراثیم تعفن پیدا ہو جائیں گے۔

المونیم کی کیتلی اگر اندر سے جل کر بہت خراب ہو گئی ہو۔ تو اس میں تھوڑا سا نمک ڈال کر آگ پر رکھ دو۔ گرم ہونے پر اس میں ایک پیاز ڈال دو۔ اور اُبلنے دو۔ جلا ہوا مادہ پانی کے سطح پر آکر برتن بالکل صاف ہو جائے گا۔

خبریں اور نوٹ

قاہرہ کا اخبار کوکب الشرق لکھتا ہے۔ کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے قسطنطنیہ کی میونسپلٹی کو ایک تاریخی گھڑی تحفۃً دی ہے۔ یہ وہ گھڑی ہے۔ جو نپولین اعظم نے ترکی وزیر مختار نمالب پاشا کو نذر کی تھی، یہ گھڑی سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ اور اس کے ارد گرد نہایت خوبصورت نقش ونگار ہیں ؛

شاہ افغانستان اور ان کی ملکہ یورپ جاتے ہوئے مصر میں قیام فرمائیں گے + ملک فواد شاہ مصر نے اعلان کیا ہے۔ کہ امیر افغانستان مصر میں شاہی مہمان رہیں گے ؛

وزارت مصر نے سعد زاغلول پاشا کی بیگم صفیہ خانم کے لئے پندرہ سو پونڈ سالانہ کی پنشن دینا تجویز کی ہے + اس پر ایک اخبار لکھتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کو اتنی قلیل رقم کی پنشن ہرگز نہ دینی چاہیئے۔ اور نہ سعد زاغلول کی بیوہ کو اسے قبول کرنا چاہیئے + خانم صفیہ محتاج نہیں۔ وہ مصطفےٰ فہمی پاشا وزیر اعظم مرحوم کی لڑکی اور پارلیمنٹ مصر کے صدر کی بیوی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور صاحب اعزاز و استطاعت ہیں۔ البتہ علی مبارک پاشا وزیر تعلیم کی بیوہ قابل توجہ ہے۔ جو گردش ایام سے مصیبت میں مبتلا ہے۔ اور اپنے خاوند کی قبر کے نزدیک ہی عسرت کی حالت میں زندگی بسر کر رہی ہے ؛

شاہی کمیشن ۱۹ جنوری ۱۹۲۸ء کو ہندوستان کی طرف روانہ ہو جائے گا + ملک معظم کی حکومت نے شاہی کمیشن کے اخراجات کے لئے ۲۰ ہزار پونڈ کی رقم منظور کی ہے ؛

جرمن ڈاکٹر برگیین نے جو معدنی تیل کی کمپنی کے ڈائرکٹر ہیں۔ برلن میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ جرمنی دو ڈھائی کروڑ پونڈ صرف کرکے دس سال کے اندر ایسی مشینیں کھڑی کر سکتا ہے۔ جو ۲۵ لاکھ ٹن پٹرول کوئلے کے ذریعے تیار کریں۔ اتنا ہی جرمنی کا سالانہ خرچ ہے + آپ نے کہا۔ کہ یہ تخمینہ اس طریق کی ترقی پر مبنی ہے۔ کہ کوئلے سے تیل نکالا جائے، یہ ترکیب اس قدر ترقی کر چکی ہے۔ کہ اب ایک ٹن کوئلے سے ۱۲ ہنڈرڈ ویٹ پٹرول حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ایک مشین سے جو ۵۰ ہزار ٹن پٹرول تیار کر سکتی ہے۔ فی ٹن ۵۰ مارک کا نفع حاصل کیا جا سکتا ہے ؛

روما کا تار۔ اٹلی اور البانیہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا ہے۔ جس کی رو سے فریقین ایک دوسرے کی امداد و اعانت کریں گے۔ اور باہمی رضامندی کے بغیر کوئی ایک فریق صلح یا التوائے جنگ کی بات چیت نہ کر سکے گا + یہ معاہدہ ۲۰ سال تک

کے لئے کیا گیا ہے ؛

لندن کا تار۔ معاہدہ فرانس اور ویگوسلاویا۔ اور معاہدہ اطالیہ و البانیا کی وجہ سے بلقان میں ایک ہنگامہ مچ گیا۔ اور اس سے روما اور پیرس میں نمایاں بے چینی پیدا ہو گئی ہے ؛ مشرقی یورپ میں پولینڈ اور لتھونیا کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس میں روس لتھونیا کی حمایت کر رہا ہے ؛ سرحد لتھونیا پر پولینڈ نے حملہ کر دیا ہے ؛

جمہوریہ امریکہ کے صدر مسٹر کولج دول عالم کے ساتھ انسداد جنگ کے متعلق جدا جدا بزبر بحث و تبادلہ خیالات کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ فرداً فرداً ہر سلطنت کے ساتھ گفتگو کر کے ایسے نتیجے پر پہنچیں جس سے متحدہ حکمت عملی کا اعلان ہو سکے۔ اور آیندہ جنگ کا سدباب ہو جائے ؛ ہر سلطنت سے علیحدہ علیحدہ بات چیت کرنے سے ان کا مقصد یہ ہے۔ کہ عوام بھی اس مسئلہ کے متعلق اپنی توجہ مبذول کر سکیں گے ؛

مراکشی عربوں نے جن دو فرانسیسی مردوں اور دو عورتوں کو گرفتار کیا تھا۔ ان کے فدیہ کا معاملہ ۵ لاکھ فرانک میں طے ہو گیا۔ اور وہ رہا کر دئے گئے ؛

اخبار اسٹیٹسمین کا نامہ نگار لندن سے لکھتا ہے کہ مسٹر بالڈون جب برمنگھم یونیورسٹی کی ایک عمارت کا افتتاح کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو طلباء نے آپ کو ایک پائپ پیش کیا۔ جو اتنا بڑا تھا۔ کہ وزیر اعظم کو اسے کندھے پر اٹھانا پڑا۔ اور لوگوں نے اس نظارہ کو دیکھ کر تالیاں بجائیں ؛

خبر ہے۔ کہ پنڈت موتی لال نہرو نے جو اس وقت لندن میں ہیں۔ کانگریس کی طرف سے لیڈی سن یاٹ سن کو ہندوستان آنے کی دعوت دی ہے ؛

ولایت میں مصنوعی پھول استعمال کرنے کا فیشن ترقی کر رہا ہے۔ چنانچہ صرف لندن میں سو سے زیادہ کارخانے مصنوعی پھول بنانے کے ہیں ؛

آج کل خواتین انگلستان کی صحت بہتر ہو گئی ہے۔ کیونکہ جدید فیشن کی وجہ سے ان کے جسم کو کافی دھوپ اور ہوا لگتی ہے ؛

کیمل ٹن آرگل شائر میں ایک حجام نے عہد کیا ہے۔ کہ وہ آیندہ عورتوں کے سر کے بال نہ تراشا کرے گا۔ کیونکہ یہ انجیل کی تعلیم کے خلاف ہے ؛

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر مسٹر کولج ایک سڑک بنوا رہے ہیں۔ جو سات ہزار میل لمبی ہو گی۔ اور شمالی و جنوبی امریکہ کی بارہ ریاستوں کو ایک دوسرے سے ملا دے گی ؛

ناروے یا سویڈن میں تکیئے اور غالباً ہوٹل کی قالو نا ممانعت ہے۔ اس لئے وہاں ایک بھی

خانقاہ نہیں +

۲۷ نومبر کو دہلی میں مرکزی خلافت کمیٹی کی مجلس عاملہ کا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں قرار پایا۔ کہ شاہ افغانستان کی تشریف آوری بمبئی کے موقع پر ان کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جائے + خلافت کانفرنس کا سالانہ اجلاس بڑے دن کے ہفتے میں مدراس میں منعقد ہو۔ اور مولانا شفیع داؤدی خلافت کانفرنس کے صدر بنائے جائیں + ایک قرارداد اس مضمون کی پاس ہوئی۔ "باشندگان ہند کے سوا کسی قوم یا ملک کو یہ حق حاصل نہیں۔ کہ وہ ہندوستان کے مقدر کا فیصلہ کرے۔ اس لئے شاہی کمیشن کا مکمل مقاطعہ کیا جائے۔ اور گول میز کانفرنس طلب کرنے کے لئے پیہم کوشش کی جائے۔ جس میں مختلف فرقوں اور جماعتوں کے نمایندے۔ اور حکومت کے نمایندے جمع ہوں۔ اور ہندوستان کے لئے آیندہ دستور اساسی مرتب کریں۔ جو بغیر کسی ترمیم یا تبدیلی کے پارلیمنٹ کے سامنے منظوری کے لئے پیش کر دیا جائے" +

حکومت ہند نے ریاست بھرت پور کے مالی انتظامات کے متعلق ایک کمیشن مقرر کیا ہے۔ اور مہاراجہ بھرت پور سے کہا ہے۔ کہ ایک خاص مدت کے اندر ریاست کی حالت کے متعلق اپنے جوابات پیش کریں +

بمبئی میونسپلٹی شاہ افغانستان کے ورود بمبئی کے موقع پر ان کی خدمت میں سپاسنامہ خیر مقدم پیش کرے گی +

آل انڈیا خواتین کانفرنس متعلقہ اصلاح تعلیم کی سکرٹری نے اعلان کیا ہے۔ کہ اصلاح تعلیم کے لئے خاص صوبے کی خواتین کا اجلاس رائل سینما چاندنی چوک دہلی میں ۵ دسمبر کو منعقد ہوگا +

نواب سر مزمل اللہ خاں وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کونسل آف اسٹیٹ کی ممبری کے لئے امیدوار ہیں + آپ اس خالی نشست کو پُر کرنا چاہتے ہیں۔ جو سید آل نبی کی موت سے خالی ہوئی ہے +

شاہ افغانستان اور ان کی ملکہ کابل سے چل دئے ہیں۔ اور ۱۴ دسمبر کو بمبئی پہنچیں گے + حضور وائسرائے اور لیڈی ارون ان کا استقبال کریں گے + اس موقع پر گورہ اور ہندوستانی فوجیں اور وائسرائے بہادر کا باڈی گارڈ بھی موجود ہوگا +

سرکاری اعلان ہے۔ کہ صوبہ متحدہ کی کونسل نے یکم نومبر ۱۹۲۷ء کو عورتوں کو حق ووٹ اور نامزدگی کے متعلق جو رزولیوشن پاس کیا تھا۔ اس کے مطابق عورتیں کونسل کی ممبری کے لئے کھڑی ہوسکیں گی +

۲۵ و ۲۶ نومبر کو امرت سر میں ندوۃ العلماء لکھنؤ

کا بائیسواں اجلاس بہ صدارت مولانا غلام حسین صاحب ہوم منسٹر بہاولپور منعقد ہوا + آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں دلائل و براہین سے فضیلت علم کو ثابت کیا۔ ندوہ کے نصاب پر تبصرہ فرمایا۔ اور اس کے تعلیمی فوائد کا ذکر کر کے اس کی ترقی و نظمی کے لئے مفید تجاویز پیش کیں +

اجلاس مذکور میں متعدد مفید تجاویز کے علاوہ ایک قرارداد یہ بھی منظور ہوئی۔ کہ صوبہ پنجاب اور ہندوستان کے کئی دوسرے حصوں میں معاملات وراثت اور بعض دوسرے تنازعات کا فیصلہ عدالت ہائے حکومت میں شریعت حقہ اسلامیہ کی بجائے رواج ہائے خلاف شریعت کی رو سے صادر کیا جاتا ہے۔ اس لئے ندوۃ العلما کا یہ اجلاس تمام مسلمانوں کو نہایت زور کے ساتھ متوجہ کرتا ہے۔ کہ اس طریق کو بدلوائیں۔ اور شریعت اسلامیہ کو ان معاملات میں نافذ العمل کرنے کے لئے مناسب تدابیر عمل میں لائیں + ایک دوسری قرارداد میں اجلاس نہم کی اس قرارداد کی تجدید کی گئی۔ جس میں فضول رسوم اور شرک و بدعات ترک کرنے پر مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی تھی +

اس خبر کی تردید کر دی گئی۔ کہ وزیر ہند نے وائسرائے کو شاہی کمیشن کے متعلق مشورہ کرنے کے انگلستان طلب کیا ہے +

مہاراجہ صاحب پدوکوٹہ نے پنڈت مدن موہن مالوی کو ہندو یونیورسٹی کے لئے ایک لاکھ روپیہ دیا ہے +

ریاست راجکوٹ میں قانون پاس ہوا ہے۔ کہ شادی کے وقت لڑکے کی عمر ۱۹ سال اور لڑکی کی عمر پندرہ سال سے کم نہ ہو +

سر میاں محمد شفیع مسلم لیگ کے اجلاس لاہور کے صدر منتخب کئے گئے تھے۔ چونکہ سر آغا خاں تشریف لا رہے ہیں۔ اس لئے سر شفیع نے ان کے حق میں صدارت سے دست کش ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے +

مس جمیلہ سراج الدین نے ۲۴۔ اکتوبر کو ایڈنبرا یونیورسٹی کے جلسہ تقسیم اسناد میں خود شریک ہو کر اپنی پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پھر انہیں لندن یونیورسٹی نے ان کے لندن اور ایڈنبرا کے سابقہ ریکارڈ کی بنا پر ڈی ایس سی کی ڈگری کے لئے بیرونی متعلمہ کے طور پر داخل کر لیا + اب وہ ۱۸ نومبر کو جہاز زنپورہ میں جو ۲ دسمبر کو بمبئی پہنچے گا۔ درسیلز سے ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئی ہیں۔ اور امید ہے۔ کہ وہ ۴ دسمبر کو ۸ بجے صبح لاہور پہنچ جائیں گی + ہم مس جمیلہ کی اس شاندار کامیابی پر ان کی والدہ مسز سراج الدین اور ان کے والد پروفیسر سراج الدین فورمین کرسچین کالج لاہور کو دلی مبارکباد دیتے ہیں +

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت سب جج بہادر تحصیل علی پور

پوکھر داس ولد تلسی داس قوم گگڑیجہ سکنہ چیت پور تحصیل علی پور مدعی

بنام

(۱) مساۃ دولن بی بی (۲) مساۃ مبارک بی بی بیوگان سید وزیر شاہ۔(۳) جہان شاہ (۴) ابوالحسن شاہ پسران پیر شاہ (۵) مساۃ ڈتن بی بی (۶) مساۃ آلو بی بی نابالغات دختران وزیر شاہ برفاقت مساۃ دولن بی بی بیوہ سید وزیر شاہ والدہ خود (۷) مساۃ پھلاں بی بی (۸) الور بی بی۔ نابالغات دختران سید وزیر شاہ برفاقت مساۃ مبارک بی بی بیوہ سید وزیر شاہ والدہ خود اقوام سید شمسی سکنہائے ڈھاکہ تحصیل علی پور مدعا علیہم

دعویٰ مبلغ ۳۴۰ روپیہ

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعا علیہم پردہ دار مستورات ہیں۔اس لئے ان پر اصالتاً تعمیل کا ہونا مشکل ہے۔لہذا بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاتا ہے۔کہ اگر مدعا علیہم مذکورہ بالا بتاریخ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۷ء اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا آ کر جواب دہی مقدمہ بالا کی نہ کریں گی۔تو ان کے خلاف کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی ۔

آج بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔ ۱۷ نومبر ۱۹۲۷ء

دستخط حاکم　　　　مہر عدالت

معلومات کی کتابیں

آئین حکومت ہند

ہندوستان کے مختلف طبقوں میں سیاسی بیداری پیدا ہو جانے کے باوجود اب تک عوام کو معلوم نہیں۔ کہ ہندوستان میں برطانیہ کس طریقے سے حکومت کر رہا ہے۔ اسی قسم کی تمام ضروری باتوں کے متعلق نہایت فائدہ مند معلومات عہ/

دانایان فرنگ

فلکیات کے ماہروں۔ مشہور عالموں اور فلسفیوں۔ جانیں بچانے والے سائنس دانوں۔ برقیات کے ماہروں اور بڑے بڑے موجدوں کے کارنامے نہایت دلنشیں انداز میں لکھے گئے ہیں۔ بڑی معلومات کی کتاب قیمت عہ

کاری گری

یعنی مفید اور اہم صنعتوں کے حالات۔ چاقو۔ چھری۔ کاغذ۔ دیا سلائی۔ پن۔ سوئی۔ پیچک۔ کپڑا سینے کی مشین۔ شیشہ۔ چائے۔ پتھر کا کوئلہ۔ بوٹ۔ گڑ۔ شکر۔ چینی۔ قفل۔ اور چینی کے برتن بنانے کے حالات دلچسپ انداز میں۔ قیمت ۱۲؍

ایجادات

جو کام پرانے زمانے میں ناممکن تھے۔ وہ آج ممکن ہی نہیں۔ بلکہ نہایت آسان ہو رہے ہیں مثلاً ریل کے انجن۔ موٹر۔ دخانی جہاز۔ گھڑی۔ کلاک۔ توپ۔ گراموفون۔ تار برقی۔ بحری تار۔ بے تار برقی اور سینما وغیرہ کے حالات درج کئے گئے ہیں قیمت عہ

کروشیا

کروشیا کے فن پر اردو میں کوئی کتاب نہ تھی۔ مخترمہ ملقبین بیگم صاحبہ نے یہ کتاب لکھ کر ایک بڑی کمی کو پورا کر دیا ہے۔ کروشیا سے مفید کارآمد چیزیں بنانے کی ترکیبیں نہایت سلیس اور سلجھے ہوئے انداز میں لکھی گئی ہیں قیمت عہ/

پتہ:۔ **دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور**

اڈیٹر مہتمم آصف جہاں بیگم۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپالداس پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر تہذیب نسواں سے شائع کیا

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
بیبیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۵۱	لاہور۔ ہفتہ ۱۷ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء	جلد ۳

تہذیب نسواں

لاہور۔ ۲۱ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ

فہرست مضامین

مرد ہٹ	خدیجۃ الکبریٰ	۱۰۲۷
صحبت کا اثر	ظفر جہاں بیگم	۱۰۳۱
ہندوستانی مسلمان	آر۔ کے	۱۰۳۲
... پسند شادی	اہلیہ خواجہ حسین علی	۱۰۳۶
... مدراس کا جلسہ	+	[illegible]
فریاد حضرت آدم (نظم)	ممتاز النساء	۱۰۴۰
محفل تحفۂ بیبیاں	متفرق	۱۰۴۱
ولایتی معلومات	+	۱۰۴۳

نارتھ ویسٹرن ریلوے

آیندہ [illegible]ن اور نوروز کی تعطیلات کے لئے نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ۱۴ دسمبر سے ۳۱ دسمبر ۱۹۲۷ء تک واپسی ٹکٹ جاری کئے جائیں گے۔ بشرطیکہ ایک طرف کا فاصلہ سو میل سے زیادہ ہو۔ یہ ٹکٹ ۱۴ جنوری ۱۹۲۸ء کی آدھی رات تک کارآمد ہوں گے۔ شرح کرایہ حسب ذیل ہے:-

درجہ اول و دوم	۱ ۱/۴ کرایہ
درجہ درمیانہ	۱ ۱/۲ کرایہ
درجہ سوم	۱ ۳/۴ کرایہ

نارتھ ویسٹرن ریلوے — جے ایچ چیز
ہیڈ کوارٹرس آفس — منجانب ایجنٹ

آئین حکومت ہند

ہندوستان کے مختلف طبقوں میں سیاسی بیداری پیدا ہو جانے کے باوجود اب تک عوام کو معلوم نہیں۔ کہ ہندوستان میں برطانیہ کس طریقے سے حکومت کر رہا ہے۔ اس کتاب میں اسی قسم کی تمام ضروری معلومات درج کی گئی ہیں۔ قیمت ۱۲ر

دفتر تہذیب نسواں لاہور سے منگایئے

فسانہ شوکت آرا بیگم

اُردو علم ادب کی سرمایہ ناز تصنیف۔ ایک خاتون کی علمی و ادبی کاوشوں کا بہترین ثمرہ۔ ادب اُردو کا ایک گراں مایہ جوہر۔ تعلیم کی خوبیاں۔ مشرقی محامد و اوصاف ایک دلچسپ ولولہ انگیز و سنسنی خیز ناول کے پیرایہ میں زیور اشاعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر عرصہ ہوا۔ کہ جوہر شناسان کے روبرو گراں سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ مسٹر عبدالرؤف عباسی کے زبردست مقدموں نے اس بیش بہا تصنیف میں ایک نئی روح پھونک دی ہے! اور یہ متفقہ طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ اُردو زبان میں اس سے زیادہ کوئی مفید تصنیف آج تک نہیں ہوئی۔ قیمت جلد اول و دوم مجلد صر بلا جلد ہر۔ جلد سوم مجلد صر بلا جلد ہر۔

المشتہر
منیجر نول کشور پریس صیغہ بک ڈپو۔ لکھنؤ

دانایان فرنگ

فلکیات کے ماہروں۔ مشہور عالموں۔ اور فلسفیوں جانیں بچانے والے سائنس دانوں۔ برقیات کے ماہروں اور بڑے بڑے موجدوں کے کارنامے نہایت دلنشین انداز میں لکھے گئے ہیں۔ بڑی معلومات کی کتاب ہے۔ قیمت ۸ر

دفتر تہذیب سے منگایئے

مرد ہٹ
کی ایک تازہ مثال

مردوں نے اپنے جن اشعار اور جن من گھڑت مختلف ضرب المثلوں میں عورتوں کی تذلیل کی ہے۔ منجملہ ان کے ایک ضرب المثل "تریا ہٹ" بھی ہے۔ اس کے مقابلے میں آج میں تہذیبی بہنوں کے تفنن طبع کی غرض سے مرد ہٹ کی ایک تازہ مثال کی طرف ان کو متوجہ کرتی ہوں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتلانا مقصود ہے۔ کہ لاجواب ہو جانے پر حامی حقوق نسواں مرد بھی عورتوں کو نازیبا القاب کے ساتھ ملقب کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

محمود الحسن صاحب صدیقی نے ۵ نومبر ۱۹۲۷ء کے تہذیب میں تعلیمی چیستان کے عنوان سے علی گڑھ کے مسلم زنانہ کالج کے پردہ داری کے انتظامات پر اپنی دانست میں سخت اعتراض کیا تھا۔ اور منتظمین کالج کو مشورہ دیا تھا۔ کہ وہ صدیقی صاحب کو نیز مسلم یونیورسٹی کے ہزارہا نوجوان طلباء کو زنانہ کالج میں نہ صرف آمدورفت رکھنے کی اور کالج کے حالات مشاہدہ کرنے کی اجازت دیں بلکہ ان سب کو مدعو کیا کریں۔ اور یہ رائے ظاہر کی تھی۔ کہ میرے نزدیک مسلمانوں کو اپنی لڑکیاں بے پردہ اسکولوں میں بھیجنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت علی گڑھ ایسی زنانہ درسگاہوں کے جن کی استانیوں اور طالبات تک خود صاحب مضمون اور مسلم یونیورسٹی کے ہزاروں نوجوانوں کی رسائی نہ ہو۔

میری طرف سے اس مضمون کا جواب ۱۹ نومبر کے تہذیب میں شائع ہوا۔ جس کا جواب الجواب صدیقی صاحب نے ۳ دسمبر کے تہذیب میں دیا ہے۔ تہذیبی بہنوں نے نوٹ کیا ہوگا۔ کہ صدیقی صاحب نے نہ ان واقعات کی پروا کی۔ جو میں نے اس صوبے کی زیر تعلیم آبادی کی شرح فیصدی کے لحاظ سے اور عورتوں کے تعلیم سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے پردہ کی ضرورت کے متعلق لکھے تھے۔ نہ انہوں نے میرے کسی استفسار کا جواب دیا۔ غالباً ان کے پاس میرے اس استفسار کا کوئی جواب نہ تھا۔ کہ ان کے پیش نظر اس صوبے میں وہ کون سے بے پردہ زنانہ اسلامیہ اسکول ہیں۔ جن کو وہ علی گڑھ کے زنانہ کالج پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور ایسے اسکول کہاں واقع ہیں۔ اور اگر بے پردہ مسلمان استانیاں میسر نہ آئیں اور والدین بے پردہ اسکولوں میں لڑکیاں بھیجنا پسند نہ کریں۔ تو مسلمانوں میں تعلیم نسواں کی اشاعت کی کیا صورت ہوگی۔

بہنوں کو یاد ہوگا۔ کہ منگیتر سے خط و کتابت کے سلسلے میں میں نے جو دو نمونے کے خطوط تہذیب میں چھاپے تھے۔ ۱۴ مئی کے تہذیب میں صدیقی صاحب

سلے میرے ان دو نمونوں کے خطوں کو بدترین قسم
کے خطوط بتلایا تھا۔ منیجر صاحب قبلہ نے صدیقی
صاحب کی رائے سے اختلاف کیا۔ اور لکھا تھا
کہ خدیجۃ الکبریٰ نے جس طرح عام خیالات کی
لڑکیوں کی نمایندگی کی ہے۔ اسی طرح صدیقی
صاحب کو چاہئے۔ کہ اعلیٰ اور روشن خیالات بیگمات
بیں طبقے کی خواتین کی نمایندگی خود کر کے دو خط
ایسے تحریر کریں۔ جسے وہ پسند کرتے ہوں ۔ مگر میدان
عمل کو اپنی دلچسپیوں کے زمرے سے خارج
سمجھ کر صدیقی صاحب نے اس موقع پر نہایت
عقلمندی سے سکوت اختیار فرمایا تھا۔ اور
جواب الجواب کی زحمت اٹھانی مصلحت نہ سمجھی تھی۔
کاش اگر وہ اس وقت بھی سکوت اختیار فرماتے
تو یہ پردہ دار اسکولوں کے متعلق اعتراض اور
یہ بحث خود بخود ٹھنڈی پڑجاتی۔ مگر چونکہ انہوں نے
نہ صرف مجھے بلکہ اس کثیر التعداد طبقۂ خواتین کو جس
کی بقول ان کے میں نمایندگی کرتی ہوں۔ قدامت
پسند۔ تنگ خیال۔ توہم پرست۔ سبک سر۔ فرسودہ
جنہال۔ بدظن۔ وہمی۔ بدحواس وغیرہ القاب سے
یاد کیا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ میرے معروضہ
پر غور کرتے۔ اور میرے دلائل اور استفسارات
کا جواب دیتے۔ میرے جواب کو اپنے نزدیک
مہذب الفاظ میں میرے ازخود رفتہ اور چراغ پا
ہو جانے سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں۔ کہ

تہذیب نسواں مورخہ ۱۹ نومبر میں محترمہ نذر سجاد
حیدر صاحبہ نے اپنے مضمون "دوزخ کا نظارہ" کے
آخری فقرے میں صاحب مضمون کو سمجھداری کے
ساتھ "ناتجربہ کاری" کا جو موزوں سرٹیفکٹ دیا ہے
اس کی تھوڑی سی تفصیل نہ کردوں ۔

صدیقی صاحب کے جواب الجواب میں جان
سخن یہ عبارت ہے۔ "جو خاندان اپنی بچیوں کو ہندوستان
کے مختلف مقامات سے علی گڑھ کالج میں داخلہ
کرانا چاہیں گے۔ وہ یقیناً تنگ خیال نہ ہوں گے
جب ان میں اتنی آزاد خیالی ہے۔ کہ وہ اپنے
جگر گوشوں کو دور دراز مقام پر تعلیم کے لئے بھیج
سکتے ہیں۔ تو یقیناً وہ اتنے توہم پرست اور
سبک سر نہ ہوں گے۔ کہ محض یہ سن کر کہ علی گڑھ
زنانہ کالج میں چند باعزت اور مخلص مردوں کو
جو وہاں کے مقامی حالات سے واقف ہونا چاہتے
ہیں معائنہ کرنے کی اجازت دے گی۔ اس تعلیم گاہ
کی جانب سے ایسے بدگمان ہو جائیں گے۔ کہ بقول
خدیجۃ الکبریٰ ایک لڑکی بھی باقی نہ رہے گی ۔
جس طبقے کی وہ ترجمانی کر رہی ہیں۔ وہ گرلز کالج
بھیجنا تو کجا لڑکیوں کے ہاتھ میں قلم اور کاغذ دیکھنا
بھی گوارا نہیں کرتا"۔

صدیقی صاحب کو واضح رہے۔ کہ ان کا یہ
قول اور ان کی یہ رائے محض مفروضات اور
قیاسات پر مبنی ہے ۔ واقعات اور حالات اس

رائے کے بالکل خلاف ہیں۔ حقیقت میں صاحب
مضمون نے جس طبقے کا مجھے نمایندہ بتلایا ہے۔
اس طبقے کے علاوہ اس وقت اس صوبے میں اور
کوئی طبقہ خواتین کا نہیں ہے۔ جس کی نمایندگی بزعم خود
صدیقی صاحب فرماتے ہیں۔ میں صاحب مضمون
سے مطالبہ کرتی ہوں۔ وہ بتلائیں۔ کہ اس صوبے
میں خواتین کا وہ کونسا فرضی طبقہ ہے۔ اور صوبہ متحدہ
کے کس شہر میں رہتا ہے۔ جس کی ترجمانی آپ خود
کر رہے ہیں۔ جو اپنی لڑکیوں کو بے پردہ اسکولوں
میں بھیجنے پر رضامند ہے۔ اور جو اپنے گھروں میں
مسلم یونیورسٹی کے ہزاروں نوجوانوں کو کھلے بندوں
آمدورفت کی اجازت دے سکتے ہیں۔ میں کہتی ہوں
ایسا کوئی خاندان نہیں ہے۔ اگر سوچنے سے کوئی
مثال ڈھکی چھپی نکل بھی آئے۔ تو الشاذ کالمعدوم کی
مصداق ہوگی۔

بہنیں نوٹ کریں۔ کہ صدیقی صاحب کی طرف
سے مسلم یونیورسٹی کے ہزاروں شریف نوجوانوں کی
زنانہ کالج کے آمدورفت کی اجازت کا پہلے مضمون
میں مطالبہ تھا۔ بجائے اس مطالبے کے اب
جواب الجواب میں صرف چند باعزت اور مخلص مردوں
کے معائنہ کی اجازت کا مطالبہ باقی رہ گیا۔ یہ
خلط مبحث کی عمدہ مثال ہے۔ غالباً آیندہ مضمون میں
صرف مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو معائنہ طالبات
کا مطالبہ رہ جائے گا۔

صاحب مضمون کو چاہئے تھا۔ کہ اپنے قول کی
تائید میں کوئی دلیل لکھتے۔ کسی واقعہ کا حوالہ دیتے
کوئی نظیر پیش کرتے۔ کوری باتوں اور فرضی بحثوں سے
نہ کبھی کام چلا ہے۔ نہ آیندہ چل سکتا ہے۔ اچھا
میں تو فرسودہ خیال توہم پرست۔ سبک سر طبقہ
کی نمایندہ سہی۔ کیا رائے ہے آپ کی محترمہ سجاد
حیدر صاحبہ کے متعلق؟ آیا وہ بھی میری طرح فرسودہ
خیال اور قدامت پسند ہیں؟ ۲۶ نومبر کے تہذیب
میں آپ ان کا مضمون تعلیمی چیستان کے زیر عنوان
ملاحظہ کریں۔ وہ ہو بہو وہی بات کہتی ہیں۔ جو میں
نے پہلے کہی تھی۔ بلکہ مجھ سے دو ہاتھ آگے بڑھ گئی
ہیں۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ صدیقی صاحب کو زنانہ مدارس
پر جو اعتراض ہے۔ اس میں میں ان کی شریک
نہیں۔ علی گڑھ اور دوسرے شہروں میں زنانہ
اسکولوں کی جو حالت ہے۔ وہ سب جانتے ہیں
لیکن اس میں منتظمین کا ذرا بھی قصور نہیں۔ بلکہ وہ
ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ اگر ان درسگاہوں میں بغرض
معائنہ یونیورسٹی کے لوگوں کو جانے کی اجازت
دیدی جائے۔ یا وہ ادھر سیر ہی کرنے کے لئے
آجا سکیں۔ تو یقین کیجئے۔ کہ ایک ہفتے کے اندر
یہ شاندار بورڈنگ ہاؤس خالی ہو جائے۔ اور ایک
ایک کرکے سب لڑکیاں یہاں سے اٹھالی جائیں
اور جو لوگ خدا خدا کرکے اپنی بچیوں کو بغرض تعلیم
علی گڑھ بھیجنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ اگر وہ مطلوبہ آزادی

کی اطلاع پا جائیں۔ تو ذرا شبہ نہیں۔ کہ وہ اس کالج کو آگ لگا دیں۔

غالباً اب جناب معترض کے لئے محترمہ نذر سجاد صاحبہ نے تاویل کا کوئی راستہ باقی نہیں چھوڑا۔ محترمہ نذر سجاد صاحبہ جو مسلم یونیورسٹی کے احاطہ میں قیام رکھتی ہیں۔ صدیقی صاحب سے سوال کرتی ہیں۔ کہ ٹھیک۔ صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ ایسے لڑکے جو احکام شرعی کے بالکل مطابق کسی عورت کو دیکھ کر اپنی نظریں جھکا لیں۔ مجھے بتائیے آج کل کہاں ہیں؟ جب آپ کے لئے اس سوال کا جواب دینا آسان نہیں۔ تو زنانہ مدارس پر سے پابندیاں دور کرنا بھلا کس طرح ہو سکتا ہے"۔

الغرض محترمہ نذر سجاد صاحبہ نے صدیقی صاحب کی ساری امیدوں اور آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ صاحب مضمون کو یہ فرضی خوف دامن گیر ہے۔ کہ اگر منتظمین کالج نے اپنی نگرانی کے فرائض کی زیادہ سختی کے ساتھ پابندی کی۔ تو زنانہ تعلیم کی تحریک کو نقصان پہنچ جائے گا۔ یعنی اگر پردہ کی پابندی زیادہ ہوئی۔ تو زنانہ کالج علی گڑھ میں لڑکیوں کا داخلہ بند ہو جائے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ زنانہ کالج کے پردہ داری کے جس اہتمام پر صاحب مضمون کو اعتراض ہے۔ اس کی وجہ سے کالج کی طالبات پر حقیقت میں کیا اثر پڑا؟ وہ تعداد گھٹی یا بڑھی۔

اس کا ثبوت بیگم عبداللہ صاحبہ کے اس اعلان سے ہو جاتا ہے۔ جو ۳ دسمبر کے تہذیب میں زیر عنوان "مدرسہ نسواں علی گڑھ" شائع ہوا ہے۔ بیگم عبداللہ صاحبہ فرماتی ہیں۔ کہ "اب اس مدرسہ میں کوئی جگہ جدید لڑکیوں کے بھرتی کرنے کے لئے باقی نہیں رہی۔ اور جب تک نیا بورڈنگ ہاؤس بن کر نیا نہ ہو جائے۔ نامہ نگار صاحب کی ہم خیال کسی بہن کو تحقیقات کی تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہیں۔ اس بورڈنگ ہاؤس میں بڑے بڑے معزز خاندانوں کی بچیاں پڑھتی ہیں۔ ان کی مائیں بھی کبھی مدرسے میں آکر ٹھہرتی ہیں۔ اور سب کچھ دیکھتی ہیں۔ دیکھنے کے بعد بھی وہ اپنی بچیوں کو اس بورڈنگ ہاؤس میں رکھنا پسند کرتی ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی قابل اطمینان ثبوت قوم کے لئے نہیں ہو سکتا۔ کہ بورڈنگ ہاؤس کی حالت قابل اطمینان ہے"۔

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ پردہ دار درسگاہوں کے متعلق ان دو روشن خیال اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی رائے میری تائید میں معلوم کرنے کے بعد صدیقی صاحب اپنی ہٹ پوری کرتے اور اپنے اعتراض کی واجبیت ثابت کرنے کے لئے اور زنانہ کالج کے حسن انتظام پر ان کی مہر تصدیق کے بغیر لڑکیوں سے زنانہ کالج کو بھر دینے پر ان کے والدین کو ملامت کرنے کا کیا پہلو اختیار کرتے ہیں۔

میں تو ان کی خدمت میں خود انہیں کے الفاظ میں یہ درخواست کرتی ہوں۔ کہ سر دست اپنے

سے زیادہ عمر والوں کے واقعی تجربہ پر اعتماد کیجئے۔

"ٹھہریئے اور حالات بدلنے کا انتظار کیجئے"۔

ابھی ہمارے ملک کی وہ حالت پیدا نہیں ہوئی کہ پردہ یک لخت دور کیا جا سکے۔ آپ ٹرکی اور افغانستان کی قومی حکومتوں کی مثال سے متاثر ہو کر اپنے ذہن میں ہندوستان کے مسلمان خاندانوں میں سے پردہ اٹھ جانے اور مسلمان والدین کا اپنی لڑکیوں کو بے پردہ اسکولوں میں بھیجنا شروع کرنے کی جو میعاد قرار دیں۔ مثلاً ایک سال۔ دو سال۔ تین سال۔ میری طرف سے اس میں بلا تردد پچاس سال نہیں تو صرف بیس سال کا اور اضافہ کر لیجئے۔ اگر میری بات کا یقین نہ ہو۔ تو زمانہ خود یقین دلا دے گا۔

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ

صحبت کا اثر

مثل مشہور ہے "تخم تاثیر صحبت کا اثر" بہت سے لوگوں کا اس پر یقین بھی ہے۔ مگر سیکڑوں بے فکرے کہتے ہیں۔ اجی "آپ بھلے تو جگ بھلا" ہم مستقل مزاج ہیں۔ تو بُری سے بُری صحبت ہمارے اوپر کوئی بُرا اثر نہیں ڈال سکتی۔ وہ آدمی ہی کیا جس کو اپنے آپ پر قابو نہ ہو۔ اور تھالی کے لڈو کی طرح نشیب کی طرف لڑھک جائے۔ لیکن اپنے تجربے کی بنا پر کہہ سکتی ہوں۔ کہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ صحبت کا اثر اس قدر آہستہ آہستہ اور بے معلوم طور پر ہوتا ہے۔ کہ ہمیں خود پتہ بھی نہیں چلتا۔ اور تھوڑے عرصے میں ہم کچھ کے کچھ بن جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر فرض کیجئے۔ کہ ایک مکان میں دو شخص مختلف خاندانوں کے رہتے ہیں۔ ایک کے مزاج میں خدا نے انسانی ہمدردی۔ خلوص۔ محبت اور ایثار کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھر دیئے ہیں۔ لیکن دوسرا ہے۔ کہ ان صفات سے بالکل بے بہرہ خود غرضی کا پتلا اور مطلب کا بندہ ہے۔ ضروریات زندگی اور رنج و راحت سب کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ پہلا شخص ہے۔ کہ ایسے موقعوں پر اپنے ہمراہی کے ساتھ انتہائی خلوص اور ہمدردی کا برتاؤ کرتا ہے۔ اور اپنا مال و جان تک اس سے عزیز نہیں رکھتا۔ لیکن اسے جب کبھی کوئی ایسی ضرورت پڑتی ہے۔ تو اس کا دوسرا ساتھی اپنی عادت کے مطابق وہی برتاؤ کرتا ہے۔ جو ایک خود غرض مطلبی شخص دوسرے ضرورت مند آدمی کے ساتھ کر سکتا ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ پہلے شخص کے دل پر اس شخص کے اس برتاؤ کا بُرا اثر ہوگا۔ اور پھر آگے چل کر قدرتی طور پر وہ ایسا مخلصانہ برتاؤ نہ کر سکے جیسا کہ پہلے کرتا تھا۔ اور رفتہ رفتہ وہ بھی اسی

رنگ پر آجائے گا۔ جیسا کہ اس کا ساتھی ہے *

غالباً یہاں یہ اعتراض پیدا ہوگا۔ کہ اول الذکر شخص کا اثر اس کے ساتھی پر کیوں نہ ہوگا؟ جس طرح اس کی صحبت نے اچھے کو بُرا بنا دیا۔ کیا یہ ممکن نہ تھا۔ کہ اچھے کی صحبت میں بُرا بھی اچھا بن جاتا؟ دوسرے یہ کہ اس ایک شخص کے بُرے برتاؤ کے عوض میں اس کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا گیا۔ یہ کیا ضرورت ہے۔ کہ جو شخص قدرتاً اچھا ہے۔ وہ سب کے ساتھ وہی طریقہ رکھے جیسا کہ اپنے بُرے ساتھی کے ساتھ رکھتا ہے؟ تو واضح رہنا چاہیئے۔ کہ بھلائی کا اثر بہ نسبت بُرائی کے بہت کم اور دیر میں ہوتا ہے * عام طور پر اچھوں کو بگڑتے زیادہ دیکھا ہے۔ لیکن بُرے شاذ و نادر ہی سنبھلتے ہیں * دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کہ بے شک شروع شروع میں ایسا ہی ہوگا۔ کہ جو شخص خاص طور سے اپنے ساتھ بُرا برتاؤ کرے۔ اس کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ ہوگا۔ لیکن اور سب کے ساتھ اچھا سلوک ہوگا * لیکن اگر زیادہ عرصہ تک ایسے لوگوں کا ساتھ رہے۔ اور متواتر اس قسم کے مواقع پیش آئیں۔ تو رفتہ رفتہ یہ خیال دل میں جم جائے گا۔ کہ دنیا میں سب کا یہی رنگ ہے۔ پھر ہم کیوں مفت میں کسی کے لئے اپنی جان کھپائیں۔ اور تکلیف اُٹھائیں؟

دنیا میں جہاں بہت سے خدا کے بندے ایسے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنا مال اور جان تک دوسروں کی ہمدردی اور خدمت کے لئے وقف کر دی ہے وہاں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں۔ جو دوسرے کا فائدہ کسی صورت میں دیکھ ہی نہیں سکتے۔ خواہ اس میں ان کا رتی بھر نقصان نہ ہو * حد ہو گئی۔ کہ کسی دوسرے کی ضرورت کے وقت انہیں اپنے پاس سے ایک لوٹا پانی یا ایک دیا سلائی بھی دینا گراں گزرتا ہے۔ حالانکہ اس سے ان کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اور دوسرے کی بڑی بھاری ضرورت رفع ہو جاتی ہے * اس لئے میں تو یہی کہوں گی۔ کہ کوئی شخص کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ بُروں کی صحبت سے دور ہی رہنا چاہیئے۔ اور اپنے اوپر کبھی یہ بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔ کہ بُری صحبت ہم پر کچھ اثر نہیں کر سکتی * بہنو یہ وہ زہر ہے۔ جو اندر ہی اندر اپنا کام کر جاتا ہے۔ اور جس پر اثر کرتا ہے۔ اسے خبر بھی نہیں ہوتی *

ظفر جہاں بیگم

ہندوستانی مسلمان

قرون اولیٰ کے عرب مسلمانوں کی صاف و روشن زندگی اور معاشرت کی نظیر جب عرب ہی میں نہیں تو بھلا اور کہاں مل سکتی ہے۔ لیکن ہندوستان کے

مسلمانوں کی ایسی ابتر حالت کی مثال بھی کہیں نہ ملے گی ٭ تمام دنیا کے مسلمانوں میں اس موجودہ زمانہ کو چھوڑ کر کسی زمانے پر اگر نظر غائر ڈالی جائے تو یہ حالت کہیں نہ پائی جائے گی۔ جو آج کل بھی خالص مسلمانوں میں موجود ہے ٭ مسلمان ہر جگہ فاتح بن کر پہنچے۔ اور اس قاعدہ کے مطابق کہ فاتح قوم ملک فتح کرنے کے ساتھ ہر طرح مفتوح قوم کو اپنے زیر اثر لے لیتی ہے۔ اور اس کے تمام حرکات و سکنات پر حاوی ہو جاتی ہے۔ ان ہزاروں وحشی قوموں کو تہذیب و تمدن اور علم و ہنر سے مالا مال کر دیا ٭

اس وقت میں ان کی معاشرت ہر ایک کے لئے عمدہ نمونہ تھی ٭ یورپ کی تہذیب و تمدن جس کے وہ واحد مالک سمجھے جاتے ہیں۔ انہیں کے نقش قدم کے نشانات ہیں۔ لیکن افسوس ہماری کورانہ جہالت نے ہماری نظروں سے انہیں چھپا دیا۔ اور اسی سے اب دوسری قومیں شاہراہ ترقی پر پہنچ رہی ہیں۔ اور اگر کہیں کہیں کوئی قوم انہیں اختیار کرنا چاہتی ہے۔ تو یورپ کے مقلد کا خطاب پاتی ہے۔ لیکن بے چارے ہندوستانی مسلمان ابھی اس قابل بھی نہیں۔ جو تقلید کا دھندلا سا پرتو اپنے اوپر ڈال سکیں۔ اور وہ گہرا اثر جو ان کے دلوں پر ہندوستانی زندگی نے ڈالا ہے مٹا سکیں ٭

سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ہندوستان کے فاتح مسلمان بجائے اس کے کہ یہاں کی تنگ و تاریک زندگی کو درست کرتے۔ اس ابتری میں پڑ کر خود کیوں ہندوانی طرز معاشرت اور رسم و رواج کی بلاؤں میں گھر گئے؟ تمدن میں ہندوؤں نے جس قدر ان سے فائدہ اٹھایا۔ اس سے کہیں زیادہ مسلمانوں نے ان کی بے جا تقلید سے نقصان اٹھا کر اپنے کو تباہ و برباد کیا ٭ ان کی دین و دنیا دونوں متنزل ہیں۔ اور اب تک ہیں۔ اگر ایک ملک کی آب و ہوا کا اثر تمام قوموں پر یکساں پڑنا چاہئے۔ تو انگریزوں پر اس کا اثر کیوں نہیں پڑتا؟ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ آج بھی ویسے ہی انگریز ہیں جیسے پہلے دن یورپ سے آئے تھے۔ اور کسی ایک انگریز نے بھی نیم ہندوستانی معاشرت اختیار نہ کی ٭ برخلاف اس کے سیکڑوں ہندوستانیوں نے ان کی طرز معاشرت اختیار کر لی۔ اور اسے پسندیدہ نظر سے دیکھتے ہیں ٭

کتنی حیرت کی بات ہے۔ کہ وہ قوم جس نے ہزاروں کو ڈوبنے سے بچایا۔ ہندوستان میں آ کر خود اندھے کنوئیں میں گر گئی۔ اور آج ہندوستانی مسلمانوں میں کوئی شان مسلمانی باقی نہ رہی ٭ نہ طبیعت میں وہ آزادی اور دلیری ہے۔ نہ دلوں میں وہ جوش و خروش۔ دنیوی علم و ہنر کا تو کیا پوچھنا۔ انہیں اپنے مذہب ہی کی خبر نہیں ٭ عام نظروں سے دیکھنے سے اس کے دو اسباب نظر آتے ہیں۔ اوّل یہ کہ ہندوستانی عورتوں سے شادی کر کے ان کو خوش رکھنے کی بنا پر انہی کی حسب مرضی ایک تھوڑے سے تغیر و تبدل کے

بعد طرز معاشرت کی تمام تر ذمہ داری انہی پر چھوڑ دی ۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں نے بوجہ اپنی نادانی و جہالت خود بھی وہی طور طریق اختیار کر لئے ۔ جو ہندوؤں میں مروج تھے ۔ اور رفتہ رفتہ اس کے عادی ہو گئے ۔

بہر حال کچھ بھی ہو ۔ ہمارے عادات و اطوار بالکل بدل گئے ۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے ۔ کہ ہم کیا تھے ۔ اب تو صرف ہندوستانی ہیں ۔ اور اگر اختلاف مذہب کو چھوڑ کر دیکھا جائے ۔ تو ایک ہندو اور مسلمان میں کیا بہ حیثیت صورت و شکل اور کیا بہ حیثیت رواج و طرز معاشرت اس قدر بھی فرق بہ مشکل نکلے گا جس قدر دو حقیقی بھائیوں میں ہو سکتا ہے ۔ اس میں کوئی اعتراض نہ ہوتا اگر کسی قسم کا نقص مذہبی پیدا نہ ہوتا ۔ لیکن افسوس ہندوستانی روش کی پابندی نے یہاں کے مسلمانوں کو اس قدر عمیق گڑھے میں ڈال دیا ہے ۔ جس کا تدارک صدیوں کی کوشش کے باوجود بھی پورے طور پر ہونا مشکل ہے ۔ خاص کر ایسی صورت میں جبکہ ایک دوسری قوم یعنی انگریزوں کا مقابلہ آ کر پڑ گیا ہے ۔

مسلمان ہندوستانی روش کی ذرا سی جنبش پر بھی یہی سمجھنے لگتے ہیں ۔ کہ ہم اس آزادی میں جا کر پھنس جائیں گے ۔ جس میں یورپ پھنسا ہوا ہے ۔ اور جسے وہ دور بیٹھے بھیانک نظروں سے دیکھ رہے ہیں ۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے ۔ کہ ہندوانی تقلید سے ان کی تقلید کہیں بہتر ہے ۔ اور اس کی شاہراہ ایک تھوڑے اختلاف کے ساتھ قریب قریب وہی ہے ۔ جو کبھی ہماری تھی ۔ اور جس سے وہ اپنے مذہب سے اس قدر دور نہیں ہو سکتے ۔ جس قدر اب ہیں ۔ یورپین عورتوں کی موجودہ آزادی ہندوستانیوں کے لئے سب سے زیادہ باعث ہراس ہے ۔ لیکن یہ اس لئے نہیں ۔ کہ احکام شرع کے خلاف ہے ۔ بلکہ اس لئے ۔ کہ وہ اس کے عادی نہیں ۔ اور اس آزادی کو بھی پسند نہیں کرتے جو پہلے مسلمانوں میں تھی ۔

صرف ایک برقعہ یا چادر مسلمان عورتوں کا پردہ تھا ۔ مگر ہزاروں ہندوستانی ہیں ۔ کہ عورتوں کو برقعہ پوش کسی مجمع میں بھی دیکھنے کے روادار نہیں ۔ اور انہیں اس گھرے پردہ اور تاریک چہار دیواری میں چھپانا چاہتے ہیں ۔ جسے کلام پاک میں عورتوں کے لئے قید سے تشبیہ دی ہے ۔ اور جس کے لئے یہ حکم ہے ۔ کہ اسے اس وقت تک بند رکھو ۔ جب تک وہ اس حرکت سے باز نہ آئے ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ ہندوستانی مسلمان عورتوں کی ماں نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے ۔ جس کی سزا ان کی تمام نسل کو ہمیشہ اسی طرح ملتا ہے جیسے گنہگار حضرت آدم کی سزا نسل آدم بھگت رہی ہے ۔

یہ ظاہر ہے ۔ کہ بے پردہ مسلمانوں کا طبع زاد ہے اور ہندوستان کا تمغہ ہے ۔ کیونکہ مسلمانوں یا ان کے مذہب سے اس کا کچھ تعلق نہیں ۔ عورتوں کا ترکہ ۔ عورتوں کا مہر اور دیگر تمام حقوق اس لئے غصب ہیں

کہ ہندوستانی رواج ہیں + اس قید بلا میں صرف
اس لئے گرفتار ہیں۔ کہ ہندوستانی رواج ہے۔
خلاف شرع بیہودہ شرم و لحاظ کو صرف اس لئے
نباہ رہے ہیں۔ کہ ہندوستانی رسم ہے + چھوت
چھات۔ رسومات و توہمات جس کا مسلمانوں میں
کبھی وجود نہ تھا۔ اب ان کا شعار عین ہے + بت
پرستی کی جگہ قبر پرستی ہے۔ اور ہزاروں دیوتاؤں
کی جگہ پیروں اور شہیدوں سے پُر ہے + تقریبات
میں رسومات کی کثرت میں ہندوانی تقلید کی رنگ
آمیزی ہے۔ اور وہ مضحکہ خیز اور خلاف شرع باتیں
عمل میں آتی ہیں جن کے بیان سے بھی قلم احتراز
کرتا ہے۔ اور نہ اس کی تفصیل کی ضرورت ہے
کیونکہ مشکل سے شاید کوئی ہندوستانی ایسا ہو۔ جو یہاں
کی رسومات سے قطعاً ناواقف ہو +

زندگی سے موت تک کوئی بات بھی رسم سے
خالی نہیں ہوتی۔ اور میرے خیال میں ہندوستانی
رسومات کے دکھانے کے لئے اگر کوئی ڈراما تیار
کر کے اسے یورپ میں دکھایا جائے۔ تو یقیناً ایک
یونیورسٹی کے مصارف کے برابر روپیہ وصول ہو سکتا
ہے۔ یا صرف یہاں کی ایک دلھن اس ہیئت کذائی
سے گلنار مخصوص طرز کا جوڑا پہنے۔ ہزاروں سہرے
ڈلملے۔ پانچ من کا زیور لادے کسی یورپ کے
بازار میں کھڑی کر دی جائے۔ تو اس قدر مجمع ہو سکتا
ہے۔ جو کسی مشہور ایکٹرس کے تماشے میں بھی ممکن نہیں +
حتیٰ کہ ہندوؤں کے قشقہ کی جگہ بھی ہمارے صندل کے
ٹیکے نے پوری کر دی ہے۔ یہ صرف رسم ہی نہیں۔
بلکہ جزو زندگی سمجھی جاتی ہیں۔ اور جن کے ترک پر
وہمی عورتیں زندگی۔ موت اور تعلقات کی خرابیوں
کی ذمہ داری رکھتی ہیں۔ اور اس پر اس قدر ایمان
رکھتی ہیں۔ کہ قرآن پر بھی شاید ہو۔ اور سوائے بعض
تعلیم یافتہ لوگوں کے اب تک ہزاروں خاندان اسی
مرض میں مبتلا ہیں +

اگر کہیں کہیں کوئی تخفیف نظر بھی آتی ہے۔ تو
وہ اس لئے نہیں۔ کہ بُری ہے۔ بلکہ اس لئے۔ کہ
اس کے مصارف کی برداشت آج کل ممکن نہیں
ہوتی۔ اور اس لئے وہ مجبوراً چھوڑی جاتی ہیں۔
اور اگر محض رسومات کی برائیاں بیان کر کے اس
کے ترک کی ترغیب دو۔ تو فیشن پرست کا خطاب
فوراً مل جاتا ہے + غرض کچھ طبع زاد۔ مگر زیادہ تر ہندوانی
تقلید نے ہمیں اور ہماری معاشرت کو معجون مرکب
بنا دیا ہے۔ اور بیرونی زندگی میں مرد اور اندرونی زندگی
میں عورتیں بہت بُری طرح گھری ہوئی ہیں۔ اور
انہی باتوں نے ہندوستانی جاہل قوم کے خطاب کا
پورا مستحق بنا دیا ہے۔ حالانکہ ہم نے جن لوگوں کی تقلید
کی تھی۔ اور جن کے رسومات اور طرز روش کو اختیار
کیا تھا۔ وہ خود بہت کچھ ان قیود سے آزاد ہو رہے ہیں۔
اور اس کا سبب ان کے یہاں کی عام مروجہ تعلیم
ہے۔ جس سے ان کے دماغ روشن ہو رہے ہیں۔

اور وہ ہر بات کے حسن و قبح پر غور کر سکتے ہیں + ادھر ہم ہیں۔ کہ اس پرانی روش پر چلے جا رہے ہیں + ہم اسے کیوں نہیں بدلتے؟ آخر اس تنگ و تاریک معاشرت کو جسے ہم نے دوسروں سے لیا ہے۔ اور جس میں سوائے سراسر نقصان کے کوئی فائدہ نہیں اور جن کی پیروی میں شروع سے آخیر تک زندگی آلودۂ عصیاں ہے۔ کیوں نہ چھوڑیں؟ اگر ہم اسے صرف اس لئے اختیار کئے ہوئے ہیں۔ کہ شرع کے مطابق چلنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ یا چل نہیں سکتے تو پھر کسی دوسری روش پر جو اس سے زیادہ مہذب اور عمدہ ہے۔ چلنے سے کیوں جھجکتے ہیں؟ کیونکہ اگر وہ خلاف شرع ہے۔ تو یہ کب اس کے مطابق ہے؟

اگر ہندوستانی مسلمان اپنی حالت کو سنبھالنا چاہیں۔ تو بہت آسانی سے سنبھال سکتے ہیں کیونکہ حکومت ان کے مذہبی احکامات میں کوئی دخل نہیں دیتی۔ اور وہ جس طرح چاہیں اپنے قانون اور اپنی حالت میں اصلاح کر سکتے ہیں + اگر وہ سمجھتے ہیں۔ کہ مصطفےٰ کمال پاشا خلاف شرع چل رہے ہیں۔ اور ہزاروں مسلمانوں کو چلا رہے ہیں۔ ان کی پیروی مناسب نہیں۔ تو نہ سہی + آپ پر تو خدا نہ کرے کوئی جبر نہیں۔ آپ بالکل مذہب کے مطابق کیوں نہیں چلتے؟ اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو دوسروں پر اعتراض و نصیحت کا بھی آپ کو کوئی حق نہیں۔ اور ہندوستان میں بھی جو جس راہ چلے چلنے دیجئے۔ بلا سے وہ جاہل۔ نامہذب خطابوں سے تو بچ جائے گا۔ اور آیندہ صدی کی "مدر انڈیا" کے سپوت بیٹوں میں تو شمار نہ کیا جائے گا؟

خاکسار آر کے

حسب پسند شادی

شادی سے قبل مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے سے واقف کرا دینے کی جو تجویز آج کل پیش کی جا رہی ہے۔ اس پر عمل کرنے کی صورت میں مردوں کی تلون مزاجی اور خود غرضی کے باعث عورتوں کو ضرور تلخیوں اور ناکامیوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا + چنانچہ مثال کے طور پر یہاں دو لڑکیوں کی کیفیت لکھی جاتی ہے:

ایک لڑکی کی شادی اس کی والدہ نے ٹھہرا دی تھی۔ لڑکی کے والد اور بھائیوں کو بھی منظور تھا۔ کیونکہ وہ شخص اگرچہ غریب اور کم پڑھا لکھا تھا۔ مگر نیک چلن و نیک مزاج تھا + بدقسمتی سے لڑکی کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور شادی ایک سال کے بعد قرار پائی + اس درمیان میں ایک اور شخص نے جو کہ شریف اور نیک مزاج ہونے کے علاوہ تعلیم یافتہ اور مرفہ حال بھی تھا لڑکی کی خوب صورتی اور تعلیم وغیرہ کی تعریف

سن کر شادی کی درخواست کی۔ اور اپنی بڑی آرزو ظاہر کی۔

لڑکی والے ہر اعتبار سے اوسط درجے کے تھے۔ ان کو یہ جگہ بہت پسند آئی۔ اور ارادہ کیا۔ کہ لڑکی کی شادی اسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دیں۔ مگر لڑکی کو یہ امر کسی طرح منظور نہ تھا۔ کیونکہ اس کی پہلے منگیتر سے بوجہ رشتہ داری خاصی واقفیت اور خط و کتابت کے باعث آپس میں بڑی محبت ہو گئی تھی۔ ادھر اس کے منگیتر نے سُنا۔ تو اس کے دل پر بھی کچھ کم صدمہ نہ تھا۔ غرضکہ دونوں کو بے حد قلق و اضطراب ہُوا۔ خیر بڑی کوششوں اور تدبیروں سے مصیبت ان کے سر سے ٹلی۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

مگر باپ اور بھائیوں کو لڑکی کی خودداری سخت ناگوار گزری۔ اور ایسی معقول جگہ رشتہ نہ ہونے سے ان کو بے حد رنج ہوا۔ شادی کے بعد سب کو بڑی امید تھی۔ کہ ان کی آیندہ زندگی خوشی کے ساتھ گزرے گی۔ مگر افسوس کہ نتیجہ خلاف امید ظاہر ہوا۔ کیونکہ گزشتہ واقعات کے سبب لڑکی کے شوہر کے دل میں اس کے والد اور بھائیوں کی طرف سے کدورت و نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ اور شوہر کے ایسے خیالات اپنے خاص عزیزوں کے لئے لڑکی کے دل کو بے حد رنج پہنچایا کرتے تھے۔

دوسری لڑکی کی کیفیت یوں ہے۔ کہ اس کے بھائی اور منگیتر کے درمیان کسی بات پر سخت رنجش ہو جانے کے باعث لڑکی کے باپ اور بھائی دونوں کی رائے ہوئی۔ کہ یہ نسبت چھڑا دی جائے۔ مگر لڑکی کو یہ امر بہت شاق تھا۔ کیونکہ اس کو اپنے منگیتر سے بوجہ خط و کتابت بہت اُنس ہو گیا تھا۔ جب یہ خبر اس کے منگیتر کو پہنچی تو اس کو بھی بڑی فکر ہوئی۔ اور اس لئے اس آفت سے بچنے کے لئے بہت کوشش کی۔ لیکن جب اس کو کامیابی کی صورت نظر نہ آئی۔ تو اس نے بے حد ناامید و ناراض ہو کر سخت تدبیریں اختیار کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے ارادہ کی اطلاع لڑکی والوں کو بھی کر دی۔

لڑکی غریب نسبت کی طرف سے تو خیر مطمئن ہو ہی رہی تھی۔ اب اس شخص کی تجویزیں سن کر تو ہوش ہی جاتے رہے۔ اور سب تکلیفیں لڑکی کو اس کے باپ اور بھائی کی خود غرضی کے باعث پہنچ رہی تھیں۔ کیونکہ پہلے تو انہوں نے دونوں کو ایک دوسرے سے مانوس ہونے کا موقع دیا۔ اور پھر نفسانیت سے کام لینے لگے۔ خیر کچھ سوچ سمجھ کر یا خائف ہو کر انہوں نے شادی تو کر دی۔ مگر اس شادی سے کسی کو خوشی نہ ہوئی۔ بھائی نے بہن سے گفتگو ترک کر دی۔

ساس اپنے داماد کی زیادہ خاطر نہ کر سکتی تھیں۔ کہ بیٹے کو ناگوار ہوگا۔ داماد کو سسرال آنا۔ اور بی بی کو میکے بھیجنا بھی دل سے پسند نہ تھا۔ اور چاہتے تھے۔ کہ بی بی بھی میکے کو خیرباد کہدے۔ شوہر کے ایسے خیالات بی بی کے لئے سوہان روح بن گئے تھے۔ نیز شوہر کی ان باتوں کے خیال سے جو بھائی سے رنجش ہو جانے کے موقع پر سنی گئی تھیں۔ دل کو سخت تکلیف ہوا کرتی تھی۔ ان باتوں کے علاوہ شوہر کا عام برتاؤ بھی معمولی ہی تھا۔ کوئی بات ایسی نہ تھی۔ جس سے دل کو زیادہ خوشی اور راحت محسوس ہوتی۔

اس تحریر سے خط و کتابت والی تجویزوں سے اختلاف کرنا منظور نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بقول محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ بے فائدہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ ان دقتوں سے محفوظ رہنے کی تدبیریں بھی بتلادی جائیں۔ جو خط و کتابت اور ملاقات والی تجویزوں پر عمل کرنے کی صورت میں لڑکیوں کو پیش آسکتی ہیں۔

خاکسار اہلیہ خواجہ حسین علی

خواتین مدراس کا جلسہ

۱۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو مدراس میں مسلم خواتین کا ایک جلسہ زیر صدارت مسز صالح محمد منعقد ہوا۔ جس میں مسلمان لڑکیوں کی تعلیمی ترقی کے متعلق تجاویز و ذرائع پر غور کیا گیا۔ تقریر کرنے والی خواتین میں سے مسز ظہیر الدین صاحبہ سب سے ممتاز تھیں۔ آپ خان بہادر میر مظہر الدین صاحب ڈپٹی پوسٹ ماسٹر جنرل مدراس کی اہلیہ ہیں۔ اور حال ہی میں مغربی ممالک خصوصاً مصر و ترکی کی طویل سیاحت سے واپس آئی ہیں۔ اردو علم و ادب سے آپ کو خاص شغف ہے۔ اس جلسے میں آپ نے اردو زبان میں تقریر کرتے ہوئے اپنے مغربی سفر کے تجربات بیان کئے۔ اور زنانہ تعلیم کی ضرورت پر روشنی ڈالی۔ ہم آپ کی تقریر کا ملخص ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"آج میں آپ کے سامنے مصر و ترکی میں مسلم خواتین کی حالت کے متعلق چند حقائق بیان کروں گی جو مجھے اپنے قیام قاہرہ اور قسطنطنیہ کے دوران میں نظر آئے۔ اس تقریر سے میرا مقصد یہ نہیں۔ کہ اپنی فصاحت اور خوش بیانی کا سکہ بٹھاؤں یا اپنے کو آپ بہنوں کی راہنما ظاہر کروں۔ آپ پر بخوبی روشن ہے۔ کہ ہم مسلمانوں کی زندگی کے لئے صرف قرآن مجید اور شریعت ہی سچے راہنما ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ لاثانی کتاب عطا فرمائی ہے۔ جو احکام ربانی اور مذہب و اخلاق کے متعلق علمی و عملی قواعد و ضوابط کا بہترین اور مکمل ترین مجموعہ ہے۔ یہ نہ صرف آپ کو بلکہ تمام نوع انسان کے لئے قیامت تک نیکی اور ادائے فرض کی راہ میں مشعل ہدایت کا کام

دے گا۔ بشرطیکہ آپ اسے خوب سمجھ کر پڑھیں۔ اور اس کے احکام پر عمل کریں۔ مجھے آپ پر یہ امر بخوبی واضح کر دینا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی نجات کا واحد ذریعہ اور قابلیت کی بہترین کسوٹی آپکے اعمال ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا کہ قرآن مجید اور شریعت کے ہوتے ہمیں کسی انسان کی راہنمائی کی ضرورت نہیں + انسان لیڈروں کا ہمیں گمراہ کرکے غلط راستے پر ڈال دینا ممکن ہے۔ لیکن یہ آسمانی کتاب ہمیں اُس راستے سے کبھی اِدھر اُدھر نہ بھٹکنے دے گی۔ جو منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے +

اس وقت ہماری اصلاح ترقی و تہذیب کے لئے سب سے زیادہ ضرورت تعلیم و تدریس کی ہے + آجکل ہم اپنی اخلاقی و مجلسی پستی اور جہالت کے باعث ان شاندار روایات پر خاک ڈال رہی ہیں۔ جو ہمارے اسلاف کی خواتین نے علم و عمل کے میدان میں قایم کیں + ان خرابیوں بلکہ امراض کو دور کرنے کے لئے تعلیم سے بہتر کوئی اکسیر نہیں +

اس جملہ معترضہ کے بعد میں اصل موضوع پر آتی ہوں + مجھے اس امر کے اعتراف میں ذرا بھی تامل نہیں۔ کہ مصر پہنچنے سے پہلے میرا خیال تھا۔ کہ وہاں کی خواتین کو بھی کم و بیش ایسی ہی پستی کی حالت میں دیکھوں گی جس میں میری ہندوستانی بہنیں زندگی کے دن گزار رہی ہیں + لیکن قاہرہ پہنچ کر ایک نہایت ہی خوش گوار تعجب نے مجھے اپنے خیالات بدلنے پر مجبور کر دیا۔ وہاں مرد و عورت زندگی کے روزانہ فرائض کی ادائگی میں ایک دوسرے کے دوش بدوش کام کر رہے تھے + یہ خلاف توقع نظارہ دیکھ کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی۔ کہ ان لوگوں کی زندگی کے ان مختلف شعبوں کے متعلق واقفیت حاصل کی جائے۔ جن میں انہیں اس قدر ترقی کرنے کا موقع ملا۔ چنانچہ میں نے کئی معزز خواتین سے ملاقات کی۔ اور ان سے یہ معلوم کرکے مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ کہ وہاں مرد و عورت کو بالکل یکساں حقوق حاصل ہیں۔ اور ہمارے بدنصیب ملک کی طرح وہاں کے مرد استبداد سے کام نہیں لیتے + وہاں کے مردوں کے متعلق یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ وہ عورتوں کے ساتھ نہایت شرافت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اور ان کا مناسب احترام کرتے ہیں۔ وہاں کی عورت صحیح معنوں میں گھر کی ملکہ ہوتی ہے۔ خانہ داری اور بچوں کی پرداخت و تربیت کے متعلق مرد دخل در معقولات سے احتراز کرتے ہیں + مجھے امیر طبقہ کی اکثر خواتین سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ وہ ملک کے سیاسی معاملات سے اپنے مردوں کی مانند پورے طور پر باخبر رہتی ہیں۔ میں اپنے فرض کی ادائگی سے قاصر رہوں گی۔ اگر آپ کے سامنے ایک بات کا ذکر نہ کروں۔ جو

انقلاب کے بعد مصری خواتین کی ترقی کا سب سے بڑا راز ہے۔ وہ یہ کہ وہاں کے مردوں نے خودبخود اپنی عورتوں کو وہ آزادی و حقوق دے دئیے۔ جو انہیں خدا و رسول کی طرف سے عطا ہو چکے ہیں+ مصری عورتوں کو نسوانی تحریکوں کے ذریعے مردوں سے اپنے پیدائشی حقوق چھیننے کی ضرورت پیش نہیں آئی+ مجھے توقع ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمان مرد بھی سرزمین نیل میں رہنے والے بھائیوں کی اعلیٰ مثال کی پیروی کریں گے+

اب میں کچھ ترکی خواتین کے متعلق عرض کرتی ہوں۔ اور اپنی تقریر چند ایسی مثالوں کے بعد ختم کر دوں گی۔ جن میں یہ اپنی مصری بہنوں سے بہت آگے بڑھ چکی ہیں+ قسطنطنیہ میں میں نے بے نقاب عورتوں کو گاڑیوں یا گھوڑوں پر سوار اور کھیتوں میں اپنے مردوں کے ساتھ کام کرتے دیکھا+ پھر میں ایک ترکی حمام میں گئی۔ وہاں ترکی خواتین مردوں کی طرح تیر رہی تھیں۔ اور اس فن میں مردوں کی طرح ماہر معلوم ہوتی تھیں+ ترکی عورتیں بہت سی زبانوں سے واقف ہوتے پر فخر کرتی ہیں۔ مثلاً جرمن۔ فرانسیسی۔ اطالوی اور یونانی+ عربی تو وہ فصیح اور نہایت بے تکلف بولتی ہیں+ مجھے بتایا گیا۔ کہ بہت سی ترکی خواتین فوج میں ہوائی پرواز کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں+ ترکی اور مصر میں عورتوں کے اس قدر ترقی کرنے کا سبب اچھی تعلیم اور اعلیٰ تربیت کے سوا کچھ نہیں+ اب میں آپ سے بزور درخواست کرتی ہوں۔ کہ اپنی مصری اور ترکی بہنوں کی اعلیٰ مثال کی پیروی کریں۔ خود جہالت کے تاریک غار سے نکلیں۔ اور اپنی ماؤں اور بہنوں کی رہنمائی شمع علم کی روشنی سے کریں"+

فریاد حضرت آدم

ہے ہے کدھر گئی وہ نسیم بہارِ خُلد۔
وہ جوشِ گل ہے آہ۔ نہ وہ سبزہ زارِ خُلد+
دلکش ادا تھی جن کی وہ کلیاں کدھر گئیں
وہ پھول کیا ہوئے۔ تھے جو آئینہ دارِ خُلد+
خوں ہو کے دل کہیں مری آنکھوں سے بہ نہ جائے
مجھ کو لہو رلا نہ غمِ انتظارِ خُلد+
الجھا ہوا ہے کانٹوں میں دامانِ شوق اب
دامن میں یا کبھی تھے گلِ نو بہارِ خُلد+
پہلو بدل رہا ہے اب آغوشِ دہر میں۔
وہ دل جو آہ تھا کبھی زیبِ کنارِ خُلد+
صد اضطرابِ شوق کی کم بخت ہو چکی۔
پہلو میں اب تڑپ نہ دل بے قرارِ خُلد+
اے مہر و ماہ! اے سحر و شامِ آرزو!
دو دن کو پھیر دو مجھے لیل و نہارِ خُلد+
وہ دن خدا کرے لبِ کوثر پھر ایک بار

بھر کر پیوں میں جام مئے خوشگوار خلد
مجھ کو مئے طہور ملے ساقیٔ ازل۔
آنکھوں میں ہے مری ابھی باقی صفائے خلد
پائے طلب شکستہ ہوں میں کوئے شوق میں
ہوں منزلِ جہاں میں غریب الدیارِ خلد
مجھ پر کرم ہو بندۂ عاصی ہوں اے کریم
یارب ہو مجھ پہ رحم کہ ہوں بے قرارِ خلد
مُرغِ اسیر ہوں مجھے میرا چمن ملے۔
بچھڑا ہوا وطن سے ہوں مجھ کو وطن ملے

منقول از ادیب۔ خاکسار ممتاز النساء بیگم دختر
ڈاکٹر خلیل الرحمن پنشنر۔ رائے پور

محفل تہذیب

مکرمی جناب مولوی صاحب قبلہ۔ آداب
خادمانہ کے بعد گزارش ہے۔ کہ میری بیٹی قمر النساء
عرف سجادی بیگم مرحومہ نے ۲ نومبر ۱۹۲۷ء کو عین
عنفوان شباب میں دفعتاً قلب کی حرکت ساکت
ہو جانے سے قضا کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
مرحومہ فارسی۔ اُردو۔ انگریزی۔ ہندی اور مرہٹی
زبانوں سے واقفیت رکھتی تھی۔ آیندہ سال امتحان
انٹرنس میں شریک ہونے کے لئے بے حد محنت
میں مصروف تھی۔ افسوس۔ کہ اس کی اور ہماری
تمام آرزوئیں خاک ہو گئیں۔ تہذیب کے ساتھ جبکہ
وہ گہوارہ میں تھی۔ اُنس تھا۔
ان ناظرین اور ناظرات تہذیب کو جن کے خطوط
تعزیت آرہے ہیں۔ فرداً فرداً جواب دینا میرے
لئے دشوار ہے۔ میں ان کے خلوص کی تہ دل سے
شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ساتھ ہی امید کرتا ہوں۔ کہ
مرحومہ کو مغفرت کی دعا سے یاد کریں گے۔ والسلام

حفیظ الدین احمد

محترم بھائی امتیاز علی صاحب تاج۔ تسلیم۔
میرے پاس ایک غریب حاجت مند نے سلائیوں
کی خوب صورت تھیلیاں برائے فروخت بھیجی ہیں
جو موتی ڈال کر بنائی ہوئی ہیں۔ اور بہت ہی خوبصورت
معلوم ہوتی ہیں۔ ہر ایک تھیلی کی قیمت تین روپے
ہے۔ جو تھیلیاں بہت بڑی ہیں۔ وہ چار یا ساڑھے
چار روپے کو ملتی ہیں۔ اگر آپ فروخت کرادیں
تو ان بہن کا بھلا ہوگا۔ اور آپ کو ثواب عظیم ہوگا

ایک تہذیبی بہن

میرٹھ سے ایک تہذیبی بہن نے زنانہ طبیہ کالج
کے حالات دریافت کئے ہیں۔ سو عرض ہے۔
کہ وہاں پہ داخلہ جولائی سے اگست تک ہو سکتا
ہے۔ لیکن جو لڑکیاں زیادہ ذہین ہوتی ہیں۔
ان کو امتحان سے چھ مہینے پیشتر بھی لے سکتے ہیں
۳۰ سال سے زیادہ عمر والی کو نہیں لیا جاتا۔ اور

غریب طالبات کو کالج کی طرف سے سات روپے
ماہوار وظیفہ ملتا ہے۔ جس میں ہر سال ایک روپیہ
ترقی ہوتی رہتی ہے۔ کل تعلیم چار سال کی ہے۔
پتہ یہ ہے:۔
پرنسپل زنانہ طبیہ کالج محلہ چوڑی والاں دہلی
جو بہن داخل ہونا چاہیں۔ وہ براہ راست
خط بھیج کر وہاں کا پراسپکٹس منگالیں۔ ناچیز
ہمایوں خاتون متعلم طبیہ کالج زنانہ

نہایت خوشی سے لکھتی ہوں۔ کہ میری چچازاد
بہن حسن آرا صاحبہ کی شادی خانہ آبادی ۴ دسمبر
بروز اتوار پٹنہ میں مختار سید شکراللہ صاحب کے
ساتھ نہایت خیر وخوبی سے انجام پائی۔ تہذیبی
بہنیں دعا کریں۔ خداوند کریم دونوں کو خوش و خرم
رکھے۔ آمین ثم آمین! ایک روپیہ خیرات فنڈ میں
روانہ کرتی ہوں۔ زاہدہ خاتون۔ سپول

جناب منیجر صاحب قبلہ۔ تسلیم۔ میں نہایت
خوشی کے ساتھ لکھتی ہوں۔ کہ میری پیاری دوست
محترمہ ش۔ ب بیگم صاحبہ کی شادی بخیر وخوبی
۲۶ نومبر کو ہوئی۔ جو آپ کے تہذیب کی پرانی خریدار
ہیں۔ رفیق النساء بانو بیگم بلند شہر

تہذیب مطبوعہ ۱۲ نومبر ۱۹۲۷ء میں جن تہذیبی
بہن کو مرض ہسٹیریا کی شکایت ہے۔ وہ تحریر کریں
کہ شادی شدہ ہیں یا نہیں۔ اور مرض کی تفصیل تحریر
کریں۔ جواب کے لئے ایک آنے کا ٹکٹ بھیجیں نسخہ
ان کی خدمت میں ارسال ہوگا۔
۲۔ جس بچے کے رخسار پر داغ ونیل ہے۔ اس کے
داغ پر مردار سنگ ۲ ماشہ۔ سفیدہ ۲ ماشہ۔ سرکا
تند ۴ ماشہ۔ پتہ گاؤ یک مخلوط کر کے لگائیں۔ چند
روز کے استعمال کے بعد مطلع کریں۔ انشاءاللہ
جاتا رہے گا۔ ورنہ دوسرا نسخہ ارسال ہوگا۔ حکیم
محمد انعام الحق کیرانہ محلہ خیل حکیمان ضلع مظفر نگر

براہ عنایت کوئی تہذیبی بہن یا بھائی بذریعہ
تہذیب مطلع فرمائیں۔ کہ کلکتہ یا بمبئی کی کسی دکان
سے تاجرانہ نرخ پر ایمان داری سے زنانہ کپڑے
ہر قسم کے مل سکتے ہیں۔ ایک ضرورت مند

میری والدہ ماجدہ کے سر اور آنکھوں میں ہر
وقت درد رہتا ہے۔ اور جب درد تیز ہوتا ہے۔
تو گردن کی رگیں سخت دکھتی ہیں۔ ڈاکٹری اور طبی
علاج کئے۔ مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ کوئی تہذیبی
بہن یا بھائی مجرب و آزمودہ نسخہ تحریر فرمائیں۔
ممنون ہوں گی۔ زبیدہ خاتون بنت سید تجمل
حسین صاحب۔ نہٹور

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

گھر پر مطالعہ

حال ہی میں شہزادہ ویلز نے ایک ننھے بچے سے پوچھا "گھر پر خوب مطالعہ کرتے ہو نہ؟ کس قدر پڑھ لیتے ہو؟" لڑکے نے جواب دیا۔ کہ میں تو اسکول سے واپس آکر کتابوں کو ہاتھ تک نہیں لگاتا۔ اس پر شہزادہ نے فرمایا "بہت خوب!"

اس واقعہ نے لوگوں کی توجہ پھر اس طرف مبذول کردی ہے۔ کہ اسکول سے واپس آنے کے بعد بچوں کو گھر پر مطالعہ کا موقع دینا چاہئے چنانچہ بحث مباحثہ شروع ہوگیا ہے۔ پرانی دلائل پھر ایک ایک کرکے پیش کی جائیں گی۔ اور اس کے بعد تائیدی اور تردیدی مضامین کا ایک تانتا بندھ جائے گا۔

کیا بچوں کو گھر پر مطالعہ کرنا چاہئے؟ اس سوال کا سیدھا سادا جواب یہ ہے۔ کہ یہ بچے پر موقوف ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اس کا انحصار بچے کی خواہش پر ہے۔ کیونکہ عام حالات میں کوئی بچہ بھی گھر پر اسکول کا کام کرنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ یہ سب کچھ بچے کی کام کرنے کی قابلیت پر منحصر ہے ہم بچے کو ہر کام اس کی خواہش کے مطابق نہیں کرنے دیتے۔ کیونکہ ہم بخوبی سمجھتے ہیں۔ کہ بعض کام بچے کو ضرور کرنے چاہئیں۔ خواہ وہ بظاہر کتنے ہی ناگوار کیوں نہ معلوم ہوں۔ ہمیں خیال ہوتا ہے۔ کہ بڑا ہو کر اچھی عادات اور احساسِ فرض پیدا کرنے کے لئے بچہ ہمارا ممنون ہوگا۔ بعینہ یہی دلیل گھر پر مطالعہ کے مسئلہ کے متعلق استعمال کرنی چاہئے۔ یہ کہدینا کافی نہیں۔ کہ چونکہ بچے کو گھر پر پڑھائی کا کام کرنا پسند نہیں ہوتا۔ اس لئے گھر پر مطالعہ کا رواج ہی اڑا دینا چاہئے۔

بس کسی تندرست لڑکے سے گھر پر مطالعہ کرنے کا تقاضا کوئی جبر نہیں ہے۔ عام طور پر بچہ پانچ ساڑھے پانچ گھنٹے اسکول میں رہتا ہے۔ اور اس وقت کا کچھ حصہ دلکش تعلیم بلکہ اکثر کھیل کود میں بھی گزرتا ہے۔ اگر واقعات سے چشم پوشی کرکے یہ بھی مان لیا جائے۔ کہ بچے کو وہاں سارا دن محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور پھر وہ تازہ دم ہونے کے لئے دن رات میں آٹھ گھنٹے نیند کا لطف اٹھاتا ہے۔ تو بھی چوبیس میں سے گیارہ گھنٹے بچ رہتے ہیں۔ جن میں بچے کے لئے کھیل کود کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا۔

ظاہر ہے۔ کہ کسی بچے کو گھر پر کرنے کے لئے
اتنا کام نہیں دیا جاتا۔ جو دو گھنٹے میں ختم نہ ہوسکے۔
پس اگر ان گیارہ گھنٹوں میں سے دو گھنٹے مطالعہ
کے لئے وضع کرلیں۔ تو بچے کے لئے شکایت کا
کونسا موقع ہے؟ نازک اور کمزور بچوں کو گھر پر
مطالعہ کرنے سے مستثنیٰ قرار دے سکتے ہیں لیکن
عموماً اسکول کے بچے اتنے نازک نہیں ہوتے۔

اکثر والدین کو بچے کے گھر پر مطالعہ کرنے
پر حقیقی اعتراض یہ ہوتا ہے۔ کہ انہیں بچے ایسی
باتیں سیکھتے اور پڑھتے نظر آتے ہیں۔ جو وہ خود
بھول چکے ہیں۔ یا جنہیں پڑھنے کا انہیں کبھی
موقع نہیں ملا۔ جب بچے نظمیں یاد کرتے ہیں۔ یا
اربعہ متنی کاٹا اور سود در سود کے سوالوں پر دماغ
لڑاتے ہیں۔ اور پھر "آمدن آمد۔ آید مضارع"
رٹتے نظر آتے ہیں۔ تو والدین کو ایسا معلوم ہوتا
ہے۔ کہ وہ اپنا وقت خواہ مخواہ ضائع کر رہے ہیں یا
وہ سوچتے ہیں۔ کہ ان چیزوں سے بچے کو اپنی روزی
کمانے میں کچھ مدد نہیں ملتی۔ اس لئے وہ گھر پر
مطالعہ کرنے کی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ نہیں
کرسکتے۔ والدین اس حقیقت کو نظر انداز کردیتے
ہیں۔ کہ گھر پر مطالعہ کرنے سے بچے کو اسکول میں
جلد جلد ترقی کرنے میں مدد ملتی ہے۔ جس سے
اس میں ایک قسم کی چستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور
وہ اسکول تجارت اور امور خانہ داری غرض ہر قسم
کی تعلیم میں خاطر خواہ قابلیت حاصل کرلیتا ہے۔

گھر پر کام کرنے کی عادت کا ایک بڑا فائدہ
یہ بھی ہے۔ کہ اس سے بچے کی زندگی میں باقاعدگی
آجاتی ہے۔ اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا
کہ وہ شخص سب سے بُرا شہری ہوتا ہے۔ جس نے
کبھی کچھ کام نہ کیا ہو۔ جسے اس امر کا احساس ہی
نہ ہو۔ کہ ناگوار کام کو سرانجام دینے کے کیا معنے
ہیں۔ اور جو تعلیم کو ایک ناگوار فرض اور علمیت
کو خواہ مخواہ کا دماغی بوجھ سمجھتا ہو۔

جس طرح سارا دن کام کرنے اور کسی وقت
کھیل کود کا لطف نہ اٹھانے سے بچے پژمردہ سے
ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دن بھر کی کھیل کود بھی
نقصان دہ ہے۔ تندرست بچے کے لئے گھر پر
تھوڑا بہت کام کرنا ایسا ہی مفید ہے۔ جیسی کسی
تندرست آدمی کے لئے ورزش۔ جو بچہ اس بات
پر فخر کرتا ہے۔ کہ میں گھر پر ذرا بھی کام نہیں کرتا۔
عین ممکن ہے۔ کہ بڑی عمر میں اسے اپنی اس
"خوش نصیبی" پر پشیمان ہونا پڑے۔ خصوصاً ایسے
بچے کو جسے زندہ رہنے کے لئے سخت جدوجہد
کی ضرورت پیش آئے۔

بہترین مائیں

ہم میں سے اکثر پرانے فیشن کی ماؤں کا
ذکر کرتے وقت ان کے متعلق نہایت فیاضانہ

خیالات کا اظہار کیا کرتے ہیں۔ ان کی سرگرمیوں کا میدان اگرچہ گھر کی چاردیواری ہی تک محدود ہوتا ہے۔ اور بیرونی دنیا کی تحریکوں سے انہیں ذرہ بھی لگاؤ نہیں ہوتا۔ لیکن انہیں فطرت انسانی اور زندگی کو سنوارنے اور بگاڑنے والی عادات سے مکمل واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ وسیع ترین نقطۂ نظر سے کیا ایسی عورت کو بہترین ماں سمجھ سکتے ہیں۔ یا اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے اپنے وقت کی مجلسی اور سیاسی تحریکوں میں بھی حصہ لینا چاہئے۔ کہ اس کے سپرد بچوں کی تربیت اور انہیں اپنے خیالات و عادات سے متاثر کرنے کا کام ہے۔

مارگرٹ ای۔ سی سمتھ نے اپنی کتاب "ماں کی خدمات" میں اس امر پر زور دیا ہے۔ کہ لفظ "خدمات" کے وسیع تر معنی لئے جائیں۔ وہ لکھتی ہیں۔ "حالات کی بہتری کے لئے ہماری توقعات بچوں سے وابستہ ہیں۔۔۔ اس سلسلے میں ماؤں کی ذمہ داری بہت زیادہ اور اہم ہے۔ اور جو فرائض ان پر عائد ہوتے ہیں۔ ان کی ادائیگی اور تکمیل قومی خدمت کہلانے کی ہر طرح مستحق ہے۔" آگے چل کر فرماتی ہیں۔ کہ عورتوں کی سرگرمیوں کا حلقہ محدود اور دنیا کی کشمکش سے الگ تھلگ رکھنے کا رواج زمانۂ ماضی سے تعلق رکھتا ہے۔ جبکہ ابھی نہیں انسانی ترقیوں اور جدوجہد کے دریا سے مزاج کا نظارہ ساحل سے بھی دور رہ کر ایک تماشائی کی حیثیت میں کرنا پڑتا تھا۔

"مرد جب جنگ کے خوفناک تجربوں۔ سیاسیات کے بکھیڑوں۔ اور تجارت کی الجھنوں سے چھٹکارا پا کر گھر میں آتے ہیں۔ تو انہیں عورتوں کی نرم دلی و محبت اور ان کی دنیا کے بکھیڑوں سے الگ تھلگ زندگی ایک خوشگوار تبدیلی معلوم ہوتی تھی۔ پس عورتیں بھی یہ دیکھ کر کہ دنیا کی کشمکش سے دور رہنے پر مردوں کے لئے ان کی کشش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ غلامی کی زندگی بسر کرنے پر رضامند ہو گئیں!۔۔۔ دنیا کے مائل ترقی خیالات اور تحریکوں سے اس طرح الگ تھلگ رہنے والی عورتوں کے بچے ذہین سمجھدار اور ملک کے لئے مفید نہیں ہو سکتے۔

"اس طرح عورتوں کی ہستی ایک دور دراز مقام سے نظر آنے والے دھندلے عکس سے زیادہ نہ رہی۔ بجائے اس کے کہ وہ زندگی کے بہت سے حل طلب مسائل کے متعلق سرگرمی کا اظہار کرتیں۔ اور انہیں حل کرنے میں مردوں کے دوش بدوش چل کر ان کا ہاتھ بٹاتیں انہیں اپنی امداد کے لئے ہمیشہ دوسروں پر بھروسہ کرنے اور ان کو سہارا ڈھونڈنے کی عادت پڑ گئی۔ جب تک مائیں اپنی سمجھ بوجھ سے کام نہ لیں۔ اور اسے ترقی دینے کی کوشش نہ کریں۔ ان کے تربیت

کئے ہوئے بچے کس طرح ذہین اور سمجھدار ہو سکتے ہیں؟

"حقیقت میں نسوانی صفات سے مُتصف کہلانے کی حقدار وہی عورت ہے۔ جسے اس امر کا احساس ہو۔ کہ ساری مخلوق کی تربیت۔ خدمت اور حفاظت کا بوجھ میرے کندھوں پر ہے۔ . . . . اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ اسے سوسائٹی میں وہ درجہ حاصل ہو جائے۔ جس کی وہ مستحق ہے۔ . . . . . اور اس طرح مردوں کے دوش بدوش رہ کر دنیا کی تہذیب و ترقی میں کوشاں ہو۔"

خانہ داری کے اشارات

پانی رکھنے کی بوتل کو صاف کرنے کے لئے اخبار کے کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس میں ڈالو۔ اور پھر پانی سے بھر دو۔ کچھ عرصہ اسی طرح پڑی رہنے دو۔ البتہ اس عرصہ میں کبھی کبھار ذرا جھٹک کر ہلا دو۔ بوتل بالکل صاف اور چمکدار نکل آئے گی۔

اگر شیشے کے دو آبخورے جن میں سے ایک دوسرے کے اندر رکھا ہوا ہو۔ باہم چپک جائیں تو کوئی تیسرا آبخورا لے کر انہیں اس سے آہستہ آہستہ کھٹکھٹاؤ۔ الگ ہو جائیں گے۔

اگر چاقو یا چھری کا سے پیاز اور مچھلی وغیرہ کی بُو آ رہی ہو۔ تو اسے باغیچے کی مٹی میں دبا کر کچھ عرصہ اسی طرح پڑے رہنے دو۔ تمام بُو جاتی رہیگی۔

اگر لیموں تازہ رکھنے مقصود ہوں۔ تو انہیں کسی ڈبے میں لکڑی کا بُرادہ بھر کر اس میں دبا دو۔ کئی ہفتوں تک بالکل تازہ رہیں گے۔

چمڑے کے سامان کے لئے ذرا سی ویسلین ایک بہترین چیز ہے۔ چمڑے پر ویسلین اچھی طرح مل دو۔ چند گھنٹے اسی طرح رہنے دو۔ پھر کسی ملائم کپڑے سے صاف کر ڈالو۔

کمرے سے تمباکو کی بُو دور کرنا چاہتے ہو۔ تو چند گھنٹوں کے لئے اس میں ایک بڑا سا برتن پانی سے بھر کر رکھ دو۔

جس پانی میں آلو اُبالے گئے ہوں۔ وہ چاندی کی بنی ہوئی چیزوں پر سے داغ دھبے دور کرنے کے لئے بڑا کارآمد ہوتا ہے۔

سنگ مرمر کی چلمچی پر سے داغ دھبے دور کرنے مقصود ہوں۔ تو فرنچ چاک اور لیموں کا رس استعمال کیجئے۔

خبریں اور نوٹ

قسطنطنیہ کی پولیس نے انجمن اتحاد خواتین کا دفتر بند کر دیا ہے۔ یہ انجمن ترکی عورتوں کے لئے آزادی رائے کا سختی سے مطالبہ کیا کرتی تھی۔ یہ بھی خبر ہے۔ کہ انجمن مذکور کی صدر نزہیہ خانم کے خلاف ترکی قانون کی خلاف ورزی کرنے کے الزام میں کارروائی کی جائے گی۔

ترکی کی مردم شماری سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہاں کی موجودہ آبادی ایک کروڑ چالیس لاکھ ہے۔ اور صرف قسطنطنیہ کی آبادی ۸ لاکھ ۷۰ ہزار ہے۔

قسطنطنیہ ۵ دسمبر۔ حکومت ترکی قسطنطنیہ اور بغداد کے درمیان ہوائی راستہ قایم کرنے کے لئے ایک ہوائی بین الاقوامی ٹرانسپورٹ کمپنی قایم کرنے کی تجاویز پر غور کر رہی ہے۔

حکومت حجاز نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ حجاز کے طلباء کو بغرض تعلیم یورپ کی یونیورسٹیوں میں بھیجا جائے۔ چنانچہ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور جدہ سے طلباء کی ایک جماعت شام بھیجی جا رہی ہے تاکہ کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس قابل ہو جائے۔ کہ یورپ کی مشہور درسگاہوں میں داخل ہو سکے۔ امید ہے۔ کہ آیندہ یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

سلطان ابن سعود نے اپنے ایک فرمان کی رُو سے ہر قسم کا سامان موسیقی اور مشینیں جن سے نغمہ پیدا ہوتا ہے۔ مملکت حجاز میں ممنوع قرار دی ہیں۔ اس فرمان میں گراموفون۔ ہارمونیم۔ پیانو۔ وایولن اور سیکسوفون وغیرہ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ہر قسم کے ایسے کھیل بھی ممنوع قرار دئے ہیں۔ جن سے جوا کھیلا جا سکتا ہے۔ شراب کی تجارت قطعاً ممنوع قرار دی ہے۔ نہ کوئی شخص اندرون ملک میں شراب بنا سکتا ہے۔

حکومت روس نے ماسکو یونیورسٹی میں چند خاص سیٹیں مشرقی طلباء کے لئے مخصوص کر دی ہیں۔ تاکہ انہیں بولشویکی اصولوں کی تعلیم دے کر ان سے کام لیا جا سکے۔ فلسطین کی بولشویک جمعیت نے چار عرب طلباء کو اس یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا ہے۔

فلسطین کے شمالی ضلع میں ایک موضع شفاعمر کی تمام مسلمان آبادی نے جس میں چالیس گھرانے بستے ہیں۔ عیسائی مذہب قبول کر لیا ہے۔ اخبارات فلسطین کی مسلم مجلس اعلیٰ پر زور دے رہے ہیں۔ کہ عیسائی مبلغوں کے خلاف ضروری کارروائی کرے۔ اور مسلمانوں کو اس فتنۂ ارتداد سے بچائے۔

لندن سے خبر آئی ہے۔ کہ مس میگن لائڈ جارج

آیندہ عام انتخاب کے موقع پر ملک ویلز کے
حلقہ انتخاب میں امیدوار کھڑی ہوں گی ×

ایوان عام میں مسٹر تھرٹل (مزدور ممبر) نے دریافت
کیا۔ کہ پارسال ہندوستان کی مال گزاری میں سے
کتنی رقم ہندوستان میں مسیحیت پر صرف کی گئی؟
ارل ونٹرٹن نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ فوج
اور سول افسروں کے گرجوں اور پادریوں پر
تقریباً ۱۴ لاکھ روپیہ صرف کیا گیا × نائب وزیر
ہند نے یہ بھی کہا۔ کہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے
لحاظ سے ہندوستان میں ۵۵۳۰۰۰ پروٹسٹنٹ
ہیں۔ جن میں ایک لاکھ ۹ ہزار یورپین بھی شامل
ہیں ×

روس نے جنیوا کے اس بین الاقوامی معاہدہ
پر دستخط کر دئے ہیں۔ جس کی رو سے دوران
جنگ میں زہریلی گیس استعمال کرنے کی ممانعت
کر دی گئی ہے ×

لندن کا تار۔ سر جیمس کیراڈ کی بہن مسز میریٹ
نے ایک لاکھ پونڈ (۵ لاکھ روپیہ) شہر ونڈی کی
میونسپلٹی کو دینے کی وصیت کی ہے۔ یہ روپیہ رفاہِ
عام کے کاموں پر خرچ کیا جائے گا ×

امیر امان اللہ خاں شاہ افغانستان کی بہن شہزادی
کبریٰ اس وقت پیرس میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں
آپ لندن میں اپنے بھائی سے ملیں گی × ایک
ملاقات میں آپ نے کہا۔ کہ میں نے لندن کو
پہلے اچھی طرح نہیں دیکھا تھا۔ اب اچھی طرح دیکھ
سکوں گی × شہزادی کبریٰ افغانستان کے شاہی
خاندان کی پہلی خاتون ہیں۔ جو بغرض تعلیم یورپ
گئی ہیں۔ آپ بالکل یورپی لباس پہنتی ہیں۔ اور
آپ کے بال مغربی عورتوں کی طرح ترشے ہوئے
ہیں ×

شمالی لندن کے مجسٹریٹ مسٹر باسل والس نے
ایک فیصلہ کے دوران میں لکھا ہے۔ کہ ولایت کی
عورتوں کو غیر ملکی لوگوں سے شادی نہ کرنی چاہئے
کیونکہ غیر ممالک کے لوگ اپنے ملک میں جا کر
ان کو طلاق دیدیتے ہیں ×

بوسینیا کے ایک مسلمان نے پمپ کے ذریعے
کنوئیں سے پانی نکالتے دیکھا۔ تو اسے دائمی حرکت
کرنے والی مشین ایجاد کرنے کا خیال آیا۔ چنانچہ
اس نے ایک مشین ایجاد کر کے پیٹنٹ کرالی
ہے۔ اور ماہرین نے اس کے متعلق نہایت
عمدہ رائیں ظاہر کی ہیں × یہ مشین متعدد پہیوں
پر مشتمل ہے۔ جن کے ساتھ وزن باندھا ہوا ہے
ان میں سے ایک پہیئے کو چلا دینے پر یہ تمام مشین
کو ایسی تیزی سے چلا دیتا ہے۔ کہ اس کے روکنے
کے لئے نہایت پیچیدہ کل پرزے لگائے گئے
ہیں ×

برلن میں تار کے ذریعے فوٹو روانہ کرنے
کا حیرت انگیز طریقہ رائج ہو گیا ہے × سنز اور

نیلگوں رنگ کے سوا ہر رنگ کے کاغذوں کی
تصاویر بذریعہ تار بھیجنے کے لئے ڈاک خانہ کے
حوالے کر دی جائیں گی۔ جس کاغذ کی تصویر روانہ
کی جائے۔ اس کی لمبائی اور چوڑائی ۴ + ۴½ انچ
سے زیادہ نہ ہونی چاہئے۔ جس میں چار سو طبع شدہ
الفاظ لکھے جا سکتے ہیں ٭

اصل پیغام ایک تصویر ساز تلغرافی مشین
میں رکھ دیا جائے گا۔ اور چند سکنڈ کے اندر اندر
میں آلۂ سماعت کے فلم پر درج ہو جائے گا۔ جہاں
فلم کو ترقی دے کر پیغام حاصل کر لیا جائے گا۔
اور جس شخص کے نام ہوگا۔ اسے پہنچا دیا جائے گا۔
اس طرح ہر زبان کا برقی پیغام پہنچایا جا سکے گا۔
ڈاک خانہ والوں کو الفاظ کا شمار نہ کرنا پڑے گا۔
بلکہ جگہ کے لحاظ سے اُجرت لی جائے گی ٭

برلن ۱۲ دسمبر۔ ایک جرمن فقیر ہربرٹ نامی کو
زمین میں دفن کیا گیا تھا۔ اور ۱۲۰ گھنٹوں
(پانچ دن) کے بعد رات کو لوگوں کے کثیر مجمع کے
سامنے نکالا گیا۔ فقیر زندہ تھا۔ اور اس کو کوئی
نقصان نہ پہنچا تھا ٭

شاہ افغانستان اور ان کی ملکہ سرحد ہند سے بڑی
شان و شوکت اور کر و فر سے گزرے۔ شاہ افغانستان
کی عمر ۳۰ سال ہے۔ آپ کا قد میانہ اور جسم کی ساخت
مضبوط ہے۔ چہرہ بارعب اور مونچھیں سیاہ ہیں۔ آپ
ترکی اور فرانسیسی زبانیں جانتے ہیں۔ بیان کیا جاتا
ہے۔ کہ ملکہ افغانستان نہایت حسین خاتون ہیں
آپ کی عمر ۲۸ سال ہے۔ آپ یورپین لباس
پہنتی ہیں۔ گھوڑے پر شہسواری اور نشانہ بازی
میں کافی مشق رکھتی ہیں۔ آج کل آپ فرانسیسی
زبان سیکھ رہی ہیں۔ شاہ افغانستان کے دو لڑکے
ہیں۔ جو آپ کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ اور آپ
کی چار بیٹیاں ہیں ٭

شاہ افغانستان اور ملکہ معظمہ نے اپنے دوران
سفر میں بیس ہرن مارے ٭

۱۱ دسمبر کی دوپہر کو شاہ افغانستان کراچی میں رونق
افروز ہوئے۔ اسٹیشن پر شاندار استقبال کیا
گیا۔ سندھ کے ۹۰۰ باشندوں کی طرف سے ایک
گارڈن پارٹی دی گئی۔ اور سپاسنامے پیش کئے
گئے۔ جن کے جواب میں حضور ممدوح نے سندھی
لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہندوؤں اور مسلمانوں
کو نصیحت کی۔ کہ وہ باہمی اختلافات کو رفع کر کے
صلح و آشتی کے ساتھ مل جل کر رہیں۔ علیا حضرت
ملکہ معظمہ نے مسز ہڈسن کے ساتھ پردہ گارڈن پارٹی
میں شرکت فرمائی۔ جو کراچی کی انجمن خواتین کی
طرف سے دی گئی تھی۔ اس موقع پر گرل گائڈز
بطور اعزازی محافظ دستے کے حاضر تھیں ٭

حضور ملک معظم نے شاہ افغانستان کے سفر
یورپ پر پیغام تہنیت بھیجا تھا۔ اس کے جواب
میں شاہ افغانستان نے لکھا ہے۔ کہ مجھے آپ کے

مخلصانہ جذبات سے بہت مسرت ہوئی۔ حضور نے میرے سفر کے متعلق جو خواہشات ظاہر کی ہیں اور حضور کی حکومت نے میرا جو دوستانہ خیر مقدم کیا ہے اس کے لئے میں ممنون ہوں۔ میں حضور کے پایہ تخت میں حضور سے شرف ملاقات حاصل کرونگا۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ یہ ملاقات دونوں ممالک کے آیندہ باہمی تعلقات کی بہتری کا باعث ہوگی۔

شاہ افغانستان نے حضور والسرائے کے پیغام تہنیت کے جواب میں خلوص دل سے شکریہ ادا کیا ہے۔

۱۸ دسمبر کو ایس۔ پی۔ ایس کے ہال لاہور میں خواتین لاہور کا ایک جلسہ زیر صدارت لیڈی شفیع منعقد ہوا۔ اس جلسے میں مس میو کی کتاب "مدر انڈیا" اور اس کی مصنفہ کے خلاف اظہار نفرت کا رزولیوشن منظور کیا گیا۔

نمائشی گاڑی

یہ ڈیمونسٹریشن ٹرین پنجاب کے محکمہ جات صنعت۔ زراعت۔ صحت عامہ۔ ویٹرنری اور کواپریٹو سوسائٹیوں کے اشتراک کے ساتھ نارتھ ویسٹرن ریلوے نے جاری کی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ موجودہ زمانے کی پیداوار کے طریقوں سے دیہاتیوں اور دوسرے لوگوں کو صوبے کے دور دراز حصوں میں واقفیت بہم پہنچائی جائے۔ اس میں ریلوے کی ورکشاپوں کے مختلف قسم کے نمونے رکھے گئے ہیں۔ مثلاً ریلوے گاڑی کی تعمیر کے مختلف مرحلوں کا کام۔ انجن کے کام کرنے کا طریقہ۔ اور کسی اسٹیشن سے "ہیوپر الیکٹرک کی ٹرانسمٹر" کے ذریعے ریلوے ٹرینوں کی روانگی اور آمد کے متعلق طریقے۔ اس گاڑی کے اندر دلکش رنگین پوسٹر اور بہت سی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ ان تصویروں میں اُن دلچسپ مقامات کے حالات درج ہیں۔ جو نارتھ ویسٹرن ریلوے پر واقع ہیں۔ گاڑی کے ایک حصے میں اشاعتی لٹریچر رکھا گیا ہے۔ اور گاڑی کا انچارج انسپکٹر ریلوے سفر کے متعلق تمام سوالات کا جواب دیتا ہے۔ گاڑی کے ایک اور حصے میں صوبے کی وہ چیزیں رکھی ہیں۔ جن کی ریلوے کو ضرورت رہتی ہے۔ ان مختلف چیزوں کی اقسام اور مقدار وغیرہ کے متعلق واقفیت حاصل ہونے سے مقامی چیزوں کی پیداوار کو ترقی ہوگی۔ گاڑی کے ایک اور حصے میں اپنی حفاظت کے متعلق مفید نقشے نمایاں کئے گئے ہیں۔ اور اس سے دیکھنے والوں کو بہت کچھ مفید واقفیت حاصل ہوگی۔ یہ نقشے ایسے ہیں۔ جو خواندہ اور ناخواندہ دونوں قسم کے لوگوں کی سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ اس گاڑی کے ایک اور حصے میں تعلیم و تربیت کے نقطۂ نظر سے متحرک تصاویر بھی دکھائی جاتی ہیں۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نمائشی گاڑی کے پروگرام کا خلاصہ

برائے ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء و جنوری و فروری سنہ ۱۹۲۸ء

نام اسٹیشن	وقت آمد	وقت روانگی	تاریخ	قیام
	گھنٹہ - منٹ	گھنٹہ - منٹ		دن - گھنٹے - منٹ
لاہور		۵ - ۳۰	۲ - ۱۲ - ۱۹۲۷	
اٹاری	۶ - ۳۰		۲ - ۱۲ - ۱۹۲۷	۰ - ۲۲ - ۴۵
〃		۴ - ۴۵	۳ - ۱۲ - ۱۹۲۷	
ترنتارن	۷ - ۰		۳ - ۱۲ - ۱۹۲۷	۱ - ۲۰ - ۱۵
〃		۳ - ۱۵	۵ - ۱۲ - ۱۹۲۷	
قصور	۶ - ۱۵		۵ - ۱۲ - ۱۹۲۷	۱ - ۱۷ - ۳۹
〃		۲۳ - ۵۴	۶ - ۱۲ - ۱۹۲۷	
پاکپٹن	۶ - ۲۰		۷ - ۱۲ - ۱۹۲۷	۱ - ۱۵ - ۵۰
〃		۲۲ - ۱۰	۸ - ۱۲ - ۱۹۲۷	
فیروزپور شہر	۶ - ۵۰		۹ - ۱۲ - ۱۹۲۷	۰ - ۲۱ - ۵۵
〃		۳ - ۴۵	۱۰ - ۱۲ - ۱۹۲۷	
فاضلکا	۶ - ۵۵		۱۰ - ۱۲ - ۱۹۲۷	۱ - ۲۱ - ۰
〃		۳ - ۵۵	۱۲ - ۱۲ - ۱۹۲۷	

نام اسٹیشن	وقت آمد	وقت روانگی	تاریخ	قیام
	گھنٹہ۔ منٹ	گھنٹہ۔ منٹ		دن۔ گھنٹے۔ منٹ
ابوہر	۷ — ۰		۱۲ — ۱۲ — ۱۹۲۶	۱ — ۱۵ — ۱۶
〃		۲۲ — ۱۶	۱۳ — ۱۲ — ۱۹۲۶	
حصار	۵ — ۴۵		۱۴ — ۱۲ — ۱۹۲۶	۱ — ۲۱ — ۳۹
〃		۳ — ۲۴	۱۶ — ۱۲ — ۱۹۲۶	
لوٹہانہ	۷ — ۰		۱۶ — ۱۲ — ۱۹۲۶	۰ — ۱۸ — ۳۰
〃		۲ — ۳۰	۱۷ — ۱۲ — ۱۹۲۶	
رہتک	۶ — ۳۵		۱۷ — ۱۲ — ۱۹۲۶	۲ — ۰ — ۰
〃		۶ — ۳۵	۱۹ — ۱۲ — ۱۹۲۶	
سانپلہ	۷ — ۲۰		۱۹ — ۱۲ — ۱۹۲۶	۰ — ۱۹ — ۱۵
〃		۲ — ۳۵	۲۰ — ۱۲ — ۱۹۲۶	
سونی پت	۶ — ۳۰		۲۰ — ۱۲ — ۱۹۲۶	۰ — ۲۳ — ۳۳
〃		۶ — ۳	۲۱ — ۱۲ — ۱۹۲۶	
پانی پت	۷ — ۱۵		۲۱ — ۱۲ — ۱۹۲۶	۱ — ۲۲ — ۱۵
〃		۶ — ۱۰	۲۳ — ۱۲ — ۱۹۲۶	
کرنال	۷ — ۰		۲۳ — ۱۲ — ۱۹۲۶	۰ — ۱۵ — ۲۰
〃		۲۲ — ۲۰	۲۳ — ۱۲ — ۱۹۲۶	
جگراؤں	۷ — ۵		۲۴ — ۱۲ — ۱۹۲۶	۱ — ۲۳ — ۵
〃		۶ — ۱۰	۲۶ — ۱۲ — ۱۹۲۶	
موگا تحصیل	۷ — ۰		۲۶ — ۱۲ — ۱۹۲۶	۱ — ۱۹ — ۴۰
〃		۲ — ۴۰	۲۸ — ۱۲ — ۱۹۲۶	
نکودر	۶ — ۵۵		۲۸ — ۱۲ — ۱۹۲۶	۰ — ۲۰ — ۲۰
〃		۳ — ۱۵	۲۹ — ۱۲ — ۱۹۲۶	

نام اسٹیشن	وقت: آمد (گھنٹہ ـ منٹ)	وقت: روانگی (گھنٹہ ـ منٹ)	تاریخ	قیام (دن ـ گھنٹے ـ منٹ)
راہوں	۷ ـ ۱۰	۲ ـ ۰	۲۹ ـ ۱۲ ـ ۱۹۲۷ ۳۰ ـ ۱۲ ـ ۱۹۲۷	۰ ـ ۱۸ ـ ۵۰
ہوشیارپور	۵ ـ ۴۵	۲۳ ـ ۰	۳۰ ـ ۱۲ ـ ۱۹۲۷ ۳۰ ـ ۱۲ ـ ۱۹۲۷	۰ ـ ۱۷ ـ ۱۵
دسوہا	۳ ـ ۱۰	۲۳ ـ ۱۵	۳۱ ـ ۱۲ ـ ۱۹۲۷ ۱ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸	۱ ـ ۲۰ ـ ۵
بٹالہ	۶ ـ ۴۵	۶ ـ ۳	۲ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸ ۳ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸	۰ ـ ۲۳ ـ ۱۸
گورداسپور	۶ ـ ۵۵	۲۲ ـ ۳۰	۳ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸ ۳ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸	۰ ـ ۱۵ ـ ۳۵
جڑانوالہ	۵ ـ ۰	۲۲ ـ ۴۰	۴ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸ ۵ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸	۱ ـ ۱۷ ـ ۴۰
کمالیہ	۲ ـ ۴۰	۲۳ ـ ۲۰	۶ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸ ۶ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸	۰ ـ ۲۰ ـ ۴۰
ٹوبہ ٹیک سنگھ	۲ ـ ۳۰	۲۳ ـ ۲۵	۷ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸ ۸ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸	۱ ـ ۲۰ ـ ۵۵
لائل پور	۲ ـ ۲۰	۲۳ ـ ۳۰	۹ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸ ۹ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸	۰ ـ ۲۱ ـ ۱۰
حافظ آباد	۳ ـ ۰	۲۳ ـ ۱۰	۱۰ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸ ۱۰ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸	۰ ـ ۲۰ ـ ۱۰
سمبڑیال	۳ ـ ۰	۲۳ ـ ۴۵	۱۱ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸ ۱۱ ـ ۱ ـ ۱۹۲۸	۰ ـ ۲۰ ـ ۴۵

نام اسٹیشن	وقت — آمد (گھنٹہ — منٹ)	وقت — روانگی (گھنٹہ — منٹ)	تاریخ	قیام (دن — گھنٹے — منٹ)
پسرور	۲ — ۰	۲ — ۴۵	۱۲—۱—۱۹۲۸ ۱۳—۱—۱۹۲۸	۱ — ۰ — ۴۵
گجرات	۶ — ۱۶	۵ — ۰	۱۳—۱—۱۹۲۸ ۱۴—۱—۱۹۲۸	۰ — ۲۲ — ۴۴
بہاؤالدین	۷ — ۲۰	۲۳ — ۱۵	۱۴—۱—۱۹۲۸ ۱۵—۱—۱۹۲۸	۱ — ۱۵ — ۵۵
پنڈ دادنخاں	۱ — ۰	۲۳ — ۱۵	۱۶—۱—۱۹۲۸ ۱۶—۱—۱۹۲۸	۰ — ۲۲ — ۹
خوشاب	۱ — ۵۰	۲۳ — ۲۰	۱۷—۱—۱۹۲۸ ۱۷—۱—۱۹۲۸	۰ — ۲۱ — ۳۰
میانوالی	۳ — ۱۰	۲۳ — ۲۹	۱۸—۱—۱۹۲۸ ۱۹—۱—۱۹۲۸	۲ — ۲۰ — ۹
لیہ	۵ — ۵	۲۳ — ۳۰	۲۰—۱—۱۹۲۸ ۲۰—۱—۱۹۲۸	۰ — ۱۸ — ۲۵
مظفرگڑھ	۳ — ۳۵	۲۳ — ۵۰	۲۱—۱—۱۹۲۸ ۲۲—۱—۱۹۲۸	۱ — ۲۰ — ۱۵
شجاع آباد	۱ — ۳۰	۲۳ — ۳۰	۲۳—۱—۱۹۲۸ ۲۳—۱—۱۹۲۸	۰ — ۲۲ — ۰
خانیوال	۳ — ۱۰	۲۳ — ۳۰	۲۴—۱—۱۹۲۸ ۲۵—۱—۱۹۲۸	۱ — ۲۰ — ۲۰
جھنگ مگھیانہ	۳ — ۴۵	۰ — ۲۵	۲۶—۱—۱۹۲۸ ۲۸—۱—۱۹۲۸	۱ — ۲۰ — ۴۰

نام اسٹیشن	وقت آمد (گ — م)	وقت روانگی (گ — م)	تاریخ	قیام (و — گ — م)
سرگودھا	۴ — ۳۵		۲۸—۱—۱۹۲۸	۱ — ۰ — ۲۵
"		۵ — ۰	۲۹—۱—۱۹۲۸	
بھلوال	۶ — ۰		۲۹—۱—۱۹۲۸	۱ — ۱۷ — ۰
"		۲۳ — ۰	۳۰—۱—۱۹۲۸	
جہلم	۵ — ۱۵		۳۱—۱—۱۹۲۸	۱ — ۱۷ — ۳۵
"		۲۲ — ۵۰	۱—۲—۱۹۲۸	
گوجرخاں	۳ — ۵۵		۲—۲—۱۹۲۸	۰ — ۱۹ — ۳۵
"		۲۳ — ۳۰	۲—۲—۱۹۲۸	
چکوال	۳ — ۳۵		۳—۲—۱۹۲۸	۰ — ۱۹ — ۵۵
"		۲۲ — ۴۵	۳—۲—۱۹۲۸	
حسن ابدال	۶ — ۲۵		۴—۲—۱۹۲۸	۱ — ۲۳ — ۵
"		۵ — ۳۰	۶—۲—۱۹۲۸	
کیمبل پور	۶ — ۳۸		۶—۲—۱۹۲۸	۱ — ۱۶ — ۳۴
"		۲۳ — ۱۰	۷—۲—۱۹۲۸	
اوکاڑہ	۱۸ — ۵۷		۸—۲—۱۹۲۸	۱ — ۸ — ۳۸
"		۳ — ۳۵	۱۰—۲—۱۹۲۸	
منٹگمری	۵ — ۰۰		۱۰—۲—۱۹۲۸	۱ — ۲۲ — ۳۰
"		۴ — ۳۰	۱۲—۲—۱۹۲۸	
چیچاوطنی	۶ — ۰۰		۱۲—۲—۱۹۲۸	۰ — ۲۲ — ۵۴
"		۴ — ۵۴	۱۳—۲—۱۹۲۸	
میاں چنوں	۶ — ۰۰		۱۳—۲—۱۹۲۸	۰ — ۱۷ — ۱۸
"		۲۳ — ۱۸	۱۳—۲—۱۹۲۸	
لاہور	۶ — ۰۰		۱۴—۲—۱۹۲۸	

بعدالت منشی محمد بشیر خاں صاحب تحصیلدار باختیارات اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم کیتھل ضلع کرنال

تلوک چند پسر درگا سہائے۔ رادھاکشن۔ مہاراج کشن پسران کالے رائے ذات کایستھ سکنہائے قصبہ کیتھل بذریعہ رادھاکشن مذکور مختار خاص ساکن حال ریاست فرید کوٹ پیشہ عرائض نویس فریق اول

بنام گنگا سہائے پسر بلدیو سہائے قوم کایستھ ساکن قصبہ کیتھل۔ جمنا سہائے پسر بلدیو سہائے قوم کایستھ ساکن قصبہ کیتھل حال مدرس بھوانی گڑھ تحصیل خاص ریاست پٹیالہ۔ فریق ثانی

درخواست بٹوارہ اراضی زرعی تعدادی [illegible] خام واقعہ رقبہ پٹی کایستھ سٹیھ کیتھل زیر دفعہ ۱۱۱ ایکٹ ۱۷ ۱۸۸۷ء

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی گنگا سہائے و جمنا سہائے تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں۔ اور روپوش ہیں اس لئے اشتہار ہذا جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر فریق ثانی مذکور تاریخ ۲۲ ماہ دسمبر ۱۹۲۷ء کو مقام کیتھل حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوگا۔ تو اس کی نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی۔

آج بتاریخ ۱۶ ماہ نومبر ۱۹۲۷ء بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

مہر عدالت　　　　　　　　دستخط حاکم

بعدالت منشی محمد بشیر خانصاحب تحصیلدار باختیارات اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم کیتھل ضلع کرنال

تلوک چند پسر درگا سہائے۔ رادھاکشن۔ مہاراج کشن پسران کالے رائے قوم کایستھ ساکن کیتھل بذریعہ رادھاکشن مذکور مختار خاص فریق اول

بنام گنگا سہائے ولد بلدیو سہائے ساکن کیتھل۔ جمنا سہائے ولد بلدیو سہائے قوم کایستھ ساکن کیتھل حال مدرس بھوانی گڑھ تحصیل خاص علاقہ مہاراجہ ریاست پٹیالہ فریق ثانی

درخواست بٹوارہ اراضی زرعی تعدادی [illegible] خام واقعہ رقبہ پٹی کایستھ سٹیھ کیتھل زیر دفعہ ۱۱۱ ایکٹ ۱۷ ۱۸۸۷ء

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی گنگا سہائے و جمنا سہائے فریق ثانی مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں۔ اور روپوش ہیں۔ اس لئے اشتہار ہذا جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر فریق ثانی مذکور تاریخ ۲۲ ماہ دسمبر ۱۹۲۷ء کو مقام کیتھل حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوگا۔ تو کارروائی مقدمہ یکطرفہ عمل میں آئیگی۔

آج بتاریخ ۱۶ ماہ نومبر ۱۹۲۷ء کو بدستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

مہر عدالت　　　　　　　　دستخط حاکم

اڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپالداس پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر تہذیب

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب النسواں

جو محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۳۰ | لاہور ہفتہ ۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۷ء | نمبر ۵۲

تہذیب نسواں

لاہور ۔ ہفتہ ۶ رجب المرجب ۱۳۴۶ھ

فہرست مضامین

مضمون	مصنف	صفحہ
مسلمانوں کی قومی سردردیں	خدیجۃ الکبریٰ	۱۰۶۷
جمیلی	آر ۔ کے	۱۰۶۹
تعلیمی پیشان	محمود الحسن	۱۰۷۱
اس پر ہمارے خیالات	سیدہ آپا زہرہ علی تاج	۱۰۷۲
شکر	فاطمہ بیگم	۱۰۷۷
تہذیب میں تبدیلیاں	منیجر	۱۰۷۹
انتقال پر ملال		۱۰۸۰
انجمن تہذیب نسواں بریلی	خدیجۃ الکبریٰ	۱۰۸۱
انجمن تہذیب نسواں کانپور	مشتاق فاطمہ	۱۰۸۱
واقعی معلومات		۱۰۸۳

آئین حکومت ہند

زنانہ کتابیں

نعمت خانہ

تمام ہندوستانی کھانوں کی کتاب + اس میں جملہ ہندوستانی کھانوں اور بعض انگریزی کھانوں اور اچار چٹنیوں کی مفصل و آزمودہ تراکیب لکھی گئی ہیں۔ باورچی خانے کے لوازم پر یہ ایک بہترین کتاب ہے قیمت عہ

ثالث بالخیر

یہ ایک ترکی فسانہ نگار احمد حکمت کے ناول کا ترجمہ ہے۔ جو ملک کے مشہور ادیب سید سجاد حیدر نے کیا ہے۔ ترکی فسانوں کی لطافت و نزاکت تمام دنیا میں مشہور ہے۔ قیمت ۸ر

خودکشی کی انجمن

مترجمہ عبدالمجید خاں صاحب سالک بی اے۔ الف لیلہ کو دیکھ کر مشہور و معروف مصنف آر ایل اسٹیونسن نے ایک اسی قسم کی کتاب مغربی حالات کے مطابق لکھی تھی۔ جو ہر ملک میں بے حد مقبول ہوئی + یہ اسی کتاب کی ایک کہانی کا سلیس و بامحاورہ ترجمہ ہے۔ نہایت دلچسپ اور پڑھنے کے قابل کتاب ہے۔ قیمت ۱۲ر

راجہ کا ہیرا

یہ بھی خودکشی کی انجمن کی طرح مشہور و معروف مصنف آر ایل اسٹیونسن کی کہانی کا ترجمہ ہے۔ جو عبدالمجید خاں صاحب سالک نے نہایت شستہ اردو میں کیا ہے + قیمت ۱۲ر

روشنک بیگم

ایک تعلیم یافتہ خاتون نے ایک ہندوستانی معزز خاندان کے حالات نہایت دلچسپ پیرائے میں لکھے ہیں۔ اور بتایا ہے۔ کہ تعلیم کی مدد سے کس طرح عزت۔ دولت اور ناموری حاصل ہوتی ہے۔ غم خوشی۔ پرانے اور نئے خیالات کا مقابلہ۔ سراغ رسانی۔ پولیس کی چالاکی۔ اور مغربی معاشرت کے ساتھ احکام شرعی کی پابندی ایسے ایسے باب اس قصے میں ہیں۔ کہ بڑے بڑے قابل دیکھ کر عش عش کرتے ہیں۔ قیمت عہ

پتہ۔ دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور

مسلمانوں کی چند قومی ضرورتیں

سائمن کمیشن

جو بہنیں روزمرہ اخبارات دیکھنے کی عادی ہیں۔ ان کو معلوم ہے۔ کہ انگلستان سے سات ممبروں کا ایک کمیشن یعنی وفد ہندوستان کے حالات کی تحقیقات کرنے کی غرض سے آرہا ہے + ہندو اس کو بائیکاٹ کرنے یعنی اس کمیشن سے بالکل قطع تعلق رکھنے کی زوروشور سے تحریک کر رہے ہیں۔ مگر مسلمان کثرت سے اس بات کے خواہشمند ہیں۔ کہ اپنی قومی ضرورتیں اس کمیشن کے سامنے پیش کر کے اپنی تکلیفیں دور کرنے کی کوشش کریں۔

کمیشن کا مطلب سمجھنے کے لئے کچھ حالات جاننا ضروری ہیں۔ وہ میں عرض کرتی ہوں + ہمارے ملک ہندوستان میں بعض ایسی خصوصیتیں ہیں جو دنیا کے پردے پر اَور کسی ملک میں نہیں پائی جاتیں + ہمارا ملک تقریباً دو ہزار میل لمبا اور دو ہزار میل چوڑا ہے۔ جس میں ۳۲ کروڑ کے قریب انسان آباد ہیں + اتنا بڑا ملک اور اتنی بڑی آبادی ایک زبردست حکومت کے ماتحت کامل امن و امان کی حالت میں دنیا میں اَور کہیں نہیں ہے اس ملک میں گرمی۔ جاڑا۔ برسات ہر موسم کے مہینے مقرر ہیں۔ یہ بات بھی کسی اَور ملک میں نہیں پائی جاتی +

دنیا میں جگہ جگہ جس قدر مذہب پائے جاتے ہیں۔ ان سب کے ماننے والے ہمارے ملک میں آباد ہیں + اس ملک میں رنگ رنگ کی ایک سَو پینتالیس بولیاں بولی جاتی ہیں۔ جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں + ہر قسم کی آب و ہوا ملک کے مختلف حصوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ باتیں اَور کسی ملک میں نہیں ہیں +

تاریخ سے اس بات کا بالکل پتہ نہیں چلتا۔ کہ ہندوستان میں ملک کے اصلی باشندوں کی کبھی حکومت قائم ہوئی ہو + اس وقت جو لوگ اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں۔ یہ سب اس آریہ قوم کی اولاد ہے۔ جو کئی ہزار برس پیشتر وقتاً فوقتاً ایران کی طرف سے ہندوستان کے راستہ ہو کر شمال و مغرب سے ہندوستان میں آتی رہی + اس قوم نے ہندوستان میں داخل ہو کر یہاں کے اصلی باشندوں کو یا تو اپنا غلام بنا لیا۔ یا ان کو مغلوب کر کے پہاڑوں اور جنگلوں میں بھگا دیا۔ جیسے بھیل گونڈ۔ بھانتو اور مینے وغیرہ اب تک جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے ہیں + آریہ قوم میں بعض بڑے بڑے راجہ دسرتھ۔ رام چندرجی۔ چندرگپت اور اشوک جیسے ہوئے ہیں +

آریوں کے بعد ہندوستان میں مسلمان آئے جنہوں نے تقریباً ہزار برس تک ہندوستان پر حکومت کی۔ بعض بادشاہوں کا سارے ہندوستان

پر قبضہ رہا۔ مسلمانوں کے بعد ملک انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ ہندو چونکہ ہزار برس تک غیر حکومت میں بسر کر چکے تھے۔ ان کو دوسری قوم کی ماتحتی کی عادت پڑ چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے خوشی خوشی انگریزی حکومت کو قبول کیا۔ اور بہت جلد انگریزی تعلیم پا کر حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر قابض ہو گئے۔ اور اس طرح حکومت کے برابر کے شریک بن گئے۔

مسلمان مدتوں تک تو اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کا سوگ کرتے رہے۔ اور پھر انگریزی تعلیم سے نفرت کرنے لگے۔ لہٰذا وہ انگریزی تعلیم میں ہندوؤں سے بہت پیچھے رہ گئے۔ اور ہندوؤں کی طرح انگریزوں میں اپنا رسوخ نہ جما سکے۔ ہندوستان کی ۳۲ کروڑ آبادی میں ایک تہائی کے قریب پر تو دیسی ریاستوں یعنی راجوں۔ نوابوں کی حکومت ہے۔ ۲۲ کروڑ آبادی انگریزی علاقے میں ہے۔ اس میں سے صرف سات کروڑ کے قریب مسلمان ہیں۔ بنگالہ اور پنجاب دو صوبوں میں تو مسلمان تعداد میں ہندوؤں سے زیادہ ہیں۔ مگر اور صوبوں میں مسلمان آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔

سنہ ۱۹۲۰ء تک تو ملک پر انگریز خود حکومت کرتے تھے۔ اور ان کی نظر میں ہندو اور مسلمان دونوں برابر تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو حکومت کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ مگر جنوری سنہ ۱۹۲۱ء سے طریقہ حکومت میں کچھ اصلاحات عمل میں آئیں۔ یعنی انگریزوں نے ہر صوبے میں حکومت کے کچھ صیغے مثلاً تعلیم۔ صنعت و حرفت۔ صحت عامہ وغیرہ انتظام کرنے کے لئے ہندوستانیوں کے سپرد کر دئے ہیں۔ اور ان صیغوں پر حکومت کرنے کے لئے گورنروں کے ہندوستانی وزیر مقرر ہوتے ہیں۔ جو اپنی رائے سے ان صیغوں کا انتظام کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ہر ہر صوبے میں قانون بنانے والی بڑی بڑی کونسلیں قائم ہو گئیں۔ جن کو انگریزوں کی حکومت پر نکتہ چینی کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

چونکہ ملک میں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کونسلوں میں بھی ہندوؤں کی تعداد غالب ہے۔ اور وزیروں میں بھی زیادہ تر ہندو ہیں۔ پھر حال میں ہندوؤں نے سنگھٹن اور اور شدھی کی جو نئی تحریکیں جاری کیں۔ انہوں نے ہندو مسلمانوں کے آپس میں دل پھاڑ دئے۔ اور آپس کی دشمنی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ غرض ایک طرف تو ہندو مسلمانوں میں دشمنی پیدا ہوئی۔ دوسری طرف ہندو حکومت میں انگریزوں کے برابر کے شریک ہو گئے۔ لہٰذا مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ جو لازمی تھا۔ اور برابر پہنچ رہا ہے۔

سنہ ۱۹۲۱ء سے حکومت میں جو اصلاحات ہوئی تھیں۔ اور قانون ساز کونسلیں بنی تھیں۔ اور وزیر مقرر ہوئے تھے۔ ان کی جانچ پڑتال کے لئے ولایت سے یہ کمیشن آ رہا ہے۔ کہ دیکھیں سات آٹھ برس

میں ہندوستانیوں نے ان صیغوں کا جواں کے سپرد کئے گئے تھے۔ کیسا انتظام کیا۔ اگر انہوں نے اچھا انتظام کیا۔ تو ان کے اختیارات اَور بڑھا دئے جائیں۔ ورنہ جو کچھ مناسب ہو۔ وہ کیا جائے۔ چونکہ ہندوؤں کو اندیشہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو ان سے بہت سی شکایتیں ہیں۔ اس لئے بجائے اس کے کہ کمیشن کو صحیح صحیح حالات بتلاتے اور اپنی مشکلات کمیشن سے بیان کرتے۔ طرح طرح کے عذر کھڑے کرکے کمیشن کو بائیکاٹ کروانے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ وہ دھمکی میں آکر دب جائے۔ اور تحقیقات کے وقت بال کی کھال نہ نکالے۔

مصیبت یہ ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں کو بھی یہی ترغیب دے رہے ہیں۔ کہ مسلمان بھی کمیشن کو بائیکاٹ کر دیں۔ مہاتما گاندھی نے جب انگریزی حکومت کا بائیکاٹ کیا تھا۔ تب بھی ہندوؤں نے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ جس کا آج تک مسلمان نقصان اُٹھا رہے ہیں۔ اُمید ہے۔ کہ پچھلے تجربے سے فائدہ اُٹھا کر اس دفعہ مسلمان ہوشیار رہیں گے۔ اور ہندوؤں کے کہنے میں نہ آئیں گے۔ اور کمیشن کو بائیکاٹ نہ کریں گے۔ بلکہ کمیشن سے اپنی سرگزشت بیان کرکے اپنی بہبود کی کوشش کریں گے۔

پنجاب کے مسلمان تو سب اسی خیال پر متفق ہیں۔ اَور صوبوں میں بھی مسلمانوں کی طرف سے یہی کوشش ہو رہی ہے۔ کہ اپنا حال کمیشن سے بیان کریں۔ خدا ایسا ہی کرے۔ اور مسلمانوں کو نفع پہنچے۔ مسلمانوں کی یہ جدید قومی ضرورت ہے۔ خدا کامیاب کرے۔ آمین!

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ۔ از بریلی

مدیر۔ آیندہ پرچہ میں سائمن کمیشن پر تفصیل سے اظہار خیال کیا جائے گا۔

جمیلی

جمیلی میرا دوست! آہ۔ اس کی ناکام زندگی کا نقشِ حزیں دل سے کبھی نہ مٹے گا۔ اس کی وہ تین ملاقاتیں جن میں انقلاباتِ عظیم مُضمر تھے۔ مجھے اب تک یاد ہیں۔ انہیں ہمیشہ یاد رہنا چاہئے۔ کیونکہ جس طرح اس کی ذات میرے لئے دُنیا کے عزیز تر عزیزوں سے عزیز تھی۔ اسی طرح اس کی وہ ملاقاتیں میرے لئے باعثِ سکونِ قلب ہیں ——

آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا۔ شفق کی سُنہری چھاؤں میں اپنے کمپ ٹیبل کے قریب بیٹھا میں اخبار دیکھ رہا تھا۔ اندر تاریکی ہو جانے کے باعث میں نے بجلی کا لیمپ روشن کر دیا تھا اس کی سکون بخش چمکدار روشنی پردوں پر۔ نیز لیمپ پر اور چھن چھن کر کچھ دور تک باہر کی دل کش فضا پر پڑ رہی تھی۔ اس سے ایک کیفِ دل آویز پیدا

ہو گیا تھا۔ اخبار میرے ہاتھ میں تھا۔ اور میں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ کبھی اسے دیکھ کر نظریں عالم استغراق میں فرش نیلگوں پر جا پڑتیں۔ اور میں استغراق محویت اور خوشی میں کھو جاتا۔

اتنے میں پردہ اٹھا۔ اور خوش رو جمیلی ایک نفیس کوٹ پہنے اندر داخل ہوا۔ میری نظریں ایک بارگی اٹھیں۔ اور اسے دیکھتے ہی "ارے جمیلی تم کیسے؟" حیرت سے کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بغل گیر ہو گیا۔ اس وقت خوشی اور رقت سے دل بھرا ہوا تھا۔ زبان سے الفاظ نہ نکلتے تھے۔ ایک عزیز دوست کو عرصہ دراز کے بعد اس طرح یکایک پا لینا دل کو جذبات گوناگوں میں ڈبا رہا تھا۔ جمیلی میری عجیب کیفیت دیکھ کر مسکرایا۔ اس نے اپنا خوب صورت ہاتھ محبت سے میرے شانے پر رکھ دیا۔ اور کہا "آج اتفاقیہ آنا ہو گیا۔ رات دو بجے میل سے ڈیرہ دون جا رہا ہوں۔ چند گھنٹے کے لئے تمہیں دیکھنے اتر پڑا۔ عرصہ سے دیکھا نہ تھا۔ دل چاہتا تھا!"

میں نے کہا "نہیں آج میں ہرگز نہ جانے دوں گا۔ کتنے دنوں کے بعد ملاقات ہوتی ہے۔ پھر بھی دل بھر کے نہ دیکھوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

جمیلی نے مسکرا کر کہا "خیر دیکھا جائے گا۔ ابھی سے فکر کی کیا بات ہے؟" میں نے محبت سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اپنے پاس بٹھا کے باتیں شروع کیں۔ لیکن دل میں ایک اضطراب۔ بے چینی اور فکر سی تھی۔ آج ہی جدا ہو جانے کے خیال سے میرا حال کچھ عجیب ہوا جا رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اسے روکنے کی ہر چند کوشش کی۔ لیکن جمیلی پہلے ٹالتا رہا۔ اور پھر بہت معذرت اور خوشامد سے اجازت حاصل کر لی۔ کیونکہ سرکاری ضرورت تھی اور رکنا کسی طرح نہ ہو سکتا تھا۔

شب کو کھانے میں میں نے بہ عجلت تمام جس قدر پر تکلف چیزیں تیار ہو سکتی تھیں۔ تیار کرا لیں۔ میز پر مختلف قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد کھانے سے جب فارغ ہوئے جمیلی کا ہاتھ پکڑ کے میں باہر نکل آیا۔ چاند اپنا ہلکا ہلکا عکس برسا رہا تھا۔ اور ستارے خاموش تھے۔ ہوا کی سبک رفتار لہریں طمانیت سکون سے چل چل کے دلوں کو خوشیوں سے بھر رہی تھیں۔ ہم ٹہلتے ٹہلتے بہت دور نکل گئے۔ میں نے باتوں میں جمیلی سے شادی کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ اور کہا۔ میری آرزو ہے۔ کہ تمہیں خانہ آباد دیکھوں۔ خوشی اور چین سے زندگی بسر کرو۔ بفضل خدا ہر طرح اطمینان سے اعلیٰ عہدہ پر ممتاز ہو۔ جلد شادی کر لینا چاہئے۔

جمیلی نے مسکرا کر کہا "ہاں مجھے خود فکر ہے" میں نے ایک دل خوش کن ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ اور اس کے ہاتھ کو خوب زور سے دباتے ہوئے کہا "اچھا یہ بات ہے۔ پھر کر لو نہ۔ مانع کیا بات ہے؟"

جمیلی نے کہا "مس عائشہ حامد سے واقف ہو؟ عرصہ سے ان کے ساتھ شادی کرنے کی میری خواہش

ہے۔ لیکن ان کے والد کرنل صاحب ابھی تک راضی
نہیں۔ تاہم انہوں نے خود مجھے اطمینان دلا رکھا ہے
کہ امسال کالج سے آنے کے بعد وہ بالضرور انہیں
راضی کرلیں گی۔ اسی وقت شادی ہوگی۔ چند روز
اور انتظار کرو" میں مسکرایا۔ اور کہا "ہاں ایسی خوشی
بھری شادی کے لئے میں بہت خوشی سے اتنا
عرصہ اور انتظار کرنے کو تیار ہوں۔ خدا کرے حامد
صاحب راضی ہو جائیں"۔

جمیلی نے کچھ عجیب خود فراموشانہ لہجے میں آہستہ
سے کہا "آمین!"

میں نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ اور پھر غرق
خیال ہو کر نظریں جھکا لیں۔ اس کے بعد پھر کچھ باتیں
نہ ہوئیں۔ جمیلی کی خاموشی نے میرے لبوں پر بھی مہر
سکوت لگا دی۔ اور کچھ دیر اور ٹھہر کر دونوں واپس
ہو گئے۔

میں نے جمیلی کی مسہری اپنی مسہری کے قریب
لگوائی۔ اور تمام رات جاگتا رہا۔ مختلف قسم کی
باتیں ہوتی رہیں۔ پونے دو بجے کے قریب بالآخر
مجبوراً اُٹھنا پڑا۔ موٹر تیار تھا۔ میں جمیلی کو رخصت
کرنے اسٹیشن تک ساتھ آیا۔ اور جب تک ٹرین چھوٹی
نہیں۔ درجے میں اس کے پاس سیٹ پر بیٹھا رہا
آخری سیٹی پر اُٹھا۔ اور باچشم پُرآب رخصت ہوا۔

یہ ان تین ملاقاتوں میں پہلی ملاقات تھی۔ جو چند
گھنٹے کی ہوئی۔ اس شب کو میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔
کہ یہ کیا ہوا۔ ایکبارگی اتفاقیہ اس کا آنا۔ اور پھر
اتنی جلد واپس چلا جانا۔ ایک خواب تھا۔ صرف خواب!

دوسری ملاقات بمبئی کے عظیم الشان پلیٹ فارم
پر میں آہستہ آہستہ ٹہل رہا تھا۔ مسافروں کا ایک لشکر
عظیم تھا۔ جو دریائے ذخار کی طرح اُبلتا چلا آتا
تھا۔ طرح طرح کی صورتیں نئی نئی وضعیں میں دیکھنے
میں محو تھا۔ اتنے میں میل رُکا۔ میری نظریں کشش
برقی کے ساتھ ایک بارگی فرسٹ کلاس کے کھلتے
ہوئے پٹ پر جا پڑیں۔ ایک شفاف ہاتھ اسے
کھول کر پھر اندر چلا گیا۔ میں نے دیکھا۔ میری روح
کو کیف دل آویز میں ڈبو دینے والا جمیلی نوعروس
بیوی عائشہ کو ساتھ لئے اُتر پڑا۔ محبت کا لطیف
پرتو اس کی بے مثل مردانہ خوب صورتی کو فروغ
دے رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں قیمتی ٹوپی تھی۔ اور دوسرے
میں اس نے عائشہ کا نازک ہاتھ لے رکھا تھا۔ میں
عالم بیتابی میں چند قدم آگے بڑھا۔ جمیلی نے مجھے
دیکھتے ہی ایک مسرور عجلت سے اپنے قدم میری
جانب بڑھا دئے۔ ہم دلی مسرت کے ساتھ ایک
دوسرے سے ملے۔ جمیلی نے بیوی کو مخصوص طور پر مجھ
سے انٹروڈیوس کرایا۔ میں نے جمیلی کو ایسی حسین
تعلیم یافتہ بیوی پانے کی بڑے زور سے مبارکباد
دی۔ شادی میں ایک اتفاقیہ وجہ سے میں شرکت
نہ کرسکا تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں مجھے یورپ جانا
پڑ گیا تھا۔ جمیلی کی اگرچہ میری بے پایاں محبت اور

ذاتی تعلقات کو دیکھتے ہوئے خواہش تھی۔ کہ میری لیسی کے بعد شادی ہو۔ اور میں ضرور شریک ہوں۔ لیکن میں نے روک دیا تھا۔ اور اب وہاں سے واپسی کے بعد ملنے جانے کا قصد تھا۔ کہ اتفاقاً اس طرح مل گئے۔

جمیلی نے مسکرا کر کہا۔ "پیارے دوست عائشہ تم سے بہت شاکی ہیں۔ اور تمہارا وہ تحفہ جو تم نے یورپ سے بھیجا تھا واپس کر دینا چاہتی ہیں۔ کیونکہ تم ان سے ملنے نہیں آئے۔" میں نے خوب زور سے ہنس کر کہا۔ "اوہو اس قدر ناراضی! لیکن میری مجبوریاں ظاہر ہیں۔ کیا کر سکتا تھا۔ جب تک ممکن نہ ہو۔ کیسے آتا؟ ہاں اب قصد تھا۔ در کرسمس کی تعطیل میں ضرور آتا۔ کیا یہ بھی قیاس میں آسکتا ہے۔ کہ تمہاری بیوی سے اور میں کسی خاص رکاوٹ کے بغیر ملنے نہ آؤں؟ خیر کیا حرج ہے۔ دیکھنا ہی مقصد تھا نہ کسی طرح سہی۔ ہماری ملاقات اسی طرح اتفاقیہ ہونا تھی۔" عائشہ مسکرائیں۔ اور مجھے دیکھ کر کہا۔ "نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس ملاقات کا کوئی شمار نہیں۔ آپ کو ایک مرتبہ مخصوص طور پر لامحالہ اب بھی آنا ہوگا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "آپ کی خوشی مجھے ہر طرح منظور ہے۔ انشاء اللہ ضرور آؤں گا۔ لیکن اب اس وقت تو میری کوٹھی چلئے۔ کیوں جمیلی مجھے اُمید ہے۔ میری خواہش ہرگز رَد نہ کرو گے۔" جمیلی نے کہا۔ "نہیں اتنی مجال کہاں؟ نہ یہ ممکن ہے۔ میں تمہاری خوشی ہر طرح کرنے کو تیار ہوں۔ مگر ہم ایک خاص ضرورت سے آئے ہیں۔ اس لئے اس وقت تو معافی چاہتے ہیں۔ واپسی پر آئیں گے۔" انہوں نے ہر چند عذر کیا۔ لیکن میں نے نہ مانا۔ اور یہ اصرار یہ کہہ کر۔ کہ قیام وہیں ہونا چاہئے ضرورت کوئی بھی ہو۔ انہیں اپنے ساتھ کوٹھی لے آیا۔

چونکہ دوسرے روز اپنے کام سے فراغت پا کے انہیں واپس جانا تھا۔ اس لئے اسی دن شب کو میں نے ایک پُر تکلف ڈنر دیا۔ معزز اصحاب اور احباب شریک ہوئے۔۔۔۔

یہ ہماری دوسری ملاقات تھی۔ بڑی پُر کیف اور لطیف۔ جمیلی کو خوش و خرم زندگی بسر کرتے دیکھ کر میں بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے کتنی خوشی ہوئی۔ وہ اپنی بیوی کو اس قدر چاہتے تھے۔ جس کا اندازہ کوئی دوسرا دل نہیں کر سکتا۔ میں عائشہ سے مل کر ان کے ذاتی اوصاف سے بھی بہت خوش ہوا۔

اس کے بعد جب میں آخری مرتبہ جمیلی سے ملا۔ اور جس پریشان حالت میں اسے دیکھا۔ نہیں سمجھ سکتا۔ اس کا اظہار کس طرح کروں۔ شادی کا دوسرا سال اور حسین محبت کرنے والی بیوی کی جوانمرگی! ارتعاش غم سے میرے دل کی اس وقت کچھ عجیب کیفیت تھی۔ اور اب تک ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ واقعی اس کے دل کا کیا حال ہوگا۔ اور جو ہوا۔ وہ کیا بعید از قیاس تھا۔

گورِ غریباں کی حسرت ناک خموشی شام کے عالم سکون میں شمول تھی۔ اور دیوانہ محبت جمیلی اس نئے

سنگ مزار سے جس میں اس کی ہزاروں تمنائیں اور گراں قدر آرزوئیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو چکی تھیں لپٹا ہوا رو رہا تھا۔ بال گرد میں اٹے ہوئے تھے۔ چہرہ پر مایوسی محزون جھلک رہی تھی۔ اور دل وفورِ الم سے پاش پاش تھا ۔ وہ دن اور آج کا دن پھر میں نے اسے نہ دیکھا۔ وہ دنیا کے کسی پردہ میں کھو گیا معلوم نہیں۔ آہ اس سے ملنے کو آج تک روح بیتاب ہے . . . .

آر۔ کے

تعلیمی چیستان

غالباً "تعلیمی چیستان" میرا سب سے پہلا مضمون ہے جس نے تہذیب نسواں میں اختلاف رائے اور گرم مباحثہ کی شکل اختیار کر لی ہے ۔ بدقسمتی سے اس مضمون سے اکثر مضمون نگار ناظرین کو غلط فہمی ہوئی۔ پہلے تو اس کا مقصد یہ سمجھا گیا۔ کہ میں زنانہ کالج علی گڑھ کا مخالف ہوں۔ اور اس کی تخریب کے درپے ہوں ۔ میں نے اس غلط فہمی کو مشرح طور پر اپنے مضمون ۳ دسمبر ۱۹۲۷ء کے تہذیب میں صاف کر دیا۔ اور یہ ظاہر کر دیا۔ کہ اس قسم کا کوئی منشا میرے مضمون کا نہیں۔ بلکہ میں اس درسگاہ کا اتنا ہی بہی خواہ ہوں۔ جتنی محترمہ خدیجہ اکبری یا نذر سجاد صاحبہ ہو سکتی ہیں ۔

اب رہی اصولی بحث کہ آیا میری گزارش۔ کہ اصول پردہ داری میں ترمیم کر کے اس کی اجازت دی جائے۔ کہ جو مرد (یقیناً مردوں سے مراد مخلص اور باعزت مردوں سے لیتا ہوں۔ اور ان کی تعداد کو محدود نہیں سمجھتا۔) وہاں کے حالات کا بچشم خود اندازہ کرنا چاہیں۔ تو بسہولت کر سکیں کہاں تک قابل پذیرائی ہے؟ علی گڑھ زنانہ کالج کو اپنے مقاصد کی اشاعت میں یہ سہولت حاصل ہے۔ کہ مسلم یونیورسٹی کے طلباء اگر وہ کالج کے حالات سے واقف ہوں۔ اور وہاں کی خوبیوں سے آگاہ ہو جائیں۔ تو ان کا تذکرہ ملک کے ہر گوشہ میں پہنچا سکتے ہیں۔ اور اس طرح جو کام ہزارہا اعلانات اور اخباروں میں رپورٹیں اور مضامین شائع کرنے سے بھی بمشکل نکل سکتا ہے۔ نہایت آسانی سے پورا ہو جائے گا ۔ زنانہ کالج کے مقاصد کی اشاعت سے یہی فائدہ نہیں ہوگا۔ کہ صرف ایک مخصوص کالج میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔ بلکہ عام طور پر تعلیم نسواں کی تحریک کو اس سے امداد ملے گی۔ اور دوسرے مقاموں پر بھی لوگ کالج اور مدرسوں کے قیام کے مسئلوں پر غور کرنے لگیں گے ۔

اس تحریر کو اس قدر تنگ خیالی کے ساتھ نہیں دیکھنا چاہئے۔ کہ اگر گرلز کالج کے محدود بورڈنگ ہاؤس میں رہائش کی گنجائش نہیں ہے تو اب تعلیم نسواں کی تحریک ہی کو ملتوی رکھا جائے

یقیناً اب خیال ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتا ہے۔ جو ایک پبلک کام کو محض ذاتی تفاخر اور طلب شہرت کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

محترمہ شیخ عبداللہ صاحب کی تکلیف فرمائی سے اتنا ضرور ہوا۔ کہ ناظرین تہذیب کو یہ علم ہو گیا۔ کہ میری ناچیز تجویز پر کسی نہ کسی حد تک عمل درآمد کرنے کا امکان ہے۔ ورنہ خدیجۃ الکبرےٰ صاحبہ اور مخدومہ مشفقہ نذر سجاد صاحبہ تو سرے سے اس تجویز کے امکان ہی سے انکار کر رہی تھیں۔ نتیجہ۔ دونوں خواتین کو اس تجویز کے امکان سے ہرگز انکار نہیں ہے۔ بحث صرف پردے اور بے پردگی کی تھی۔ شیخ عبداللہ صاحب پردہ کروا کر ہر وقت مدرسے کا معائنہ کروانے کو تیار ہیں۔ مگر آپ نے تو اپنے پہلے مضمون میں مدرسے کا معائنہ نہیں۔ بلکہ لڑکیوں کے معائنہ کا بھی مشورہ دیا تھا جس کو نہ دونوں خواتین قابل عمل سمجھتی ہیں۔ اور نہ شیخ صاحب نے قابل عمل سمجھا۔

مجھے افسوس ہے۔ کہ میں اس مبارک ساعت میں نوٹس بورڈ تک نہ پہنچ سکا۔ جب زنانہ کالج کی طرف سے معائنہ کی اجازت عام کر دی گئی تھی۔ اس لئے اس اعزاز سے محروم رہا۔ جو ان ۲۰ طلباء کو حاصل ہو گیا۔ ساتھ ہی میں اپنے ذرائع معلومات محدود ہونے کا بھی افسوس کرتا ہوں۔ کہ باوجود یونیورسٹی کی پبلسٹی (اشاعت) کی ایک شاخ میرے چارج میں ہونے کے اور فری پریس آف انڈیا کے نمایندے کی حیثیت سے و نیز کئی اخبارات کے نامہ نگار ہونے کے میں زنانہ کالج کے متعلق معلومات سے کیوں محروم رہا۔ اور اس کے ساتھ کسی قدر تعجب بھی ہے۔ کہ باوجود ان مشاغل کے یونیورسٹی کے ایک باخبر عہدہ دار نے میرے اوپر سوتے رہنے کا الزام لگایا۔ بدقسمتی سے مجھے ان طلباء سے بھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ جو اراکین زنانہ کالج کی دعوت پر تفتیش حالات کر چکے تھے۔ اگر یہی قصور ہے تو میں بادب اس کی معذرت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اگر شیخ صاحب محترم مجھے اجازت دیں۔ تو میں ایسے ذمہ دار طلباء کی طویل فہرست بھی پیش کرنے کو تیار ہوں۔ جو گرلز کالج کے متعلق مفصل حالات معلوم کرنے کے خواہشمند ہیں۔ لیکن اس کے وسائل ان کو نہ مل سکے۔

بہر کیف شیخ صاحب قبلہ نے اپنے مضمون میں یہ لکھ کر کہ وہ بار بار یونیورسٹی کے طلباء کو مدعو کر چکے ہیں۔ میری اور محترمہ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ کی تمام بحث کو ختم کر دیا ہے۔ اب رہے محترمہ خدیجہ صاحبہ کے بعض خارج از مباحثہ سوالات "اس صوبہ کی زیر تعلیم آبادی کی شرح فی صدی" اور "عورتوں کی تعلیم سے بے بہرہ رہنے کی وجہ"۔ "بے پردہ تعلیم گاہوں کی فہرست"۔ "مسلمانوں میں تعلیم نسواں کی اشاعت کی صورتیں"۔ یہ سب ایسے سوالات ہیں۔ جو میرے مضمون تعلیمی چیستان سے کوئی تعلق

نہیں رکھتے۔ اگر مدیر تہذیب کی فرمائش ہوئی۔ اور ناظرات تہذیب نے ان مستقل عنوانات سے دلچسپی لی۔ تو میں اور محترمہ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ ان پر اطمینان سے اظہار خیال کرتے رہیں گے۔

ہاں میرے مضمون "منگیتر سے خط و کتابت" کا بھی کوئی تعلق قریب یا بعید "تعلیمی چیستان" سے نہیں ہے۔ لیکن چونکہ میری محترم بہن میری خاموشی کو غلط معنے پہنا رہی ہیں۔ اس لئے کچھ تھوڑا سا لکھنا ضروری ہے۔ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ کے پیش کردہ نمونوں کی اہمیت تو زیادہ بحث کی محتاج نہیں۔ جواب میں میرا نہ لکھنا محض اس لئے تھا۔ کہ میں خط و کتابت کو وقتی اور ضروری خیالات کے اظہار کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ اور میرے خیال میں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ چند نمونے لکھ کر خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ اور ان کے ہم خیال بزرگوں سے پاس کرائے جائیں۔ اور ایک قانون بنا دیا جائے۔ کہ آئندہ منگیتر اسی قسم کی خط و کتابت کریں۔ ہر شخص اپنے خیالات اور ضرورتوں کا اظہار کرے گا۔ اور اپنے مذاق و فہم کے مطابق چند نمونے پیش کر دینا اور یہ کہنا کہ اگر منگیتر اپنی منسوبہ سے خط و کتابت کرے گا تو اسی نوع کی ہوگی۔ بالکل ایسا ہی ہے جیسا "زہر عشق" کی نظم کو سامنے رکھ لینا۔ اور کہنا۔ کہ اگر شاعروں کو شعر کہنے کی اجازت دی جائے۔ تو اس قسم کے شعر کہیں گے۔

خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ مجھ سے مطالبہ کرتی ہیں کہ میں ان خاندانوں کے نام بتاؤں۔ جو سخت ترین موجودہ پردے کو تعلیم کا جزو نہیں سمجھتے۔ یہ سوال بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسا سر سید علیہ الرحمہ سے انگریزی تعلیم کے اجراء کے وقت لوگ پوچھتے کہ جناب ہمارے صوبے میں کتنے خاندان ایسے ہیں۔ جو اپنے بچوں کو انگریزی پڑھانے کے لئے تیار ہوں گے؟ سر سید علیہ الرحمۃ کے پاس اس وقت یہی جواب تھا۔ کہ ایک بھی نہیں یا چند۔ اصلاح کرنے والے اس کو نہیں دیکھتے۔ کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ اور کیا نہیں کہتے۔ اگر عوام الناس کی گمراہیوں کی پروا کی جایا کرتی۔ تو دنیا میں کوئی اصلاحی کام نہ ہوتا۔

ملک کے تعلیم پانے والے نوجوانوں کی اخلاقی حالت کا جو اندازہ کیا جا رہا ہے۔ وہ نہ صرف افسوسناک ہے بلکہ صنفی توہین ہے۔ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ جن نوجوانوں پر بے اعتمادی کا اظہار کر رہی ہیں۔ آیا انہیں نوجوانوں کی حفاظت اور رفاقت میں ان کی صنف کی معصوم ہستیاں نہیں سپرد کی جائیں گی؟ میں تمام نوجوان لڑکوں کو سر بسر اخلاق کا نمونہ نہیں کہتا۔ بالکل اسی طرح جس طرح میں (ان کی صنف کا انتہائی احترام کرتے ہوئے) تمام عورتوں کو اخلاق حسنہ سے متصف نہیں کہہ سکتا۔

اس وقت اصلاح معاشرت کے جو ضروری

مسائل ہمارے سامنے درپیش ہیں۔ ان پر ہماری
موت اور زیست کا فیصلہ ہے۔ موجودہ معاشرت
کے نقائص اور موجودہ قیود کی تباہیاں ان لوگوں
کو محسوس نہیں ہوں گی۔ جو خود ان کا شکار ہو رہے
ہیں۔ ان لوگوں کی رائے کو زیادہ اہمیت دینا
بالکل ایسا ہی ہے۔ جس طرح جیل میں اصلاحات
نافذ کرنے وقت گرفتار زنداں لوگوں کا مشورہ
لیا جاتا ہے۔ یا کسی ڈاکٹر کا بیمار سے غذا اور تیمارداری
کے متعلق ہدایات حاصل کرنا۔ ظاہر ہے۔ کہ نہ مریض
کو اپنی ضرورتوں اور اپنے فوائد کا صحیح احساس ہو سکتا
ہے۔ اور نہ قیدی جیل میں اصلاحات کے متعلق کسی
صحیح نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔

زمانہ جو تبدیلیاں کر رہا ہے۔ اس میں وہ کسی
سے مشورہ نہیں لیتا۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ضرورت سے
زیادہ قدامت پسند بزرگ کہاں تک اس کی رفتار
کے خلاف برسرپیکار رہ سکتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر
مجنونانہ افراط کو پسند نہیں کرتا۔ اور نہ یہ ملکی حالات
کے لئے مفید ہے۔ لیکن ان قیود اور سلاسل کے توڑنے
کے لئے جدوجہد کرنا جو قومی زندگی کو دیمک کی طرح
چاٹ رہے ہیں۔ اپنا اور ہر روشن خیال نوجوان
کا فرض سمجھتا ہوں۔ وما علینا الا البلاغ

محمود الحسن صدیقی

اس پر ہمارے خیالات

مکرمی محمود الحسن صاحب جس خلوص و ہمدردی
سے تعلیم نسواں کے مسائل پر غور فرماتے ہیں۔ اس کی
ہمارے دل میں بہت قدر ہے۔ لیکن اس سلسلے میں
انہوں نے زنانہ مدارس میں سے پردہ کی پابندیاں
دور کرنے کا جو مشورہ دیا ہے۔ اس کے متعلق ہمیں
محترمہ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ اور محترمہ نذر سجاد حیدر
صاحبہ کی رائے سے اتفاق ہے۔ کہ موجودہ حالات
میں اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

اور سب باتوں سے قطع نظر کر کے پہلے یہ دیکھنا
چاہئے۔ کہ لوگ لڑکوں کے مدارس کے متعلق جن
پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں۔ عام طور پر کیا کچھ
معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ بچوں کی تعلیم میں
معقول دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ بھی بس اتنا کرتے
ہیں۔ کہ مدرسے کا نصاب۔ حاضری کا رجسٹر۔ مدرسے
کا گرد و نواح۔ معلموں کی قابلیت۔ اور بورڈنگ
کے قواعد و ضوابط اور امتحانات کے نتائج معلوم
کر لیتے ہیں۔ اور بس۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں
دیکھا جاتا۔ اور کسی مدرسے کا معائنہ کرتے وقت اس
سے زیادہ اور کچھ دیکھا بھی نہیں جا سکتا۔ سو یہ سب
باتیں لڑکیوں کے مدرسوں میں بخوبی دیکھی جا سکتی
ہیں۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ جناب شیخ عبداللہ صاحب
آئندہ زیادہ خصوصیت سے اس بات کا خیال رکھیں گے

کہ مخصوص اوقات میں پردہ کرواکر یونیورسٹی کے طلباء
کو مدرسہ بھی دکھا دیں۔ اور اس کے متعلق انہیں
معلومات ضروری بہم پہنچاتے رہیں۔ تاکہ وہ اپنے اپنے
وطن اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں مدرسہ نسواں کو شہرت
بخشیں۔ اور یوں تعلیم نسواں کے مسئلے کو بہت سے سرگرم
نوجوانوں کی امداد و ہمدردی حاصل ہو جائے ؟

سید امتیاز علی تاج

شکر

میں اپنے پہلے مضمون میں گنے کی شکر بنانے کا
حال بیان کر چکی ہوں۔ اب دوسری چیزوں کی
شکر بنانے کا حال لکھتی ہوں ؟

چقندر میٹھے رس سے بھرا ہوتا ہے۔ اور اس
کے رس کی مقدار میں آٹھواں حصہ شکر ہوتی ہے۔
اس کے بنانے کی ترکیب بھی وہی ہے۔ جو گنے
کی شکر کی ہے۔ مگر چقندر کی شکر گنے کی شکر کی مانند
میٹھی نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کے دانے چمکیلے ہی
ہوتے ہیں۔ جیسے کہ گنے کی شکر کے ؟

شکر کے لئے فرانس۔ بلجیم۔ روس اور جرمنی میں
چقندر کی کاشت بکثرت کی جاتی ہے۔ اور "بیٹ روٹ
شکر" کے نام سے موسوم ہے + ان ممالک میں اس
کی کاشت و تجارت کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔
اور یہ نہایت ضروری و مفید تجارت و زراعت خیال
کی جاتی ہے۔ حالانکہ تقریباً دو سو سال پیشتر کوئی
اس کو جانتا بھی نہ تھا ؟

اس پودے کے متعارف ہونے کا واقعہ بھی
نہایت اہم و دلچسپ ہے + واقعہ یہ ہے۔ کہ جب
انگلستان اور فرانس والوں کے درمیان نپولین بوناپارٹ
کے عہد میں جنگ چھڑی۔ تو انگریزوں نے فرانس والوں
کے تنگ کرنے کی غرض سے ان کے ملک کو شکر بھیجنی
اور ان کے سوداگروں کے ہاتھ شکر فروخت کرنی
بالکل بند کر دی۔ چنانچہ وہ لوگ شکر سے بالکل محروم
ہو گئے + رعایا کی اور خود اپنی مشکلات سے متاثر ہو کر
شاہ نپولین نے حکومت کی طرف سے چقندر کی کاشت
شروع کرا دی + فرنچ لوگ بھی ہمارے مانند بہت
شکر کھانے والے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے گورنمنٹ
کی اس ترغیب سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔ اور جلد
ہی انہیں اندازہ ہو گیا۔ کہ چقندر کی شکر گنے کی
شکر کی نسبت زیادہ آسانی سے بنائی جا سکتی ہے۔
اور سستی پڑتی ہے۔ رفتہ رفتہ اطراف و جوانب کے
ممالک میں اس کی کاشت ہونے لگی۔ چنانچہ اب
ان ممالک کے لوگ ہمارے گنے کی شکر کے بالکل
محتاج نہیں رہے ہیں۔ اور چقندر کی شکر کی تجارت
اور زراعت سے مالدار بن گئے ہیں + غرض فرانس
والوں پر انگریزی کی وہ کہاوت صادق آتی ہے۔
جس کے معنے ہیں۔ کہ برائی سے بھی بھلائی نکل آتی
ہے۔ کیونکہ اگر ان لوگوں کو شکر نہ ملنے سے تکلیف

نہ پہنچتی۔ تو وہ کبھی شکر بنانے کی یہ نئی ترکیب نہ نکالتے*

اب میپل Maple کی شکر کا حال سُنئے

اس کو شمالی امریکہ کی شکر بھی کہتے ہیں+ یہ تیسری قسم کی شکر ایک قسم کے بڑے خوب صورت درخت کے رس سے بنائی جاتی ہے۔ جو ساٹھ یا اسی فٹ تک اونچا ہوتا ہے+ یہ درخت کنیڈا اور ممالک متحدہ میں ہوتا ہے۔ بڑی بڑی جھیلوں کے کناروں پر اس کے گھنے گھنے جنگل موجود ہیں+ اس درخت کا رس نہایت میٹھا ہوتا ہے۔ اور اس کے اجزا اور خصوصیت بھی وہی ہوتی ہے۔ جو گنے کی شکر میں ہوتی ہے+ ماہ فروری میں درختوں سے رس بہنا شروع ہوتا ہے۔ مارچ کے مہینے میں شکر بنانے والوں کے گروہ کے گروہ جنگلوں کو چلے جاتے ہیں۔ وہ لوگ درختوں کے تنوں میں سوراخ بنا دیتے ہیں۔ ان سوراخوں میں لکڑیوں کے گول گول دو فٹ لمبے کھوکھلے ٹکڑے ٹھونس دیتے ہیں۔ اور ان ٹکڑوں کے سروں کے نیچے برتن رکھ دئے جاتے ہیں۔ درخت کا رس لکڑی میں سے بہتا ہوا برتن میں گرتا رہتا ہے۔ اس کے بہنے کے لئے جو لکڑیاں لگائی جاتی ہیں۔ وہ بھی اسی درخت کی سوکھی شاخیں ہوتی ہیں+ رس دن میں دو وقت حاصل کیا جاتا ہے۔ اور میدانوں میں بڑے بڑے کڑھاؤ میں پکایا جاتا ہے+ مارچ۔ اپریل دو ماہ کے قلیل عرصے میں دو تین آدمی با آسانی

چار پانچ ہزار پونڈ شکر تیار کر سکتے ہیں+ اہل کنیڈا تمام دنیا میں سب سے زیادہ شکر کھانے والے کہے جاتے ہیں*

وسطِ امریکہ والے جوار باجرے سے بھی شکر بناتے ہیں۔ ان اناجوں میں دوسرے اناجوں کے مانند بہت اسٹارچ ہوتا ہے۔ جب اُبالا جاتا ہے۔ تو اس میں کا اسٹارچ شکر کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے*

نیز اَور بھی دو قسم کی شکر ہوتی ہے۔ جس کا مختصر ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا+ ایک کھجور کی۔ دوسری تاڑ کی شکر۔ دونوں ایک ہی قسم و ذائقہ کی ہوتی ہیں اِن کے کئی نام ہیں۔ جن کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت معلوم نہیں ہوتی+ ان درختوں کا رس درخت کے سرے پر پتوں کی چھتر کے نیچے تنے میں سوراخ بنا کر نکالا جاتا ہے+ اس کے نکالنے کا ڈھنگ بھی قریب قریب ویسا ہی ہے۔ جیسے میاپل کے رس کا یعنی اس کے پیڑ میں اوپر کی جانب کچھ کے دیکر رس ٹپکنے کے لئے کلیا باندھ دیتے ہیں۔ اس کا رس

پکانے سے بھورے رنگ کی شکر بنتی ہے۔ اور یہ
مشرقی ہند کی شکر کہلائی جاتی ہے ؛

خاکسار فاطمہ بیگم۔ بنگلور

تہذیب میں تبدیلیاں

ہم نے سالگرہ نمبر میں لکھا تھا۔ کہ تہذیب نسواں
کو زیادہ دل چسپ اور ہر دل عزیز بنانے کے
اخبار کی بعض سرپرست خواتین نے ہمیں کیا مشورے
دئے ہیں۔ اور ہم ان کے مشوروں پر کس طرح
عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں ۔ ہم نے لکھا تھا۔ کہ اخبار
کی موجودہ ضخامت میں یہ ناممکن ہے۔ کہ جو ہمارے
اصل مقاصد ہیں۔ ان پر بھی بوجہ احسن توجہ کی جائے
اور دل چسپی کی چیزیں شائع کرنے کا اہتمام بھی
کیا جائے۔ چنانچہ ہم نے یہ خیال ظاہر کیا تھا۔
کہ جس طرح روزانہ اخبار ہفتہ وار اپنا سنڈے
اڈیشن شائع کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم اخبار کا
ایک ماہوار اڈیشن شائع کرنے کی کوشش کریں
گے جس کا ٹائٹل خوش نما اور ضخامت زیادہ
ہوگی۔ اور اس کے ساتھ ہی چار تصاویر بھی ہوا
کریں گی ؛

الحمد للہ کہ ہماری کوششیں کامیاب ہوئیں
اور ہم جنوری ۱۹۲۸ء سے اپنی اس تجویز کو عملی
جامہ پہنانے کے قابل ہو گئے ہیں۔ آیندہ انشاء اللہ
ہر مہینہ کا پہلا پرچہ خاص اہتمام سے شائع ہوا کریگا
اس پرچے کے چالیس صفحے ہوا کریں گے۔ ایک
خوشنما ٹائٹل ان صفحات سے علیحدہ ہوگا۔ اور چار
صفحے مفید اور دل چسپ تصاویر کے آرٹ پیپر
پر شائع ہوا کریں گے ؛

اس پرچے میں مفید معلومات کے باتصویر
مضامین۔ مختصر افسانہ اور دلچسپی اور تفریح کی کئی
دوسری چیزیں بھی شائع کی جایا کریں گی۔ اور
ان سب باتوں کے ساتھ اخبار کے چندے
میں کچھ اضافہ نہ کیا جائے گا ؛

یقیناً ہم اس سے زیادہ ایثار سے کام نہ
لے سکتے تھے۔ اور ہمیں امید ہے۔ تہذیبی بہنیں
اب خاص طور پر تہذیب کی اشاعت کی توسیع
کی کوشش فرمائیں گی۔ کہ ان تبدیلیوں کے
باعث ہم پر زائد اخراجات کا جو ایک بار آپڑا
ہے۔ اس کو خریداروں کی کثرت کسی قدر ہلکا
بنا دے ۔ پانچ روپے سالانہ میں ہفتہ وار اخبار
اور ہر مہینے کے شروع میں اس کا ایک خاص نمبر
جو اپنی خصوصیات میں ماہوار رسائل سے کم
نہ ہوگا۔ ارزانی قیمت کی ایک نادر مثال ہے اور
ہر پڑھی لکھی بی بی کو ایسے اخبار کی خریداری
پر بآسانی آمادہ کیا جا سکتا ہے ۔ ہمیں امید ہے
ہماری التجا رائگاں نہ جائے گی۔ اور تہذیبی
بہنیں بہت جلد ہمیں اپنی فرض شناسی کا عملی

ثبوت دے سکیں گی۔

منیجر

انتقال پُرملال

تہذیبی حلقے میں یہ خبر بے حد رنج وقلق سے سُنی جائے گی۔ کہ محترمہ و۔ا صاحبہ اور محترمہ ظفر جہاں بیگم صاحبہ کی والدہ محترمہ مشرف جہاں بیگم صاحبہ نے ۲۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو بھوپال میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ مرحومہ مولوی کریم بخش صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر و مترجم تعزیرات ہند و مصنف باب دانش و فرہنگ دانش کی صاحبزادی تھیں۔ اور اس نامور باپ کے آغوش شفقت میں آپ نے ایسی اعلیٰ تعلیم و تربیت پائی تھی۔ کہ آج سے پچیس سال پیشتر۔ جب کہ تعلیم نسواں ملک میں ایک اجنبی لفظ تھا۔ مردوں تک کو آپ کی قابلیت کا اعتراف تھا۔ آپ تہذیب نسواں کی ان سرپرستوں میں سے تھیں۔ جن کی امداد و معاونت پر اخبار کو اپنے ابتدائی زمانے میں بے حد فخر رہا ہے۔ م۔ ج کے نام سے جتنے مضامین سنہ ۲ سنہ ۳ اور سنہ ۴ میں شائع ہوئے وہ آپ ہی کے قلم سے نکلے ہوئے تھے۔

وہ بہنیں جو ایک عرصہ سے تہذیب کا مطالعہ فرما رہی ہیں۔ انہیں شاید یاد ہو۔ کہ سنہ ۲ء میں کسی بہن نے یہ معمہ اخبار میں بھیجا تھا۔ کہ "زتعلیم ما" کے حروف کو الٹ پلٹ کر اس سے کسی کا نام بنایا جائے اس معمے کا حل محترمہ مرحومہ نے فارسی نظم میں لکھ کر بھیجا تھا۔ جو بے حد پسند کیا گیا تھا۔ جن بہنوں کی نظر سے یہ نظم نہیں گزری۔ ان کے لئے ہم اسے پھر اس موقع پر درج کرتے ہیں۔

عنایات و افضال حق یار بادا۔ ہمیشہ زتعلیم ما کار باشد
جز اصلاح ما شغل دیگر نگیرد۔ زتعلیم ما بس سروکار باشد
اگر فکر و آزار باشد مقدر۔ زتعلیم ما فکر و آزار باشد
زتعلیم ما زاانزدہ الٰہی۔ کہ دل شاد غمخوار غمخوار باشد
غنی کن الٰہی زتعلیم ما را۔ کہ تا ملک زرخیز و زردار باشد
چناں کن کہ ہر خانۂ ہند یارب۔ زتعلیم ما رشک گلزار باشد
نباشد زتعلیم ما لحظہ غافل۔ چہ نوردار باشد چہ نادار باشد
خدایا زتعلیم ما بار در کن۔ کہ حیف است بے بار اخبار باشد
زتعلیم ما جہل کافور گردد۔ بہر خانہ تہذیب را بار باشد
زتعلیم ما شوق دہ ہر زنے را۔ کہ تہذیب را تا خریدار باشد
زتعلیم ما را چناں جوہرے دہ۔ کہ تہذیب نسواں گہربار باشد
زتعلیم ما کار تہذیب دارد۔ و توفیق یزداں درا گار باشد

مرحومہ کی علالت نے اخبار کو زیادہ عرصہ تک ان کے گراں قدر مضامین سے فیض یاب نہ ہونے دیا۔ لیکن ان کی بجائے ان کی دونوں صاحبزادیوں نے اپنے بے حد قابل قدر مضامین سے اخبار کو جو امداد دی۔ وہ تہذیب نسواں کی تاریخ میں یادگار رہے گی۔

افسوس اجل کے بے پناہ ہاتھوں نے ان کو ہمیشہ

کے لئے ہم سے چھین لیا مشیت ایزدی کے سامنے انسان مجبور و بیچارہ ہے۔ ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے ؂

منیجر

انجمن تہذیب نسواں بریلی

انجمن کا ماہوار جلسہ بتاریخ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۶ء بروز یک شنبہ کو مسز جان صاحبہ کے بنگلے پر منعقد ہوا۔ حسب معمول پچیس تیس خواتین شریک جلسہ ہوئیں۔ اس جلسے کی روئداد میں دو خاص امور قابل تذکرہ ہیں۔ خاکسار نے سائمن کمیشن کے متعلق مفصل حالات جلسے میں بیان کئے۔ اور کمیشن کے بائیکاٹ کئے جانے یا نہ کئے جانے کے وجوہ بھی بتلائے۔ سب خواتین نے مناسب غور اور دلچسپی سے یہ حالات سنے ؂

دوسری بات یہ ہوئی۔ کہ عزیزہ خلیفہ بیگم صاحبہ کی تجویز کے مطابق جلسہ میں اپنی خوشی سے نو خواتین کارکن ممبر بنیں۔ جنہوں نے وعدہ کیا۔ کہ وہ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں انجمن کے اغراض و مقاصد کی اشاعت کریں گی۔ اور معاشری اصلاحات عمل میں لانے کی کوشش کریں گی ؂

تبلیغ فنڈ کے لئے حسب ذیل سے چندہ جمع ہوا۔ بیگم عبد اللہ جان صاحبہ ہردو محل عہ۔ (۲) بیگم مسیح اللہ صاحبہ عہ۔ (۳) عزیزہ رضیہ جان عہ۔ (۴) خاکسار خدیجۃ الکبریٰ عہ۔ بعد منہائی فیس منی آرڈر لہ ۱۲ منیجر صاحب تہذیب نسواں کی خدمت میں لاہور بھیج دئے گئے۔ تاکہ انجمن تبلیغ کو پہنچا دیں۔ بعض بہنوں نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ چندہ کی وجہ سے بعض خواتین شریک جلسہ نہیں ہوتیں۔ اس لئے کچھ عرصے کے لئے جلسے میں چندہ جمع کرنا ملتوی کر دیا جائے۔ جو بہنیں چاہیں۔ وہ براہ راست اپنا چندہ لاہور منیجر صاحب کی خدمت میں بھیج سکتی ہیں ؂

بریلی کی تمام تہذیبی بہنوں سے التجا ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے پتے سے ضرور مطلع کریں۔ تاکہ جلسہ کی اطلاع سب کی خدمت میں بھیجدی جایا کرے۔ خاص کر آئزٹ نگر اور چھاؤنی میں قیام کرنے والی بہنیں ضرور اس طرف توجہ کریں ؂

خاکسار خدیجۃ الکبریٰ

انجمن تہذیب نسواں کانپور

انجمن تہذیب نسواں کانپور کا بارھواں اجلاس محترمہ عباسی بیگم صاحبہ کی صدارت میں حسب معمول جناب انتظار علی صاحب عباسی کے دولت خانے پر ۳۰ نومبر ۱۹۲۶ء کو بوقت دو بجے دن تقریباً سترہ خواتین کی شرکت میں منعقد ہوا۔ صدر جلسہ نے قرآن خوانی سے جلسہ کا آغاز کیا۔ اس کے بعد لڑکیوں

نے حمد و نعت سُنائی۔ اور عزیزہ اخلاق فاطمہ جائنٹ سکرٹری نے کارروائی جلسہ گزشتہ پڑھی + اس کے بعد خاکسار نے ایک مختصر تقریر کے بعد یہ تجویز پیش کی۔کہ ”منگنی کو دھوم دھام سے کرنے کی موجودہ رسم قابل ترمیم ہے۔اس لئے کہ یہ بہت اسراف اور تکلیفات کا باعث ہوتی ہے“ اس کے علاوہ میں نے ”منگنی“ کے موجودہ طریق میں ترمیم کا ریزولیوشن بھی پیش کیا۔جس کی تائید فاطمہ صغرا صاحبہ نے کی + لیکن چونکہ کسی رواج کو ایسی جلدی تبدیل کر دینا آسان نہیں۔اس لئے اکثر بہنیں اس مذموم طریقے کو ترک کرنے پر متامل ہوئیں۔ اور یہ تجویز پاس نہ ہو سکی +

اس کے بعد ممتاز جہاں بیگم صاحبہ نے ایک تقریر میں اسکولوں میں ڈراما اور رقص ہونے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔اس پر تہذیب فاطمہ صاحبہ نے اسکولوں میں رقص ہونے کے خیال کی تردید کی۔اور ڈراما کے مخرب اخلاق نہ ہونے پر زور دیا۔جس کی تائید اکثر بہنوں نے کی + کچھ دیر بحث مباحثہ ہونے کے بعد چند لڑکیوں نے چھوٹی چھوٹی تقریروں اور نظموں سے حاضرین جلسہ کو محظوظ کیا + اس کے بعد محمودہ بیگم صاحبہ نے ”علم“ پر ایک عمدہ مضمون پڑھا۔ بعد ازاں اخلاق فاطمہ صاحبہ نے بتائید تہذیب فاطمہ صاحبہ حسب ذیل تجویز پیش کی جو کثرت رائے سے پاس کی گئی:۔

”تعزیت کرنے والوں کو میت کے گھر خاموش نہیں بیٹھنا چاہئے۔بلکہ مردے کے ایصال ثواب کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔مثلاً تلاوت قرآن۔ درود خوانی اور نفلیں وغیرہ پڑھنا“

اس کے بعد اخلاق فاطمہ صاحبہ کی تحریک سے کانپور کے زنانہ یتیم خانے کے ممبروں کا انتخاب ہوا۔ جس میں خاکسار کے علاوہ چند خواتین نے اپنا نام لکھوایا + اس کارروائی کے بعد صدر انجمن صاحبہ نے تمام تقریروں اور تجویزوں پر اپنے خیالات کا اظہار کیا + آخر میں تہذیب فاطمہ صاحبہ نے ”بچوں کے لئے کتابیں“ کے عنوان سے ایک قابلانہ اور طویل مضمون پڑھا۔جس میں یہ بتایا گیا۔کہ بچوں کے لئے کس قسم کی کتابیں ہونی چاہئیں۔اور نمونتاً ایم اسلم صاحب کی چند تازہ کتابیں بھی پیش کیں + اس کے بعد سب نے مل کر قومی ترانہ ادا کیا۔اور جلسہ اختتام پذیر ہوا +

مشتاق فاطمہ آنریری سکرٹری انجمن تہذیب نسواں
کانپور

تہذیبی بہنیں دفتر تہذیب سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھا کریں۔جو چٹ کے بائیں کونے پر چھپا ہوتا + خریداری نمبر نہ لکھنے کی صورت میں دفتر کے کلرکوں کو دقت ہوتی ہے۔اور جواب میں تاخیر +

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

جرمن عورتیں اور سیاسیات

ایک لحاظ سے جرمن عورتوں کو دنیا کے تمام ملکوں کی عورتوں سے زیادہ سیاسی حقوق حاصل ہیں۔ بیس سال کی عمر میں ہر عورت کو رائے دہندگی کا حق مل جاتا ہے۔ اور ریشتاغ یعنی جرمن پارلیمنٹ میں عورتوں کی تعداد تمام ملکوں کی پارلیمنٹوں سے زیادہ ہے۔ اگرچہ ریشتاغ کی رکن خواتین کے حلقۂ اثر اور نقطۂ نظر میں بہت کچھ فرق اور اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ بہت سے معاملات کے متعلق عورتوں اور مردوں پر مشتمل مخلوط پارلیمنٹ کا رویہ محض مردانہ پارلیمنٹوں سے مختلف ہوتا ہے۔ نیشنل اسمبلی کے زمانے میں عورتوں کی موجودگی کا یہ اثر اس قدر نمایاں نہ تھا۔ جتنا آج کل ریشتاغ میں نظر آتا ہے۔ اس وقت یہ صرف عام سیاسی اصولوں کے مطابق اظہار خیال کیا کرتی تھیں۔ مگر ریشتاغ میں گزشتہ چند سال کے دوران میں عورتوں نے کئی بل پیش کئے۔ اور بہت سے ایسے قوانین پاس ہوئے۔ جن میں عورتوں کے تعاون کا اثر صاف نظر آتا ہے ؂

ریشتاغ کی رکن خواتین میں سے اکثر منتخب ہونے سے پہلے پبلک کاموں کے متعلق تربیت یا ابتدائی تجربہ حاصل کر چکی ہیں۔ ان میں سے بہت سی پہلے معلمہ تھیں۔ اور اکثر خصوصاً سوشلسٹ ارکان منتخب ہونے سے ٹریڈ یونین یا اپنی پارٹی کی تنظیم و ترتیب کے لئے کافی سرگرمی دکھا چکی ہیں۔ شاید ہی کوئی خاتون ایسی ہوگی۔ جو خانہ داری کے دھندوں سے فراغت پا کر سیدھی پارلیمنٹ میں آ گئی ہو۔ تاہم ان میں اکثر شادی شدہ اور بچوں کی مائیں ہیں۔ ان کی سرگرمیوں کا دائرہ زیادہ تر ان مسئلوں تک محدود رہا ہے۔ جو عورتوں کے لئے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ عورتوں نے ٹیکس۔ غیر ملکی سیاسیات اور صنعت و حرفت کے متعلق بحث مباحثہ میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ لیکن ان کی طبیعت کے اصل جوہر ان مسئلوں میں نمایاں ہوئے۔ جو حقوق نسواں تعلیم اور معاشرتی کاموں سے تعلق رکھتے تھے ؂

جہاں تک حقوق نسواں کا تعلق ہے جمہوری نظام و آئین میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دینے کا وعدہ درج ہے۔ اس سے عورتو

کو تجارتی اور قانونی پیشوں میں شامل ہونے اور مجسٹریٹ وغیرہ کے عہدے حاصل کرنے میں نسبتاً آسانی ہوگئی + اس میں شک نہیں۔ کہ اس قسم کا کوئی قانون بھی کافی مخالفت کے بغیر پاس نہیں ہوا۔ مثلاً جب عورتوں کو جیوری میں شامل کرنے کے متعلق بل پیش ہوا۔ تو گورنمنٹ نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ عورتوں کو جیوری میں اسی وقت شامل کیا جائے۔ جبکہ ملزم عورت یا بچہ ہو۔ لیکن آخر کار عورتوں کو بھی وہی حقوق دینے پڑے۔ جو مردوں کو حاصل ہیں +

بچوں کی بہبود کے مختلف مسائل کے متعلق تمام پارٹیوں کی خواتین میں بہت بڑی حد تک اتفاق رائے اور اتحاد عمل پیدا ہوگیا ہے + قانون بہبود اطفال جو جون ۱۹۲۲ء میں پاس ہوا تھا۔ پارلیمنٹ میں عورتوں کے کام کا ایک فوری نتیجہ تھا + جمہور کی سیاسی تکالیف اور مالی مشکلات کی کوئی انتہا نہ تھی۔ صرف عورتوں کے اثر و رسوخ کی بدولت یہ قانون پاس ہوگیا۔ بلکہ جس وقت یہ بحث و مباحثہ کے لئے پیش ہوا۔ اس وقت اس کا نام ہی "خواتین کا مسودہ قانون" پڑ گیا تھا + اس قانون کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے۔ کہ بچوں کی جسمانی۔ دماغی اور معاشرتی تعلیم کے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کی جائے + اس قانون کی بدولت ملک میں بہبود اطفال کی انجمنوں کا ایک جال پھیل گیا۔ اور یہ کام ایک مقررہ نظام کے ماتحت ہونے لگا +

جب مسئلہ آبادی کے متعلق ایک کمیٹی قایم ہوئی۔ تو اس میں عورتوں کو نمایاں درجہ دیا گیا + اس کمیٹی نے متعدی امراض کے انسداد اور استیصال کے متعلق ایک مسودۂ قانون تیار کیا + اسی پارلیمنٹری کمیٹی نے جس میں عورتوں کی تعداد مردوں کی برابر تھی۔ گورنمنٹ پر ایک ٹمپرنس بل تیار کرنے کے لئے زور دیا + اس مسئلہ کے متعلق عورتوں کے خیالات اور نقطۂ نظر نہایت واضح اور مردوں سے بہت مختلف ہیں۔ اور وہ اسے اپنے حسب منشاء حل کرنے پر ہر ممکن جد و جہد کر رہی ہیں + جب کفایت شعاری کے خیال سے سرکاری ملازموں میں تخفیف کی گئی۔ اور اس سلسلے میں صرف عورتوں کو ملازمت سے جواب ملا۔ تو ریشتاغ کی خواتین ارکان نے بڑی شد و مد سے احتجاج کیا خصوصاً ان عورتوں کے متعلق جو ڈاک خانے میں ملازم تھیں + ان ارکان کا خیال ہے۔ کہ ایسے معاملات میں جنسی امتیاز کو کوئی دخل نہ ہونا چاہئیے۔ کیونکہ عورتوں کو بھی اپنی آمدنی کا ویسا ہی سہارا ہوتا ہے۔ جیسا مردوں کو +

غرض عورتیں ہر قسم کے پارلیمنٹری کاموں میں حصہ لیتی ہیں۔ اور ہر معاملے میں دلچسپی کا اظہار کرتی ہیں + معاشرتی کاموں اور معاشرتی سیاسیات

پر ان کی توجہ خصوصیت سے مبذول ہوتی ہے۔ انہوں نے زیادہ کام پارلیمنٹری کمیٹیوں میں کیا ہے۔ اور یہی حال مردوں کا ہے۔ اصل کام وہیں ہوتا ہے۔ اور وہاں ان کی رائے پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ حقیقت میں اب تمام پارٹیوں کا رجحان اس طرف ہے۔ کہ اپنی خواتین ارکان کو صف اول میں لا کر ان کی سرگرمیوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔

کیا عورتوں کے سیاسی کام سے زندگی میں کچھ سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں؟ اور اس سے عورتوں کو زیادہ خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے؟ یقیناً جرمن خواتین پر تو یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ رائے دہندگی اور نمایندگی در اصل حقوق نہیں بلکہ ذمہ داریاں ہیں۔ انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ اس کی بدولت ہمیں جرمن قوم کو آنے والی تکلیفات اور مصائب میں اب ایک نئے طریق سے حصہ لینا پڑے گا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود زندگی میں ایک شہابی جھلک پیدا ہو گئی ہے خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو جمہوریت کے دلدادہ ہیں۔

بھائی یا بہنیں؟

کیا لڑکیوں کی نسبت لڑکے زیادہ شریر ہوتے ہیں؟

جب سے ٹنبرج ویلس میں انجمن بہبود اطفال کا اجلاس ختم ہوا ہے۔ لڑکے بے چارے شرم سے منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ اور ننھی ننھی بے حقیقت لڑکیاں بھی ایک خاص شان سے مسکرانا اپنا حق سمجھتی ہیں۔

وجہ یہ ہے۔ کہ سر وائمس گرانٹ ولسن نے اس اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے بڑی شدومد سے اس خیال کا اظہار فرمایا۔ کہ نوجوان شرارتی لڑکیوں کی تعداد عملاً قابل اغماض ہے۔ اور بخلاف اس کے گزشتہ سال میں شریر لڑکوں کی تعداد لڑکیوں سے دس گنا زیادہ تھی۔

اس پر اخبار ڈیلی مرر کے نمایندے نے بہبود اطفال کے مختلف سرگرم ارکان سے ملاقات کی۔ ان میں سے بہت ہی کم لوگوں نے لڑکوں کی وکالت کی۔ اور وہ بھی دبی زبان سے۔ البتہ لیڈی ٹرابرج نے اس امر پر بڑا زور دیا۔ کہ لڑکیوں کی حالت بھی اس معاملے میں لڑکوں سے بہتر نہیں ہے۔

لیڈی صاحبہ نے فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ آج کل لڑکے اور لڑکیاں دونوں مختلف قسم کی شرارتوں کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل نظر آتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی مجھے یہ امید بھی ہے۔ کہ یہ گزشتہ جنگ عظیم کا اثر ہے۔ اور بہت جلد زائل ہو جائے گا۔

" لڑکیوں کی شرارت اس قدر نمایاں نہیں ہوتی جتنی لڑکوں کی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے۔ کہ لڑکیاں شریر نہیں ہوتیں بلکہ میرے خیال میں وہ بھی ویسی ہی شریر ہوتی ہیں جرائم کی نمایاں ترصورتوں میں لڑکوں کی تعداد زیادہ ہے۔ لیکن اگر موجودہ صورت میں دیکھا جائے۔ تو میرے خیال میں لڑکوں اور لڑکیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا"۔

" سنڈے اسکول یونین" کے ایک عہدہ دار نے فرمایا" ۱۹۲۳ء میں سترہ سال سے کم عمر کے ۴۰۹۸ بچوں پر مختلف جرائم عائد ہوئے۔ اور ان میں سے ۳۷۴۰ لڑکے تھے"۔

۱۹۲۴ء میں مجرم لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد علی الترتیب ۳۶۱۱ اور ۴۹۴ تھی۔ اور ۱۹۲۵ء ۸ ۵ ۴ ۳ اور ۴۱۳۰۱۔ اب اس معاملے کے متعلق بحث مباحثہ فضول ہے"۔

بچوں کی اسپشل سروس مشن کے سکرٹری مسٹر جے ایچ ہیوبرڈ نے کہا۔ کہ" لڑکوں کی شرارتیں لڑکیوں سے زیادہ تلخ ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ ان کی فطرت ہے لیکن گھریلو زندگی لڑکیاں بھی ایسی ہی تکلیف کا باعث ہو سکتی ہیں۔ اور ہوتی ہیں۔ جیسے ان کے بھائی۔ ممکن ہے۔ کہ لڑکیوں کی شرارتیں نظروں سے اوجھل رہیں۔ لیکن جس قسم کی شرارتوں سے خانہ داروں کو سابقہ پڑتا ہے۔ لڑکیاں ان سب پر قادر ہوتی ہیں"۔

" انجمن مادران" کی رکن مسز مالڈ نے فرمایا۔" میرے خیال میں لڑکے فطرتاً زیادہ جرأت کے شائق ہوتے ہیں۔ اور انہیں اپنے رجحان طبع کے اظہار کے لئے لڑکیوں کی نسبت موقع بھی زیادہ ملتے ہیں"۔

بچے

آج کل اس امر پر بڑا زور دیا جا رہا ہے۔ کہ بچوں کو سختی نرمی جھیلنے کے قابل بنایا جائے۔ تاکہ ذرا سی سردی یا گرمی لگنے سے بیمار نہ ہو جایا کریں۔ اور ہر موسم میں خوب ہٹے کٹے پھرا کریں۔ خیال اچھا اور بہت اچھا ہے۔ لیکن اس پر عمل کرتے وقت بے حد احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ورنہ خطرناک نتائج پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ خصوصاً آج کل سردی کے دنوں میں اگر آپ صبح شام بازاروں میں دوڑتے پھرتے بچوں کو دیکھیں۔ تو ان میں سے اکثر خوشی خوشی دندناتے پھرنے کی بجائے سردی سے نیلے پڑ گئے ہوں گے۔ ایسے بچوں کی حالت فوری توجہ کی محتاج ہے۔ یا تو ان بچوں نے ضرورت سے کم کپڑے پہن رکھے ہوں گے۔ کیونکہ آج کل بچوں کی ماؤں میں کم سے کم کپڑے پہننے کا رواج ترقی کر رہا ہے۔ اور اگر یہ نہیں۔ تو انہیں مناسب اور کافی غذا نہ ملتی ہوگی۔ ایسی حالت میں سردی اور گرمی سہنے کی عادت پیدا ہونے کی بجائے ان کے قوی سست اور کمزور پڑ جائیں گے۔

خبریں اور نوٹ

ترکی حکومت نے طے کیا ہے۔ کہ مدرسہ فنون لطیفہ میں ایکٹ کرنے کا ایک شعبہ کھولا جائے + اس سلسلے میں ایک اسکیم وزارت کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ جو منظور ہو گئی + فی الحال دس طلبا اس درسگاہ میں داخل ہوں گے۔ جن میں پانچ عورتیں ہوں گی + یہ بھی فیصلہ ہوا ہے۔ کہ اس فن کی تعلیم کے لئے دو طالب علم یورپ بھیجے جائیں۔ اور وہ دو برس میں تکمیل فن کر کے واپس آئیں +

بقول اخبار پایونیر۔ افواہ گرم ہے۔ کہ مصطفیٰ کمال پاشا صدر جمہوریہ ترکی شاہ افغانستان کی ہمشیرہ سے شادی کرنے والے ہیں۔ شاہزادی کبریٰ بیگم ان چند افغان خواتین میں سے ہیں۔ جو انگلستان کی سیر کر آئی ہیں۔ اور اب پھر اپنے بھائی کے ساتھ لندن جا رہی ہیں + یہ ۱۸ سالہ شہزادی ہیں۔ جو انگریزی طرز کے ترشے ہوئے بال رکھتی ہیں۔ اور بہت اچھی انگریزی بولتی ہیں +

قاہرہ کا اخبار السیاستہ لکھتا ہے۔ کہ ترکی اور امریکہ کے تعلقات اب بہت مستحکم ہو گئے ہیں۔ صوبجات متحدہ امریکہ کا سفیر اعظم انگورا پہنچ گیا ہے۔ اور ترکی سفیر عنقریب واشنگٹن جانے والا ہے +

معاہدہ عراق و انگلستان شائع ہو گیا ہے۔ اس کی تفصیلی شرائط کے متعلق لندن اور بغداد کے ذمہ دار حلقوں کا خیال ہے۔ کہ معاہدہ مذکور سے برطانیہ کی حکمبردارانہ حکمت عملی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا + اس معاہدہ کی ایک دفعہ کی رو سے عراق ایک آزاد ریاست قرار دیا گیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ ملک معظم اور شاہ عراق کے درمیان دوستانہ تعلقات رہیں گے + دوسری دفعہ کا منشا یہ ہے۔ کہ اگر عراق اسی طرح ترقی کرتا رہا۔ تو برطانیہ سفارش کرے گی۔ کہ اسے لیگ اقوام میں شامل کر لیا جائے + باقی ۱۸ دفعات غیر ملکیوں کی حفاظت اور دوسری باتوں کے متعلق ہیں +

معاہدۂ عراق و برطانیہ کے متعلق لوگوں کو توقع تھی۔ کہ موجودہ نظام حکومت میں زیر دست تبدیلیاں ہوں گی۔ چونکہ یہ توقعات پوری نہ ہوئیں۔ اس لئے عراق کے وزیر داخلہ اور وزیر مالیات مستعفی ہو گئے + کہتے ہیں۔ انہیں شکایت یہ ہے۔ کہ جعفر پاشا وزیر اعظم عراق نے لندن میں معاہدہ کی گفتگو کے دوران میں انہیں بہت کچھ امیدیں دلا کر غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا +

امان افغان کابل لکھتا ہے۔ کہ تاجدار افغانستان نے امانیہ ہائی اسکول کا افتتاح کرتے ہوئے اعلیٰ تعلیم کے لئے یونیورسٹی قایم کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ اب انشاء اللہ کابل میں یونیورسٹی قایم ہو جائے گی + حکومت افغانستان نے تعلیم پر ساٹھ لاکھ روپے سے زیادہ خرچ کیا ہے۔ اور ترقی تجارت پر صرف

۲ لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے۔ لیکن تعلیم کا مسئلہ صرف روپے ہی سے حل نہیں ہو سکتا۔ جب تک والدین اپنے بچوں کو اسکولوں میں نہ بھیجیں۔ اب امید ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو اسکولوں میں بھیجنے سے دریغ نہ کریں گے ÷

قاہرہ کی خبر ہے۔ کہ حکومت مصر صحرائے اعظم کو نہروں کے ذریعے سیراب کرنے کی تجویز کر رہی ہے ÷

شاہ افغانستان اور ملکہ افغانستان ۱۱ دسمبر کو عدن پہنچے + راجپوتانہ جہاز کے اطراف میں ۱۲ ہوائی جہاز پرواز کر رہے تھے + ریزیڈنٹ عدن اور لیڈی اسٹورٹ نے آپ کا سرکاری طور پر استقبال کیا + عدن کی سڑکیں جھنڈیوں سے سجی ہوئی تھیں۔ بندرگاہ کے تمام جہاز بھی آراستہ تھے +

شاہ افغانستان کا جہاز راجپوتانہ شام کے چھ بجے پورٹ سعید کو روانہ ہو گیا + چلتے وقت گارڈ آف آنر نے سلامی دی ÷

ایوان عام میں لارڈ ونٹرٹن نائب وزیر ہند نے بیان کیا۔ کہ لارڈ برکن ہیڈ کے پاس ہندوستان کی آٹھ انجمنوں کی طرف سے شاہی کمیشن کے متعلق پیغام یا قرار دادیں پہنچی ہیں۔ اور تین قرار دادیں ایسی بھی ہیں۔ جن کو عام جلسوں کا نتیجہ کہا جاتا ہے + ان پیغاموں میں سے دو میں شاہی کمیشن کو پسند کیا گیا ہے۔ اور باقی میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے ÷

مسلم ورلڈ لکھتا ہے۔ کہ پولینڈ میں مسلمانوں کی آبادی چھ ہزار ہے۔ جو اڑھائی کروڑ عیسائیوں کے درمیان آٹے میں نمک جیسے ہیں۔ لیکن وہ اپنے تمام مذہبی احکام کے پابند ہیں۔ اور ان میں تمام اسلامی خصوصیات پائی جاتی ہیں + پولینڈ کے مسلمانوں میں دو زبانیں رائج ہیں۔ ان کا ایک بڑا حصہ ترکی زبان بولتا ہے۔ اور پولش زبان کو عربی رسم الخط میں لکھتا ہے + مذہبی یہ لوگ سُنی و حنفی ہیں۔ ان کے نام بالکل اسلامی ہیں اور ان کے اثر سے دوسری ہمسایہ قوموں میں اسلامی نام اور روایات رائج ہو گئی ہیں۔ چنانچہ آسٹریا کی سرحد پر ایک جرمن قوم آباد ہے۔ جو مذہباً رومن کیتھولک ہے۔ مگر نام سلیمان اور علی وغیرہ رکھتی ہے ÷

۱۹ دسمبر کو لندن میں پنڈت موتی لال نہرو نے مسائل ہند پر تقریر کی۔ جس کے دوران میں آپ نے کہا۔ کہ میرے نزدیک سائمن کمیشن سے تعاون کرنے کی بجائے۔ ہندوستان کا غلامی کی حالت میں رہنا اچھا ہے ÷

چین میں اشتراکیوں کے خلاف ہنگامہ آرائی جاری ہے۔ روسیوں کو بڑی بے دردی سے پھانسیاں دی جا رہی ہیں۔ اس کشت و خون عورت و مرد کی کوئی تخصیص نہیں کی جاتی۔ چنانچہ دو لڑکیوں کو بھی پھانسی کے تختے پر چڑھا دیا گیا ÷

حکومت نانکن نے سوویٹ روس کے ساتھ تمام سیاسی تعلقات ختم کر لئے اور تمام روسی دفاتر کو بند کرنے کا حکم دیدیا ہے ÷

۲۴ دسمبر کو آل انڈیا کانگریس کے صدر ڈاکٹر انصاری صاحب مدراس پہنچے۔ تو ان کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا۔

۲۵ دسمبر کو آل انڈیا کانگریس کا اجلاس شروع ہوا۔ ڈاکٹر انصاری صدر اجلاس نے اپنا صدارتی ایڈریس پڑھا جس میں آپ نے نہایت قابلیت اور تدبر کے ساتھ تمام اہم مسائل حاضرہ پر جامع و مانع طریق سے بحث کی۔ سب سے پہلے آپ نے ہندوستان کا منتہائے مقصود بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہماری سرگرمیوں کا مقصد ایک آزاد اور سلف گورنمنٹ ہے۔ خواہ یہ سلطنت کے اندر رہ کر حاصل ہو جائے۔ یا اس کے بغیر۔ آپ نے اتحاد و اتفاق پر بہت زور دیا۔ کانگریس۔ اسمبلی اور کونسلوں میں اتحاد و یکجہتی ضروری بتائی۔ اور کہا۔ کہ اس کے بغیر ہندوستان اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے بعد آپ نے شاہی کمیشن پر اظہار خیال کر کے اس کے مکمل بائیکاٹ کا مشورہ دیا۔ باشندگان ہندوستان کے جسمانی انحطاط کا حال بیان کر کے کانگریس کی توجہ اس ضروری اصلاح کی طرف دلائی۔ غرض آپ نے اپنے طویل خطبہ صدارت میں دور اندیشی اور تدبر سے تمام اہم مسائل پر رائے زنی کی۔ اور مفید مشورے دئیے۔

مدراس میں ۲۵ دسمبر کو آل انڈیا خلافت کمیٹی کا اجلاس بہ صدارت مولانا محمد شفیع صاحب داؤدی منعقد ہوا۔ سائمن کمیشن سے مقاطعہ کی قرارداد اور خلافت کی تحریک از سر نو زندہ کرنے کی قرارداد بالاتفاق منظور ہوئی۔

۲۵ دسمبر کو دہلی میں آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کا اجلاس بہ صدارت لارڈ ہیڈلے منعقد ہوا۔ قلعہ دہلی کے سامنے خاص طور پر پنڈال تیار کیا گیا تھا۔ صاحب صدر ترکی ٹوپی پہنے پنڈال میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد صدر استقبالیہ کمیٹی نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ اگر شدھی اور تبلیغ پُرامن طور پر جاری کی جائیں تو جھگڑا نہیں ہو سکتا۔ بعد ازاں حاجی لارڈ ہیڈلے نے اپنا خطبہ صدارت پڑھا۔ جس میں مذہب اسلام کے اصول اور اسلامی تعلیم کا ذکر کر کے فرمایا۔ کہ صرف اسلام کی اشاعت سے دنیا میں امن ہو سکتا ہے۔ اسلام کے احسانات انسانیت پر۔ اس کی عالمگیر اخوت و مساوات پر اظہار خیال کر کے طبقہ نسواں کے متعلق فرمایا۔ کہ آنحضرت صلعم کے وقت عورت قعر ذلت میں تھی۔ اسلام آیا اور اس نے اسے ذلت سے نکال کر اس کے حقیقی مقام پر کھڑا کیا۔ اسلام سے پہلے عورت ہاتھ سے ہاتھ بدلنے والی جائداد سمجھی جاتی تھی۔ اور گھر میں اس کی غلام کی سی حیثیت تھی۔ قرآن نے اسے وہ حقوق دئیے۔ جو مرد کو اس کے مقابل حاصل تھے۔ یہ بھی اعلان کیا گیا۔ کہ اس میں ذہنی روحانی اور اخلاقی استعداد ویسی ہی ہیں۔ جیسی مرد میں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ عورت صنف ضعیف سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ایک نہ ایک رنگ میں مرد کو اس پر فضیلت ہے۔ چنانچہ مرد کا

اس کا سر دھرا ہے۔ لیکن عورت بھی بعض خوبیوں کی مالک ہے۔ جو مرد کے حصے میں نہیں۔ اس لئے قرآن نے فرمایا۔ کہ ہر ایک صنف کے لئے میدان عمل موجود ہے۔ مناسب یہ ہے۔ کہ مرد ہو یا عورت سبقت فی الخیرات میں کوشاں رہیں۔ میں اس وقت ایک لفظ میں بلا خوف تردید یہ کہنے کی جرأت رکھتا ہوں۔ کہ جو موجودہ تمدن سے عورت کو حاصل ہوا۔ وہ ان باتوں کا ایک ادنیٰ ظل ہے۔ جو قرآن کریم اور بانیٔ اسلام صلعم کے ذریعے سے نصیب ہوئیں۔

شاہ افغانستان نے "راجپوتانہ جہاز" سے حضور وائسرائے اور گورنر بمبئی کو لاسلکی پیغام بھیجے۔ وہ پیغام اور ان کے جواب حسب ذیل ہیں:۔

وائسرائے بہادر کے تار میں لکھا ہے۔ کہ جناب نے ہندوستان میں ہمارے استقبال کا نہایت قابل قدر انتظام کیا۔ اس کے لئے ہم جناب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم جناب کی علالت پر اظہار رنج وافسوس کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ جناب کو جلد از جلد شفائے کامل حاصل ہو گی۔

اس کے جواب میں حضور وائسرائے نے لکھا ہے۔ کہ مجھے ذاتی طور پر اس امر کا ملال ہے۔ کہ میں اپنی علالت کے باعث اعلیٰ حضرت اور ملکہ افغانستان کی بارگاہ میں باریابی سے محروم رہا۔ لیکن مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی۔ کہ حضور نے ہندوستان کے قیام کو پُر لطف محسوس کیا۔ ہندوستان نے اپنے حسب مقدر اعلیٰ حضرت اور علیا حضرت کے سفر کا انتہائی خلوص اور دوستی کے جذبات کے ساتھ خیر مقدم کیا ہے۔ میں اعلیٰ حضرت اور علیا حضرت کی خدمت میں الوداع عرض کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں۔ کہ یہ سفر کامیاب اور مسرت سے ہمکنار ہو۔

گورنر بمبئی کے تار میں لکھا ہے۔ ہم بمبئی میں اپنے پر لطف عارضی قیام اور مہمان نوازی کے لئے آپ کا اور باشندگان بمبئی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں گورنر بمبئی نے لکھا ہے۔ کہ میں باشندگان بمبئی اور اپنی طرف سے اس تمنا کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ حضور کا سفر کامیاب ہو۔ بمبئی نے حضور کی تشریف آوری پر انتہائی جوش ومسرت کا اظہار کیا ہے۔ یہ ہمیشہ ہم سب کے لئے موجب فخر ومباہات رہیگا۔

۱۸ دسمبر کو اہل بمبئی کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت مسٹر نائیڈو منعقد ہوا جس میں اس امر پر زور دیا گیا۔ کہ ہندوستان متحد ومتفق ہو کر سائمن کمیشن سے مقاطعہ کرے۔

حاجی لارڈ ہیڈلے ۲۸ دسمبر کو لاہور تشریف لائے۔ اسٹیشن پر معززین شہر نے استقبال کیا۔ اور شاندار جلوس نکالا گیا۔

یہ خبر نہایت رنج وقلق سے سنی جائے گی۔ کہ ملک کے نامور رہنما اور قابل ترین طبیب حکیم محمد اجمل خاں صاحب کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تفصیلی حالات ابھی معلوم نہ ہو سکے۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے
اطلاع

میسرز کے۔ بی آدم جی ماموجی اینڈ سنز آف لمیٹڈ (حال لاہور) کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ ۹ جنوری ۱۹۲۸ء سے ہر روز ۱۰ بجے صبح شروع کرکے ناکارہ متفرق سٹورز کے علاوہ جس کی اطلاع پہلے دی جا چکی ہے مندرجۂ ذیل اشیاء پر مشتمل پرانی زائد ریلوے ورکشاپ مشینیری بذریعہ نیلام عام فروخت کریں۔

خراد۔ گھڑلے۔ چھید کرنے اور متھے باندھنے چینچی بنانے۔ خشت سازی۔ پیچ بنانے۔ برما۔ سال کارچوبی اور لفافے بنانے کی مشینیں۔ بھٹیوں کی دھونکنیاں۔ گرائنڈرز۔ آئل انجن۔ ورکشاپ کے دُھرے۔ ڈائنامو۔ لمپ۔ ایل پریس۔ سٹون جاکرشر۔ پیرا ئل انجن۔ عمودی بائلر۔ گیس ککنگ سٹوو۔ بند۔ موٹر ٹرالی۔ ہائیڈرالک جیک۔ پڑٹیبل فائر انجن۔ دو سٹروک کی موٹر۔ ایرکمپریسر۔ آر آر آر ڈپلیکیٹر اور ایک پرانے ریلوے ٹکٹ ضائع کرنے والی مشین۔

اس کے علاوہ کلاتھ فیکٹری ہیں سے کپڑوں کے ٹکڑے بھی فروخت کئے جائیں گے۔

فروخت کی شرائط موقع نیلام پر مشتہر کردی جائیں گی۔

این ڈبلیو آر ہیڈ کوارٹرس آفس — کنٹرولر آف سٹورز
لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۲۷ء — نارتھ ویسٹرن ریلوے

اُستانی کی ضرورت

فیروز آباد میونسپل مسلم نسواں اسکول کے لئے ایک مڈل پاس یا قابل اُستانی کی ضرورت ہے جو تعلیمی تجربہ رکھتی ہو۔ تنخواہ مبلغ بیس روپے سے تیس روپے تک حسب لیاقت دی جائے گی۔

تمام درخواستیں بنام چیئرمین تعلیمی کمیٹی میونسپل بورڈ فیروز آباد ضلع آگرہ آنی چاہئیں۔

آر۔ جے۔ بیگم
فیروز آباد

ضرورت ہے

ضلع ہذا کے چھ ڈسٹرکٹ بورڈ اردو پرائمری گرل اسکولوں کے واسطے ٹرینڈ اُستانیوں کی ضرورت ہے۔ تنخواہ حسب ذیل ہوگی۔ اور کم از کم تین سال ملازمت کرنی ہوگی۔ درخواست مع نقول سرٹیفکیٹ ہائے مندرجہ ذیل پتے پر بھیجدیں۔

جے دی پرائمری پاس 30 - 3 - 45
جے دی مڈل پاس 35 - 2 - 45
ایس دی " " 45 - 3 - 60

چودھری احمد حسین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس
ضلع جہلم

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ لائق علی صاحب سب جج بہادر درجہ سوم مقام کانگڑہ

صوبا ولد منو قوم گسر نھہ سکنہ رجیانہ تحصیل کانگڑہ ضلع کانگڑہ مدعی

بنام

رانوں ولد ہوشنا کو قوم گسر تھ سکنہ جبور تحصیل کانگڑہ ضلع کانگڑہ مدعاعلیہ

دعویٰ مبلغ ۱۸۹-۱۰

حسب رپورٹ پیادہ و درخواست مدعی سے پایا جاتا ہے۔ کہ مدعاعلیہ عرصے سے مفقود الخبر ہے۔ اس لئے معمولی طریقے سے تعمیل سمن ہونی محال ہے۔ لہذا اشتہار ہذا جاری کرکے مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ مدعاعلیہ رانو بتاریخ ۱۲ جنوری ۱۹۲۸ء کو حاضر عدالت ہذا ہوکر پیروی و جوابدہی مقدمے کی نہ کرے گا۔ تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائے گی ٭

آج بتاریخ ۸ دسمبر ۱۹۲۷ء بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا ٭

دستخط حاکم		مہر عدالت

اڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ کرپال داس پرنٹر چھپا اور سید ممتاز علی مالک و مہتمم نے دفتر تہذیب سے شائع کیا

تہذیب النسواں جلد ۳۰

تہذیب النسواں جلد ۳۰